علم تصوف کے احکام وتعلیمات پر مشتمل سینکڑوں احادیث مع تشریح

التشرف

بمعرفة احاديث التصوف



حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان

اَلتَّشَرُّفُ

بمعرفة احادیث التصوف

مع اُردو ترجمہ موسومہ

تکمیل التصرف فی تسہیل التشرف

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

تصوف نام ہے تعمیر الظاہر و الباطن کا اور کوئی آیت اور کوئی حدیث اس سے خالی نہیں، ہر آیت اور ہر حدیث میں کوئی نہ کوئی مسئلہ تصوف کا مذکور ہے۔ مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ان مسائل کی طرف توجہ دی گئی ہے جو تصوف کی طرف عام طور پر معروف ہیں۔

ایک جامع اور متوسط انتخاب حدیث لیکن ایک بحر بیکراں کی شکل میں

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 4540513-4519240

لا الٰه الا الله محمد رسول الله

نام کتاب

اَلتَّشَرُّف

بمعرفة احاديث التصوف

تاریخ اشاعت.....................صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

ناشر..............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.............................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

ادارہ اسلامیات انارکلی' لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

مکتبہ رحمانیہ.....اُردو بازار.....لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ' کوئٹہ

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

ادارۃ الانور...نیوٹاؤن کراچی نمبر 5

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض ناشر

اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر کہ اُس نے ہمیں حکیم الامت مجدد الملت
حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تالیفات شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

زیر نظر کتاب ''التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف'' جس میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے وقت کی اہم ضرورت کے تحت تصوف کے مسائل کو احادیث مبارکہ سے مدلل کر کے تجدیدی کام کیا یہ کتاب عرصہ سے نایاب ہو چکی تھی۔

اور یہ فن جو نیم جان ہو چکا تھا ایسے مجدد وقت کی تعلیمات سے پوری طرح نکھر کر سامنے آیا اور اس سلسلہ میں مروّجہ افراط و تفریط میں اسلام کی راہ اعتدال واضح ہوئی اور شریعت مطہرہ سے ماخوذ طریقت زندہ ہوئی۔ فجزاھم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین

ادارہ تالیفات اشرفیہ نے حضرات علماء کرام کی مشاورت سے اس کا قدیم طرز کو تبدیل کر کے عصر حاضر کے ذوق کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ پہلے ایڈیشنوں میں صفحہ کے دائیں جانب حدیث کا عربی متن اور بائیں جانب ترجمہ تھا۔ قدیم طرز سے آج کا قاری آسانی سے استفادہ نہیں کر سکتا اس غرض سے اس ایڈیشن میں اولاً احادیث مبارکہ کا سلسلہ وار صرف ترجمہ اور فوائد ذکر کر دیئے گئے ہیں اور اہل علم و تحقیق کیلئے مکمل عربی متن مع فوائد مزید تخریج جو ادارہ نے علما کرام سے کرائی ہے اس کو ہر حدیث کے ساتھ مرتب کر کے ان شاء اللہ جلد شائع کر رہے ہیں۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں اور ہم سب کو اپنے اکابر علماء حق کے مسلک اعتدال پر کاربند فرمائیں۔ آمین

والسلام

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ

صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مارچ 2006ء

مختصر سوانح حیات

آبائی وطن

حضرت حکیم الامتؒ کے حسب ونسب کا تعلق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا) کے ایک مقتدر خاندان سے تھا آپ کے آباؤاجداد صاحب علم ووجاہت واہل منصب تھے۔

آپ نسباً فاروقی تھے اور مسلکاً صابری چشتی تھے حضرت شاہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ ارشد تھے اور منجانب اللہ تعالیٰ تمام علوم ظاہری و باطنی سے متصف ہوکر زبان اہل حق پر حکیم الامت مجدد ملت محی السنۃ اور حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان تمام اوصاف کا شاہد ناطق ان کا دین متین کا تحریری وتقریری اصلاحی وتجدیدی کارنامہ تبلیغ واشاعت دین ہے جو ان کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے خواص وعوام میں اپنی جامعیت ونافعیت کی بناء پر مقبول ہوا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور شائع ہوا اور خلق اللہ کو مستفیض کیا۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہار شنبہ کی صبح صادق کے وقت بمقام تھانہ بھون ظہور میں آئی۔

تحصیل علم

بچپن میں فارسی وحفظ قرآن سے وطن ہی میں فارغ ہوئے پھر علوم دینیہ کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے ۱۲۹۵-۱۳۰۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

دستار فضیلت

آپ کی دستار فضیلت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے متبرک ہاتھوں سے

ہوئی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ دیوبندی کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں۔

تدریس واصلاح کا آغاز

تعلیم سے فارغ ہوکر آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اس عرصہ میں آپ کے عارفانہ مواعظ وملفوظات اور تہذیب وتربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہل ذوق واہل بصیرت قلمبند کرتے رہے اس زمانے میں ابتداء ہی سے آپ کے علوم ظاہری وباطنی کے فیوض سے خواص وعوام میں بڑی ہردلعزیزی اور جاذبیت پیدا ہوگئی تھی۔

خانقاہِ امدادیہ میں قیام

قیام کانپور میں حضرتؒ نے اس طرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گزارے پھر خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ایما اور منشاء سے صفر ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کر کے اپنے وطن اور اپنے پیرومرشد کی یادگار خانقاہ امدادیہ میں قیام پذیر ہو گئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کر لی حضرت شیخ نے مکۃ المکرمہ سے تحریر فرمایا۔

''بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری وباطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور مسجد کو از سرنو آباد کریں گے میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں''۔

حج، بیعت اور شیخ کی وصیت

آپ نے پہلا حج بعمر بیس سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۰۱ھ میں کیا تھا اور ۱۳۱۱ھ میں جب دوبارہ حج کرنے تشریف لے گئے تو حسب خواہش پیرومرشد حضرت امداداللہ مہاجر مکیؒ انکی خدمت میں چھ ماہ تک مقیم رہے حضرت شیخ سے دست بدست بیعت ہونے اور دولت باطنی سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہونے کے بعد حضرت شیخ کی ان دو وصیتوں کے ساتھ واپس آ گئے رخصت کرتے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

میاں اشرف علی............ دیکھو ہندوستان میں پہنچ کر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی عجلت نہ کرنا۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا تو کل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے مدرسہ کا تعلق ترک کرنے کے بعد حضرت مستقلاً تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔

مرکز اصلاح وتجدید

خانقاہ امدادیہ میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرتؒ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی تک تصنیف و تالیف میں اور مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی ملک و بیرون ملک ہزاروں طالب حق و سالکین طریق، تعلیم و تربیت باطنی و تزکیہ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمداللہ امت مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری و ساری ہے۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

حضرت کا سانحہ ارتحال:

وفات سے چند سال قبل ہی سے حضرت مرض اسہال میں مبتلا رہے اور کسی علاج سے صحت نہ ہوئی بالآخر ۱۶۔۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۔۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کی شب نماز عشاء کے وقت ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن کی عمر میں یہ سواد ہند کا نیر اعظم تقریباً نصف صدی تک دین مبین کی ضوفشانی کے بعد غروب ہو گیا اناللہ و انا الیہ راجعون۔

مدفن: مدفن قصبہ تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کے شمال جانب قبرستان موسومہ تکیہ میں حضرت رحمۃ اللہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق — ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
نہ جانے کیا اچانک موج آئی اس کی رحمت کو — اٹھا کر لے گئی آغوش میں جبریل طلعت کو
اسی ماحول میں گم ہو گیا ہنستا ہوا تارا — سواد اعظم اسلام کا رخشندہ مہ پارا
وہ تارا جو رہا ملفوف احرام قیادت میں — گزاری جس نے اپنی زندگی اصلاح امت میں

(مآثر حکیم الامت)

مختصر تعارف کتاب

محترم محمد ضیاء الدین احمد شکیب صاحب ایم اے' ڈی۔ایف۔اے (علیگ) کا تحریر کردہ پیش لفظ (کتاب ہذا کا تعارف) جو قدیم نسخہ میں بہت طویل تھا یہاں مختصراً پیش کیا جاتا ہے (ناشر)

عصر جدید میں انسانی زندگی بہت زیادہ پر پیچ اور متنوع ہوگئی ہے۔ آج کے انسان کو زندگی گزارنے کے لئے جتنی معلومات' جتنے زیادہ قواعد وضوابط' جتنے زیادہ ساز وسامان اور احتیاط کی ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کسی دور میں نہیں تھی۔ اس لئے بعض لوگ سوچتے ہیں کہ آج کی زندگی کو محض ان چند خانوں ہی میں نہیں بانٹا جاسکتا جتنے ابواب میں احادیث کی کتابوں کو مدون کیا جاتا رہا ہے۔ اس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا احادیث کا سرمایہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیدا ہونے والے نوع بہ نوع اور گونا گوں مسائل کے لئے کفایت کرسکتا ہے یا وہ محض چند لگے بندھے امور سے متعلق ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے ہمیں اس عام کیفیت سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے جو حدیث کی کتابوں کو دیکھنے سے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں پیدا ہوتی ہے اور وہ کیفیت یہی ہے کہ جب نئی نسل کا کوئی فرد کسی مجموعۂ احادیث کی لوح الٹ کر اس کی فہرست اور تبویب دیکھتا ہے تو اسے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ جیسے پوری زندگی کو مسائل طہارت' عبادت اور ایسی ہی چند باتوں میں محدود کردیا گیا ہے جنہیں وہ کم سنی سے جانتا ہے لہٰذا فطرتاً نیا ذہن اس اہم دینی سرمایہ سے اکتاہٹ اور دوری محسوس کرنے لگتا ہے۔ خواہ اس کی وجہ عصر جدید کا نصاب تعلیم ہو یا وہ تشکیک کی فضا جو ہمارے جدید علوم (Sciences) کا طرۂ امتیاز ہیں۔ بہر حال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کچھ لوگ ایسا سوچتے ہیں۔ اب ہم اپنے اصل سوال سے رجوع کرتے ہوئے غور کریں تو یہ ایک سادہ سی بات ہے کہ احادیث کی ان ہی یکساں طور سے ترتیب دی ہوئی کتابوں میں وہ ساری احادیث موجود ہیں جو آج بھی زندگی کے ہر نوعیت کے معاملہ

اوراس کے ہر گوشہ سے متعلق ہیں۔ لہٰذا وقت کی ایک بنیادی ضرورت یہ بھی ہے کہ انسان کے نفسی معاملات ہوں یا اجتماعی یا پھر کائناتی ان سب امور میں احادیث نے جس طرح رہنمائی کی ہے ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف موضوعات اور منہاج فکر کے تحت ان کی تدوین کی جائے تاکہ ان کے مضمرات رموز وغوامض نئی نسلوں کے ذہن پر بسہولت و بیک نظر واضح ہوسکیں۔ چنانچہ بعض محدثین کرام نے اس ضمن میں پیش رفت بھی کی ہے۔ اگر یہ کام اہم ہے تو التشرف اسی نوعیت کی ایک نہایت اہم خدمت ہے۔

التشرف کی تدوین میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے احادیث کے عنوانات قائم نہیں کیے تھے بلکہ احادیث میں مضمر فوائد پر سرخیاں قائم کی ہیں۔ جن کی ترتیب میں پہلے حدیث درج کی گئی ہے۔ اس کے بعد ''میں کہتا ہوں'' کے آغاز سے ان کے فوائد کا انکشاف اس طرح کیا ہے جس طرح یہ واضح ہوجائے کہ یہ ایک عالم اور ایک عارف کی یافت ہے جسکو خاص نقطۂ نظر سے پیش کیا گیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ علم نفسیات، علم الاخلاق، عمرانیات، تعلیم اور قانون کے طالب علموں کے لئے اس تالیف کے ہر حصہ میں دلچسپی اور غور و تامل کا بہت کچھ سامان موجود ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تصوف سے متعلق تصنیفات اور مواعظ کی فہرست کافی طویل ہوگی۔ تاہم آپ کی وہ تصنیفات جو راست طور پر مسائل تصوف یا کتاب السنّت کی متصوفانہ تعبیر، توجیہ، تصریح و تشریح سے متعلق ہیں۔ ان میں **مسائل السلوک مع رفع الشکوک، التکشف عن مہمات التصوف** اور **التشرف بمعرفت احادیث التصوف** کو سب سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان تینوں تصنیفات میں جس قدر اسرار کا ابلاغ کیا گیا ہے وہ طالب کے پیمانہ طلب کو لبریز کرنے کے لئے کافی ہے لیکن مولان کی ذات ایک بحر العلوم تھی اور آپ نے ان تینوں تصنیفات کو تمام آیات و احادیث کی ترجمانی کے لئے کافی قرار نہیں دیا بلکہ انہیں عام طور پر معروف آیات و احادیث کے ایسے انتخاب سے ماخوذ قرار دیا ہے، جو کسی زمانہ میں بھی علمی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ احوال و مقامات کا کفیل اور رہبر کہلانے کا مستحق ہے۔ چنانچہ

رسالۂ الہادی میں انتباہ در رفع اشتباہ متعلق رسالہ مسائل السلوک والتکشف والتشرف ہر چہار جلد شائع فرما کر آپ نے حسب ذیل وضاحت فرمادی ہے۔

''تصوف نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا اور کوئی آیت اور کوئی حدیث اس سے خالی نہیں تو ہر آیت اور حدیث میں کوئی نہ کوئی مسئلہ تصوف کا ضرور مذکور ہے۔ مگر میں نے ان رسالوں میں صرف ان مسائل پر اکتفا کیا ہے کہ جن کی نسبت خصوصیت کے ساتھ تصوف کی طرف عام طور پر معروف ہے اس لئے اثبات مسائل کے لئے آیات واحادیث میں انتخاب واقع ہوا۔ پھر وہ بھی سب احادیث سے نہیں بلکہ ایک متوسط مقدار سے''

اس کتاب کے مشتملات اور اس کی ترتیب معنوی کے بارے میں بھی دو ایک باتیں عرض کرنا ضروری ہیں۔ اس تالیف کی اصل غایت ایسی حدیثوں کی تحقیق ہے ''جو حضرات صوفیہ کی زبانوں پر یا ان کی تقریرات میں مشہور ہیں اور ان کی کتابوں میں شائع ہیں'' ایسی احادیث کو خشک اور متشدد'' حضرات موضوع قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ موضوع قرار دینا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان احادیث کی سند معلوم نہیں ہوتی یا پھر اس کے مضمون کو ''مخالف شرع'' خیال کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ ایک طرف روایت اور دوسری طرف درایت سے انصاف کا متقاضی تھا۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے دونوں حیثیتوں سے اس مسئلہ کا استدراک کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہوا کہ از روئے استناد احادیث کی تخریج معتبر کتب سے کی گئی ہے۔ مثلاً ان چاروں حصوں کے اہم ماخذ امام عراقی کی احیاء، مقاصد حسنہ، علامہ سیوطیؒ کی جامع الصغیر نیز سنن دار قطنی طبرانی اوسط وصغیر، بیہقی اور صحاح معروف ہیں۔ اس کے بعد بھی جہاں تہاں ضعیف روایت محسوس ہو وہاں احادیث کے فوائد کے اکتشاف سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ایسی بظاہر مشتبہ احادیث میں'' جو مسئلہ اصل مقصود ہے وہ احادیث صحیحہ بلکہ آیات قرآنیہ سے موید ہے۔''

اس تالیف کا پہلا حصہ بنیادی طور پر احادیث الاحیاء پر مشتمل ہے اور اسے چار اجزاء میں منقسم کیا گیا ہے۔ جو یہ ہیں۔ ۱۔ عبادات ۲۔ عادات ۳۔ منجیات ۴۔ مہلکات

ہر جز کئی کتابوں پر مشتمل ہے۔

جزو عبادات: کتاب العلم، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج،

کتاب آداب القرآن، کتاب الاذکار والدعوات اور **جزو عادات** کتاب آداب الاکل، کتاب النکاح، کتاب آداب الکسب والمعاش، کتاب الحلال والحرام، کتاب آداب الالفۃ، کتاب آداب العزلۃ، کتاب اسماع اور **جزو مہلکات** کتاب عجائب القلب، کتاب تہذیب نفس، کتاب علاج شہوت وبطن کتاب آفات اللسان، کتاب مذمت غضب، کتاب مذمت بخل، کتاب مذمت جاہ، کتاب مذمت کبر، اور **جزو منجیات** کتاب التوبہ، کتاب صبر وشکر، کتاب الخوف والرجا، کتاب الفقر والزہد، کتاب المحبۃ والشوق اور کتاب ذکر موت سے عبارت ہے۔

یہ تالیف رسالہ الہادی میں وقتاً فوقتاً مختلف اقساط واسالیب میں چھپتی رہی۔ لیکن کتاب کی مجموعی ہیئت وتدوین کے تعلق سے مولانا کی جو خواہش تھی جس کا اظہار جہاں تہاں مختلف اعلانات، اطلاعات وتنبیہات کے طور پر کیا جاتا رہا۔ ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نسخہ کو اس طرح مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مولانا کی خواہش کے زیادہ سے زیادہ مطابق ہو اس تالیف کے ہر حصہ میں احادیث کے ماخذ کے لئے جو مختلف رموز برتے گئے ہیں وہ علیحدہ جدول کی صورت میں پیش کئے گئے ہیں۔

توضیح رموز

(۳)	ابوداؤد، ترمذی، نسائی	طس	طبرانی اوسط
(۴)	ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ	طص	طبرانی صغیر
ت	ترمذی	ع	ابی یعلی (فی مسندہ)
تخ	لہٗ فی التاریخ	عب	عبدالرزاق (فی الجامع)
ج	جامع الصغیر	عد	ابن عدی (فی الکامل)
ح	حسن	عق	عقیلی (فی الضعفاء)
حب	ابن حبان	عم	عبداللہ بن احمد
حل	ابی نعیم (فی الحلیہ)	فر	دیلمی (فی مسند الفردوس)
حم	مسند امام احمد	ق	بخاری ومسلم
خ	بخاری	قط	دارقطنی
خد	للبخاری (فی الادب)	ک	حاکم
خط	خطیب (فی التاریخ)	م	مسلم
د	ابوداؤد	متفق علیہ	بخاری ومسلم
ش	ابن ابی شیبہ	ن	نسائی
ص	سعید بن منصور فی سننہ	ہ	ابن ماجہ
صح	صحیح	ھب	بیہقی (فی شعب الایمان)
ض	ضعیف	طب	طبرانی کبیر
ھق	بیہقی (فی سننہ)		

حصہ اول میں جن احادیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے وہ احیاء سے ماخوذ ہیں اور حصہ سوم و چہارم میں جن احادیث کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے وہ کنوز الحقائق سے ماخوذ ہیں۔ ض

اجمالی فہرست

اجمالی فہرست

فہرست عنوانات

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الصوم

کتاب الحج

کتاب القرآن

کتاب الاذکار الدعوات

کتاب صبر و شکر

کتاب الخوف و الرجاء

کتاب الفقر و الزھد

کتاب توحید و توکل

کتاب المحبت والشوق

کتاب ذکر الموت

حصہ دوم

حصہ سوم

حصہ چہارم

حصہ اوّل

عبادات

عادات

منجیات

مہلکات

علم کی فضیلت اور اس کی ضرورت

۱- **حدیث:** علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲- **حدیث:** علم کو طلب کرو اگرچہ وہ چین میں ملے۔

فائدہ: اور ضعف کے شبہ کا جواب خطبہ میں ہو چکا ہے اس عبارت میں اور بعض اوقات ان روایات میں سے بعض میں ضعف بھی پاؤ گے۔

۳- **حدیث:** اچھی بات بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اس کا کرنے والا

فائدہ: یہ تینوں حدیثیں علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت پر دال ہیں اور اس میں جہلاء صوفیہ کی اصلاح ہے جو علم کی مذمت کیا کرتے ہیں اور اس کو مقصود کا حجاب سمجھتے ہیں۔

۴- **حدیث:** وہ چیز جو تجھ میں کھٹک پیدا کرے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جو کھٹک نہ پیدا کرے۔

ذوق سلیم کا معتبر ہونا

۵- **حدیث:** اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھ کو فتویٰ بھی دیدیں۔

فائدہ: دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں کہ ذوق و وجدان بھی معتبر چیز ہے ایسے شخص کا جس کو ایمان کامل حاصل ہو (اور وہ) ایسے امور میں (معتبر ہے) جن میں دو دلیلیں متعارض ہوں اور یہ (عمل بالوجدان) عارفین میں مثل عادات طبعیہ کے ہے۔

---

(۱) (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے حدیث انسؓ سے اور اس کو احمد و بیہقی وغیرہما نے ضعیف کہا ہے) (۲) (ابن عدی بیہقی نے مدخل اور شعب میں انس کی حدیث سے روایت کیا بیہقی نے کہا کہ یہ متن تو مشہور ہے مگر اسناد اس کے ضعیف ہیں) (۳) (روایت کیا اس کو ترمذی نے حدیث انس سے اور کہا کہ یہ غریب ہے اور اس کو مسلم و ابوداؤد و ترمذی نے مع تصحیح ابو مسعود بدری سے اس لفظ سے روایت کیا ہے من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله. (اس میں کفاعله کی تفسیر بھی ہوگئی کہ تشبیہ اجر میں ہے) (۴) روایت کیا اس کو ترمذی نے مع تصحیح کے اور ابن حبان نے حدیث حسن بن علی سے۔ (۵) روایت کیا اس کو احمد نے حدیث وابصہ سے۔

علوم واحوال باطنیہ

۶ - حدیث: بعض علوم مخفی اشیاء کی شکل میں ہوتے ہیں۔

روایت کیا اس کو ابو عبدالرحمن سلمی نے اپنی تصوف کی چہل حدیث میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسناد ضعیف کے ساتھ اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ اس علم کو بجز عارفین باللہ کے کوئی اور نہیں جانتا پھر جب وہ اس علم کے ساتھ گویا ہوتے ہیں تو اس سے وہی لوگ جہالت میں رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دھوکہ کھائے ہوئے ہیں اور (مراد انکار و تکذیب ہے کیونکہ اجمالاً تصدیق کر لینا بھی ایک قسم کا علم ہے اور دھوکہ یہ کہ وہ اپنے علم و عمل کو عنداللہ صحیح و مقبول سمجھتے ہیں پس تم ایسے عالم کو حقیر مت سمجھو جس کو خدا تعالیٰ نے اس علم کا کچھ حصہ دیا ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو حقیر نہیں سمجھا جبکہ وہ علم اس کو دیا۔

۷- حدیث: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو اور لوگوں سے افضل ہو گئے تو نماز و روزہ کی کثرت سے نہیں ہوئے الخ (مراد نفل نماز و روزہ ہے کیونکہ کثرت اسی میں ہو سکتی ہے)

فائدہ: اس حدیث اور اثر میں اثبات ہے علوم باطنہ و احوال باطنہ کا (اول میں ان علوم کا ذکر ہے ثانی میں ان احوال کا)

اختلافی امور میں لوگوں سے نرمی برتنا

۸- حدیث: میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے اس عادت کی جس پر صوفیہ عامل ہیں کہ اختلافی امور میں لوگوں کے ساتھ توسع اور نرمی برتتے ہیں۔

---

(۷) اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ابوبکر بن عبداللہ مزنی کا قول کہا ہے اور میں نے اس کو مرفوع نہیں پایا اور پورا مضمون احیاء میں جو اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جو لوگوں سے فضیلت میں بڑھ گئے ہیں تو نہ کثرت صیام سے نہ کثرت صلوٰۃ سے نہ کثرت روایات سے زیادہ فتوے دینے سے نہ زیادہ علمی تقریر سے بلکہ خاص ایک چیز کی وجہ سے بڑھ گئے ہیں جو ان کے سینے میں بیٹھ گئی ہے۔ (۸) ذکر کیا اس کو بیہقی نے اپنے رسالہ اشعریہ میں معلقاً اور مدخل میں حدیث ابن عباسؓ سے ان الفاظ سے مسنداً اختلاف اصحابی لکم رحمة یعنی میرے اصحابؓ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے اور اسناد اس کے ضعیف ہیں۔

علم غیر نافع کا جہل ہونا

۹- **حدیث:** بعض علم جہل ہے۔

فائدہ: اس میں صوفیہ کی اس عادت کی اصل ہے کہ وہ ایسے علم کو جہل کہتے ہیں جو موصل الی اللہ نہ ہو (کما قال الشیر ازی علمے کہ بحق نہ نماید جہالت است)۔

مجالس صوفیہ کی فضیلت

۱۰- **حدیث:** جب تم جنت کے باغوں پر گزرا کرو تو (ان میں) چرا کرو (یعنی ان سے غذائے روحانی حاصل کیا کرو۔

فائدہ: اس میں کھلی فضیلت صوفیہ صافیہ کی مجالس کی ہے کیونکہ وہ مجالس خالص ذکر ہی ہیں خواہ علماً خواہ عملاً (یعنی وہاں افادہ علوم کا ہوتا ہے یا تسبیح و تہلیل کا شغل ہوتا ہے)۔

تائید عادت صوفیہ کے معارف کو اکثر اشعار میں ضبط کرتے ہیں

۱۱- **حدیث:** بعض اشعار حکمت ہیں۔

فائدہ: اس میں تائید ہے اس عادت کی جس کو اکثر صوفیہ نے اختیار کیا ہے کہ علوم و حقائق کو اشعار میں ضبط کرتے ہیں۔

مخاطب کی رعایت تعلیم اور معاملہ میں

۱۲- **حدیث:** جب کبھی کسی شخص نے کسی مجمع سے ایسی بات کہی جس کو وہ سمجھتے نہ ہوں تو وہ بات ضرور ان کے لئے فتنہ ہوگئی۔

۱۳- **حدیث:** لوگوں سے وہی بات کرو جس کو وہ سمجھ سکیں اور اس چیز کو چھوڑ

---

(۹) روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے حدیث بریدہ سے اور اسکے اسناد میں ایک مجہول ہے۔ (۱۰) روایت کیا اس کو ترمذی نے حدیث انسؓ سے اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد ہوا ذکر کی مجلسیں۔

(۱۱) روایت کیا اس کو بخاریؒ نے حدیث ابی بن کعب سے۔ اھ (۱۲) روایت کیا اس کو عقیلی نے ضعفاء میں اور ابن السنی نے اور ابو نعیم نے ریاء میں حدیث ابن عباسؓ سے اسناد ضعیف کے ساتھ اور مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ابن مسعودؓ سے موقوفاً روایت کی ہے۔

(۱۳) روایت کیا اس کو بخاری نے حضرت علیؓ سے موقوفاً اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابو نعیم کے طریق سے اس کو مرفوع کیا ہے اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے (یعنی جب بات تو ہو قرآن و حدیث کے موافق اور سمجھ میں آئے نہیں اور اس لئے کسی نے اس کو سچ نہ سمجھا تو تم سب نے خدا اور رسول کی تکذیب کی)۔

دو جس کو وہ نہ سمجھ سکیں۔

۱۴- **حدیث:** ہم انبیاء کی جماعت کو حکم ہوا کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں

فائدہ: اس میں دلالت ہے اس عمل پر جس پر صوفیہ محققین عامل ہیں کہ ہر شخص کو وہی تعلیم کرتے ہیں جس کا وہ اہل ہے اور بعض علوم کو عوام سے مخفی رکھتے ہیں۔

علم رسمی کی مذمت

۱۵- **حدیث:** علم دو قسم ہے ایک علم (محض) زبان پر الخ

فائدہ: اس حدیث میں تقسیم ہے علم کی دو قسموں کی طرف ایک وہ علم جو محض زبان پر ہو اور مقابلہ (اس کا علم نافع کے ساتھ) اس کے غیر نافع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا وہ علم جو قلب میں ہو اور اس کو نافع فرمایا ہے۔ اور یہی (قسم اول) تفسیر ہے علم ظاہر کی جس کی صوفیہ مذمت کیا کرتے ہیں جو ظاہر محض ہے جس کا اثر قلب پر نہ پہنچا ہو (کہ قلب میں محبت و خشیت وغیرہ پیدا کرے اور حدیث اس مطلب میں صریح ہے۔

علم باطن کی اصل

۱۶- **حدیث:** جب تم دیکھو کسی شخص کو کہ اس کو خاموشی اور زہد عطا کیا گیا ہے الخ

تنبیہ: آگے جہاں تمامہ کا لفظ کہوں گا وہ احیاء سے ہوگا۔ اب احیاء کا نام بار بار نہ لوں گا۔

۱۷- **حدیث:** جو شخص اپنے اس علم پر عمل کرتا ہے جو اس نے حاصل کیا ہو اللہ

---

(۱۴) ہم سے ابو بکر شجر کی حدیث کے ایک جزو میں اس کی روایت حدیث عمرؓ سے اس سے مختصر روایت کی گئی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں حدیث عائشہؓ سے یہ ہے کہ تم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھو اور پوری روایت احیاء میں ہے کہ ہم کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ ان سے ان کے عقول کے موافق کلام کیا کریں۔ اھ (۱۵) اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں اور ابن عبد البر نے حسن کی روایت سے جابر سے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے اور ابن الجوزی نے اس کو معلول کہا ہے اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ علی اللسان کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ علم (زبانی) تو اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اس کی مخلوق پر (یعنی اس علم سے ان لوگوں کو الزام دیا جائے گا کہ تم نے باوجود جاننے کے پھر عمل نہ کیا) اور ایک علم ہے قلب میں (یعنی اس کا اثر قلب پر ہو) سو یہ علم نافع ہے۔

(۱۶) (اس کو ابن ماجہ نے ابن خلاد کی حدیث سے اسناد ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے اور پورا مضمون احیاء میں اس طرح ہے کہ ایسے شخص سے قریب ہوا کرو کیونکہ اس کو حکمت (یعنی علم حقائق) کی تلقین کی جاتی ہے فقط (منجانب اللہ)

تعالیٰ اس کو ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اس نے حاصل نہیں کیا۔

قرب فرائض و قرب نوافل

۱۸- حدیث: (حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) بندہ برابر نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں پھر جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا سمع و بصر ہو جاتا ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ مشکوٰۃ میں بخاری سے یہ ہے کہ میں اس کا سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کا بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا دست و پا ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور جس سے وہ چلتا ہے اور شروع کا جزو حدیث کا یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میرے بندہ نے کسی عمل کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل نہیں کیا جو میرے نزدیک ادائے فرض سے زیادہ محبوب ہو۔

فائدہ: اور یہ حدیث اصل ہے صوفیہ کی ان دو اصطلاحوں کی قرب فرائض و قرب نوافل اور میں نے ان دونوں کی حقیقت اور ان دونوں عنوانوں کا حدیث کے موافق ہونا کلید مثنوی و مسائل مثنوی میں ذکر کیا ہے۔

اثبات نور باطنی و بعض احوال وھبیہ و بعض علامات کاملین

۱۹- حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس آیات کی تلاوت فرمائی کہ جس شخص کی ہدایت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں الخ۔

---

(۱۷) اس کو ابونعیم نے حلیہ میں انس کی حدیث سے روایت کیا ہے اور ضعیف بھی کہا ہے یہ دونوں حدیث اصل ہیں اس کی جس کو علم باطن کہتے ہیں جو عمل پر مرتب ہوتا ہے اور جس میں درس تدریس کو کچھ دخل نہیں (چنانچہ ورث کے لفظ میں اس کے غیر مکتسب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (۱۸) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ان الفاظ سے کنت سمعہ و بصرہ اور وہ حلیہ میں مؤلف کے الفاظ (کنت له سمعا و بصرا) کے موافق حضرت انس کی روایت سے بسند ضعیف وارد ہے اور مؤلف نے جو ذکر کیا ہے یہ الفاظ ہیں کنت سمعه الذی یسمع به الحدیث۔ (۱۹) اس حدیث کو حکم نے اور بیہقی نے زہد میں ابن مسعودؓ کی روایت سے نقل کیا اور پوری حدیث یہ ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ سینہ کھلنا کیسا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب قلب میں نور ڈالا جاتا ہے تو اس کے سبب سینہ کھل جاتا ہے اور فراخ ہو جاتا ہے عرض کیا گیا کہ آیا اس کی کچھ علامت ہے آپ نے فرمایا ہاں دار الغرور (دنیا) سے ہٹ جانا اور دار الخلود (آخرت) کی طرف متوجہ ہو جانا اور موت آنے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جانا)۔

فائدہ: اس حدیث میں نور باطنی کا اثبات ہے اور نیز بعض احوال موہوبہ کا اثبات ہے اور نیز اس میں کاملین کی بعض علامات مذکور ہیں۔

شیخ کا اپنی قوم میں مقام اور اہل ارشاد کی فضیلت

۲۰- حدیث: پیر اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں

میں کہتا ہوں کہ پیر سے مراد پیرانہ سال (بوڑھا) ہے نہ کہ (پیر بمعنی) مرشد کیونکہ یہ اطلاق جدید ہے (زمانہ نبوی میں نہ تھا اس لئے یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے) اور اسی لئے امام غزالیؒ اس کو شرف عقل کے بیان میں لائے ہیں اور اس کی وجہ میں یہ کہا ہے کہ یہ فضیلت نہ اس کی کثرت مال کے سبب ہے نہ اس کے عظیم الجثہ ہونے کے سبب نہ زیادت قوت کے سبب بلکہ زیادتی تجربہ کے سبب ہے جو کہ اس کی عقل کا ثمرہ ہے اھ (یہ تقریر صاف دلالت کرتی ہے مدعائے مذکور پر) البتہ یہ مضمون (فضیلت مرشد کا) ایک دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء کے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں ابوالدرداء کی روایت سے جیسا کہ تخریج عراقی میں مذکور ہے۔)

میں کہتا ہوں کہ حدیث ثانی کی دلالت مرشدین کی فضیلت پر ظاہر ہی ہے اور (بعد تامل) اس کا استنباط حدیث اول سے بھی اس طرح ممکن ہے کہ جب (بوڑھے شخص کی) فضیلت کا مدار مطلق عقل و تجربہ کو ٹھہرایا گیا تو جس عقل و تجربہ کا تعلق دین سے ہوگا وہ تو بدرجہ اولیٰ مدار فضیلت ہوگا اور ایسے عقل و تجربہ کا مرشدین میں ہونا مشاہدہ سے معلوم ہے تو وہ اس فضیلت کے زیادہ مستحق ہوں گے۔

فضیلت معرفت و عارفین

۲۱- حدیث: جب اور لوگ نیکی کے مختلف انواع سے تقرب حاصل کریں تو تم اپنی عقل سے تقرب حاصل کرو۔

---

(۲۰) روایت کیا اس کو ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن عمرؓ کی روایت سے بسند ضعیف۔ (۲۱) اس کو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علیؓ کی روایت سے ذکر کیا ہے اس طرح کہ جب اور لوگ نیکی کی انواع کا اکتساب کریں تم عقل کی انواع کا اکتساب کرو۔ تم ان سب سے نزدیکی اور قرب میں بڑھ جاؤ گے اور اس کے اسناد ضعیف ہیں۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو مولانا رومیؒ اپنی مثنوی میں لائے ہیں اور اس کی نہایت خوبی سے شرح فرمائی ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور اس میں اثبات ہے علوم دینیہ کا اور اس کے علماء کی فضیلت کا اور ظاہر ہے کہ اس (عقل مذکور فی الحدیث) کا سب سے بڑا مصداق عارفین اہل طریقت کی عقل ہے جس سے محبوب حقیقی تک خود پہنچتے اور دوسروں کو پہنچاتے ہیں اور اسی جگہ سے کہا گیا ہے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت سے افضل ہیں۔

قرآن کے بعض معانی کا اہل ظاہر سے مخفی ہونا

۲۲- حدیث: قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے۔

فائدہ: اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ نیز قرآن (کے ظاہر و باطن) کی ایک حد (بھی) ہے (کہ وہاں اہل ظاہر یا اہل باطن کا ادراک ختم ہو جاتا ہے) اور ایک طریق اطلاع (بھی) ہے (کہ اس طریق کے ذریعہ سے وہاں تک ادراک کی رسائی ہوتی ہے چنانچہ ظاہر قرآن کے ادراک کا طریق لغات و عربیۃ واسباب نزول وغیرہا کی مہارت ہے اور باطن قرآن کے ادراک کا طریق علوم مذکور کے ساتھ ذوق اجتہاد و نور معرفت و امثالہا ہے علی اختلاف مراتب البطون) یہ حدیث اس پر دال ہے کہ بعض اسرار قرآن مجید میں ایسے ہیں جن تک عوام اور خواص کالعوام کے افہام کی رسائی نہیں ہوتی تو اس حالت میں اہل ظاہر کو یہ حق نہیں کہ اہل باطن پر ایسے علوم میں نکیر (واعتراض) کریں بشرطیکہ کوئی دلیل قطعی لغوی یا شرعی ان علوم کی نفی نہ کرتی ہو (ورنہ انکار واجب ہے)۔

حق تعالیٰ کا مدرک بالکنہ نہ ہونا اور علم نبوی کا محیط بجمیع الواقعیات نہ ہونا

۲۳- حدیث: (ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ) میں آپ کی ثناء کا احاطہ نہیں کر سکتا آپ ایسے ہی ہیں جیسا آپ نے اپنی خود ثناء فرمائی۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی

---

(۲۲) اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن مسعود کی روایت سے ذکر کیا ہے۔

اللہ عنہا کی روایت سے کہا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

فائدہ: حدیث دو امر پر دال ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کا ادراک بالکنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں ہوا تو دوسرے کو تو کیا ہوتا کیونکہ کسی شے کا احاطہ یہ ہے کہ اس کا ادراک بالکنہ ہو تو احاطہ کا انتفاء ادراک بالکنہ کا انتفا ہے اور دوسرا امر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام واقعیات کو محیط نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے کمالات واقعیات میں سے ہیں اور آپ نے اپنے علم کو ان کے لئے اس کو غیر محیط فرمایا ہے۔

رویت حق کا ممتنع ہونا دنیا میں اور ادراک بالکنہ کا آخرت میں بھی

۲۴- **حدیث:** حق تعالیٰ کے (سامنے) ستر حجاب ہیں نور کے اگر وہ ان کو کھول دیں تو ان کی ذات کے انوار تمام ان چیزوں کو جلا ڈالیں جن کو ان کی بصر ادراک کرتی ہے (اور ظاہر ہے کہ ان کے ادراک بصر سے کوئی چیز خارج نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ تمام چیزوں کو جلا ڈالیں)۔

میں کہتا ہوں کہ مسلم کی ایک روایت میں بجائے (النور کے) النار ہے (یعنی ان کا حجاب نار ہے اسی نور کو باعتبار تاثیر احراق کے نار فرما دیا) اور کنز العمال میں بروایت کبیر طبرانی کے ابن عمر اور سہل بن سعد کے وظلمۃ کے بعد یہ اور زیادہ ہے کہ کوئی جان ایسی نہیں جو ان حجابوں کی آہٹ کو سن لے کہ فوراً نہ نکل جائے۔

---

(۲۴) روایت کیا اس کو ابو الشیخ ابن حبان نے کتاب العظمۃ میں ابو ہریرہؓ کی حدیث سے کہ حق تعالیٰ کے اور ان ملائکہ کے درمیان میں جو کہ عرش کے حوالی ہیں ستر حجاب نور کے ہیں اور اس کے اسناد ضعیف ہیں اور اسی کتاب میں حضرت انسؓ کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اپنے رب کو دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان میں ستر حجاب ہیں نور اور ظلمت کے اور طبرانی کے اکبر میں سہل بن سعد کی روایت سے ہے کہ حق تعالیٰ کے آگے ہزار حجاب ہیں نور اور ظلمت کے اور مسلم میں ابو موسیٰ کی روایت سے ہے کہ ان کا حجاب نور ہے اگر وہ ان کو کھول دیں تو ان کی ذات کے انوار تمام ان مخلوقات کو جلا ڈالیں جن تک ان کی بصر پہنچتی ہے (اور ظاہر ہے کہ ان کی بصر کی رسائی سے کوئی مخلوق خارج نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق کو جلا ڈالیں) اور ابن ماجہ میں ادرکہ بصرہ ہے (جیسا سب سے اول روایت میں تھا)

فائدہ: اس حدیث میں اثبات ہے حجابوں کا بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان میں اور لفظ حجاب کا اطلاق صوفیہ کی زبانوں پر کثرت سے شائع ہے نیز اس حدیث میں رویت حق کا ممتنع ہونا مذکور ہے فی الحال تو علی الاطلاق اور فی المال (یعنی آخرت میں) حجاب کبریا کے مرتفع ہو جانے سے جس کا حاصل ادراک بالکنہ ہے (دلالت علی الامتناع اس طرح سے ہے کہ کشف حجاب کو جو کہ مقدمہ ہے رویت کا مستلزم انعدام مدرک فرمایا اور انعدام میں رویت ممتنع ہے)۔

احوال قلبیہ کا غیر اختیاری ہونا

۲۵- **حدیث:** بندہ کا دل حق تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں بعض احوال قلبیہ کا مطلقاً غیر اختیاری ہونا اور بعض کا اختیار مستقل کے اعتبار سے غیر اختیاری ہونا مذکور ہے (اور انگلیوں کے معنی کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے)۔

کائنات کا مظاہر تجلیات ہونا

۲۶- **حدیث:** حجر اسود (گویا) حق تعالیٰ کا دست مبارک ہے دنیا میں۔

فائدہ: اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ بعض کائنات معظمہ بعض تجلیات الٰہیہ کے مظاہر ہوتے ہیں اور اسی مظہریت کی بنا پر حجر اسود کو دست مبارک مجازاً فرمایا گیا (اس سے زیادہ گفتگو اس مضمون میں نہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ مذکورہ در حدیث بالا

۲۷- **حدیث:** میں حق تعالیٰ کا دم مبارک یمن کی طرف سے پاتا ہوں۔

فائدہ: اس میں بھی وہی مسئلہ مذکور ہے جو اس کے قبل کی حدیث میں تھا اس حیثیت سے کہ بعض کاملین کی برکات خاصہ کو رحمٰن کا دم مبارک فرمایا اسی تجلی خاص کی مظہریت) کی بنا پر۔

---

(۲۵) ذکر کیا اس کو مسلم نے عبداللہ بن عمرو کی روایت سے۔ (۲۶) حاکم نے مع تصحیح اس کو عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے نقل کیا اور کتاب الحج میں ابن عباسؓ کی روایت سے یہ اور زیادہ کیا کہ اس سے اپنی مخلوق کے ساتھ مصافحہ فرمائیں گے۔ (۲۷) (احمد نے ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس حدیث میں نقل کیا ہے جس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہارے رب کا دم مبارک یمن کی طرف سے پاتا ہوں اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

شعور جمادات

۲۸- حدیث: سنگریزوں کی تسبیح کی حدیث۔

فائدہ: اس میں جمادات کے ذی شعور ہونے کا اثبات ہے اور اہل کشف کے نزدیک تو یہ منجملہ محسوسات کے ہے۔

تدقیق در طریق

۲۹- حدیث: شرک میری امت میں (یعنی) بعض میں صاف چٹان پر چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ خفی ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث میں وہ امر مذکور ہے جو اہل ارشاد و سالکان طریقت کو جتلاتے رہتے ہیں یعنی اعمال باطنہ میں تدقیق (وکاوش) اور اہل ظاہر اس کو غلو اور تشدد شمار کرتے ہیں (اور اس وجہ سے اہل طریق پر انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کا ایک درجہ ایسا خفی ارشاد فرمایا اور ظاہر ہے کہ مقصود اس تنبیہ سے اہتمام تحرز ہے یہ تدقیق نہیں تو کیا ہے مگر تعمق نہیں ہے)۔

کتاب الصلوٰۃ

قرب خاص کے علاوہ قرب علمی کا ہونا

۳۰- حدیث: سب سے زیادہ قرب کی حالت جو بندہ کو اللہ سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سجدہ میں ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ اہل طاعت کے قرب کی حقیقت قرب علمی کے سوا ہے کیونکہ قرب علمی تو اہل عبادت کے ساتھ خاص نہیں (اور یہاں ساجد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے) اور یہ وہ قرب خاص ہے جس کی تحصیل کا امر کیا گیا ہے۔

---

(۲۸) اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابوذر کی روایت سے ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ صالح بن ابی الاخضر حافظ نہیں ہے اور محفوظ بنی سلیم کے ایک شخص غیر معلوم الاسم کی روایت ہے (۲۹) ذکر کیا اس کو ابو یعلی اور ابن عدی نے اور ابن حبان نے ضعفاء میں ابوبکر کی روایت سے اور احمد اور طبرانی نے اسی کے قریب ابو موسیٰ کی روایت سے نقل کیا ہے۔

(۳۰) روایت کیا اس کو مسلم نے ابو ہریرہؓ کی روایت سے۔

نماز میں مذمومات نفس کا تعین

۳۱- حدیث: جو شخص ایسی دو رکعتیں پڑھے جن میں اپنے نفس سے کسی قسم کی دنیا کی باتیں نہ کرے اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں یہ مسئلہ ہے کہ جو حدیث النفس کمال صلوٰۃ میں مخل ہے وہ وہ ہے جو قصد و اختیار سے ہو جیسا کہ یحدث کا لفظ اس پر دال ہے کیونکہ تحدیث اور ہے اور تحدث اور (اور حدیث میں تحدث آیا ہے) پھر وہ (حدیث النفس اختیاری) بھی علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ وہ (مذموم ہے) جو دنیا کی قبیل سے ہو اور جو غیر یعنی دین ہے وہ مذموم نہیں لیکن یہ (مذموم نہ ہونا) ضروری کے ساتھ خاص ہے اور اسی سے اس اشکال کا جواب نکل آیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر وارد کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے لشکر کی تیاری کیا کرتا ہوں اور نماز کی حالت میں ہوتا ہوں (حاصل جواب یہی ہے کہ یہ حدیث النفس گو اختیاری ہو مگر دین اور ضروری ہے) باقی جو غیر ضروری ہو اس کی نفی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضو اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی ہی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ان دو رکعتوں پر اپنے قلب سے متوجہ رہے (اور یہ نفی) اس لئے ہوتی ہے) کہ توجہ الی الصلوٰۃ توجہ الی غیر الصلوٰۃ کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور اس ضروری (دینی حدیث النفس) کے جائز رکھنے کی طرف میری رائے کی رسائی ہوئی ہے جس کو من الدنیا اور الا بخیر سے اخذ کیا ہے جو اس حدیث میں ہے۔ دوسرے محققین سے بھی رجوع کر لیا جائے۔

نماز میں خشوع اور نماز کے بعد دعا

۳۲- حدیث: نماز تو ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت اور دعا اور تضرع۔

---

(۳۱) روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے صلہ بن اشیم کی حدیث سے مرسلاً اور یہ حدیث صحیحین میں حضرت عثمانؓ کی روایت سے اول میں زیادت کیساتھ ہے اور اس میں بشئی من الدنیا نہیں ہے اور طبرانی نے اوسط میں الا بخیر بڑھایا ہے۔

(۳۲) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور نسائی نے اس کے قریب قریب فضل بن عباس کی حدیث سے باسناد مضطرب اور پوری حدیث (احیاء میں) اس طرح ہے کہ نماز صرف ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت اور تواضع اور تضرع اور رقت قلب اور اظہار ندامت اور یہ کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللھم اللھم کہو (یعنی دعا کرو) جو شخص ایسا نہ کرے اس کی نماز ادھوری ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تقنع یدیک الخ کو ترغیب میں بھی ترمذی اور نسائی اور صحیح ابن خزیمہ سے نقل کیا ہے یعنی دونوں ہاتھ پروردگار سے دعا کرنے کے لئے اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیوں کا رخ چہرے کی طرف رہے اور یا رب یا رب کہو اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے اور اس کے ترک کو جو موجب نقصان فرمایا گیا ہے۔ یہ نقصان فضیلت میں ہے نہ کہ صحت (نماز) میں۔

فائدہ: دو چیزوں پر اس سے دلالت ہوئی ایک خشوع کا نماز میں مطلوب ہونا دوسرے نماز کے بعد دعا کا مشروع ہونا جیسا صلحاء اور نمازیوں میں معتاد ہے کیونکہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نماز کے اندر تو ہو نہیں سکتا۔

طریقہ تکمیل نماز

۴۳- حدیث: جب تم نماز پڑھو تو اس شخص کی سی نماز پڑھو جو دنیا کو چھوڑنے والا ہو (اور اس وجہ سے اس نماز کو آخری نماز سمجھنے والا ہو)۔

فائدہ: اس حدیث میں تعلیم ہے طریقہ تکمیل نماز کی اس مراقبہ سے کہ یہ احتمال رکھے کہ شاید یہ آخری نماز ہو اور یہ طریق عجیب ہے جو تجربہ کرے گا مشاہدہ کر لے گا۔

ولولہ و عشق

۴۴- حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ سے باتیں کرتے مگر جب نماز کا وقت آ جاتا تو آپ کی یہ حالت ہو جاتی گویا نہ آپ ہم کو پہچانتے ہوں اور نہ ہم آپ کو۔

فائدہ: یہ وہی از خود رفتگی اور عشق ہے جس کے اکثر اہل ظاہر منکر ہیں (اور صوفیہ اس کے قائل ہیں)

---

(۴۳) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابو ایوب کی حدیث سے اور حاکم نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا اور بیہقی نے زہد میں ابن عمرؓ کی حدیث سے روایت کیا اور انسؓ کی حدیث سے اس کے قریب قریب۔ (۴۴) ازدی نے ضعفاء میں سوید بن غفلہ کی حدیث سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سنتے تھے تو یہ حالت ہو جاتی کہ گویا آپ کسی کو بھی نہیں پہچانتے۔

احضار قلب کا شرط قبول ہونا

۳۵- حدیث: اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی طرف نظر بھی نہیں فرماتے جس میں آدمی اپنے قلب کو اپنے بدن کے ساتھ حاضر نہ کرے۔

فائدہ: اس میں صریح دلالت ہے اس پر کہ قلب کا حاضر رکھنا جو کہ فعل اختیاری ہے شرط ہے قبول اطاعت کی نہ کہ قلب کا حاضر رہنا جو کہ امر غیر اختیاری ہے (اور احضار کا شرط نہ کہنا تفریط ہے اور حضور کا شرط کہنا افراط ہے)۔

اصلاح باطن کا اصلاح ظاہر کے لئے مستلزم ہونا

۳۶- حدیث: آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی سے شغل کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا قلب خشوع والا ہوتا تو اس کے جوارح بھی خشوع والے ہوتے۔

فائدہ: اس میں اس پر دلالت ہے کہ باطن کا دعویٰ کرنا کذب ہے جبکہ ظاہری حالت اس کے خلاف ہو (بلکہ باطن جب درست ہوگا ظاہر ضرور ہی درست ہوگا)۔

قطع اسباب مشوشہ

۳۷- حدیث: جس میں ممانعت ہے نماز پڑھنے سے ایسے شخص کے جس پر پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے اہل طریق کے اس معمول کی کہ وہ اسباب مشوشہ قلب کو قطع کرتے رہتے ہیں۔

---

(۳۵) میں نے اس حدیث کو ان لفظوں سے نہیں پایا اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں عثمان بن ابی دہرش کی روایت سے مرسلاً یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے کوئی عمل قبول نہیں فرماتے یہاں تک کہ اس کا قلب اس کے بدن کے ساتھ حاضر ہو اور اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابی بن کعب کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کے اسناد ضعیف ہیں۔ (۳۶) اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ابو ہریرہؓ سے سند ضعیف سے روایت کیا ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ سعید بن المسیب کا قول ہے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور اس کی سند میں ایک ایسا شخص ہے جس کا نام نہیں بتایا گیا۔ (۳۷) اس قول تک کہ مسلم نے حدیث عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ کھانے کے سامنے آنے پر نماز نہیں اور نہ ایسی حالت میں کہ پیشاب پاخانہ اس سے کشاکشی کرتے ہوں۔

غیرت

۳۸- حدیث: یہ روایت کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک باغ میں نماز پڑھی جس میں ایک درخت تھا اس درخت میں ان کو ایک پرندہ کا پر خوشنما معلوم ہوا پوری حدیث سہو فی الصلوٰۃ ان کے اس باغ کو تصدق کر دینے کے باب میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حال غیرت کی اصل ہے یعنی ایسی چیز کو اپنے سے جدا کر دینا جو کہ محبوب اور مطلوب سے مانع ہو (جیسا ان صحابی کو باغ کی طرف توجہ ہونے سے نماز میں سہو ہوا انہوں نے اس کو اپنی ملک سے خارج کر دیا)۔

۳۹- حدیث: اے بلال ہم کو راحت دے۔

فائدہ: اس حدیث کے دو محل ہیں ایک راحت دنیا نماز میں اور اس کے مقدمات میں مشغول ہونے کے ساتھ اور دوسرا راحت دنیا نماز سے فارغ ہونے کے ساتھ پہلی راحت لقاء کی ہے اور دوسری راحت رضا کی ہے (اور دونوں مطلوب ہیں) باقی یہ راحت کہ بوجھ اتر گیا یہ خط ہے مجوبین کا اور اس راحت کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مشغولی سے راحت نہیں پاتے جیسے وہ لوگ افطار سے خوش ہوتے ہیں روزے سے خوش نہیں ہوتے بخلاف حال واصلین کے ان کو روزہ سے بھی ایک فرحت ہوتی ہے (فرحت لقاء) اور افطار سے دوسری فرحت ہوتی ہے (فرحت رضا)

اللہ سے حیاء اور اس کا طریق

۴۰- حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ سے حیا کرنا کیسے ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اس سے ایسی حیا کرو جیسے اپنی قوم کے مرد صالح سے کرتے ہو۔

فائدہ: اس میں آسان طریقے کی تعلیم ہے حیاء کی جو کہ مانع ہے معصیت سے اس

---

(۳۸) امام مالک نے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ ابوطلحہ انصاری نے الخ پھر اسی طرح ذکر کیا (جیسا اوپر گزرا)
(۳۹) دار قطنی نے علل میں حدیث بلال سے روایت کیا اور ابوداؤد نے اس کے قریب باسناد صحیح ایک ایسے صحابی کی حدیث سے روایت کیا جن کا نام نہیں لیا گیا۔ (۴۰) خرائطی نے مکارم اخلاق میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب میں حدیث سعید بن زید سے مرسلاً روایت کیا اسی کے قریب اور بیہقی نے سند میں ابن عمرؓ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا اور علل میں دار قطنی نے ابن عمرؓ سے ان ہی کا قول روایت کیا اور یہ بھی کہا کہ یہ صواب کے مشابہ تر ہے بوجہ اس کے کہ سعید بن زید کی حدیث سے وارد ہوا ہے جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

طور پر کہ اس امر کو مستحضر رکھا جائے کہ اگر مجھ کو فلاں بزرگ میری قوم کا دیکھتا ہوتا تو میں معصیت پر کبھی اقدام نہ کرتا تو حق تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

عدم تحدید صلوٰۃ اللیل

۴۱- **حدیث:** وتر (یعنی صلوٰۃ اللیل جس میں تہجد اور وتر دونوں آ گئے) سترہ رکعت ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ صلوٰۃ اللیل دس یا بارہ رکعت کے ساتھ محدود نہیں پس اس عادت پر انکار نہ کیا جائے گا کہ بعض مشائخ شب میں سو رکعت یا زیادہ پڑھتے تھے (اور یہ زیادت تحدیدات پر زیادت نہیں ہے اور یہ فرق سمجھنا اکثر مواقع پر مجتہدین ہی کا کام ہے)۔

حقیروں سے استفادہ

۴۲- **حدیث:** اگر شیر خوار بچے نہ ہوتے اور کوزہ پشت بوڑھے نہ ہوتے۔

فائدہ: اس میں خود بینی کی جڑ قطع کر دی گئی ہے اس طرح سے کہ ایسے لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جائے جو حقیر سمجھے جاتے ہیں

عمل میں مداومت

۴۳- **حدیث:** سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو وہ عمل ہے جو دائم ہو گو قلیل ہی ہو۔

فائدہ: اور یہ وہ مسئلہ ہے جس میں اہل طریق میں سے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہیں۔

وبال ترک معمولات

۴۴- **حدیث:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو شخص کوئی عبادت

---

(۴۱) ابن مبارک نے طاؤس کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ آپ شب میں سترہ رکعت پڑھتے تھے (تہجد و وتر کی)

(۴۲) اس کو بیہقی نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور ضعیف بھی کہا ہے اور پوری حدیث یہ ہے اور چرنے والے بہائم نہ ہوتے تو تم پر عذاب بارش کی طرح برستا۔

(۴۳) اس کو بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

شروع کرے پھر اس کو اکتا کر چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مبغوض رکھتا ہے۔

فائدہ: مبغوضیت کے درجات ہیں ادنیٰ درجہ محبت خاصہ سے محروم ہو جانا ہے اور اگر معنی متبادر ہی مراد لئے جائیں (یعنی نفرت وعداوت) تو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس (درجہ متبادرہ) کی طرف اکثر مفضی ہو جاتا ہے اور اہل طریق میں اہل بصیرت واہل تجربہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اعراض کی ایک ابتدا ہے اور وہ ترک ہے اور ایک انتہا ہے اور وہ بندہ کا بغض کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو موجب ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے بغض کو بندہ کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے تنزل سے بعد ترقی کے پس (اس تقریر کے بعد) یہ اعتراض واقع نہیں ہوتا کہ اس سے مستحب کا واجب ہونا لازم آتا ہے اور ملالت کی جو قید لگائی یہ احتراز ہے عذر سے (کیونکہ عذر سے ترک کرنا اس کے لئے بلکہ نقص اجر کے لئے بھی موجب نہیں)۔

کتاب الزکوٰۃ

معاد اور معاش ضروری کے درمیان مزاحمت نہیں ہے

۴۵- **حدیث:** حلال روزی کا تلاش کرنا فرض ہے۔ بعد (دینی) فرائض کے

فائدہ: اس میں دلالت ہے اس پر کہ معاد میں مشغول ہونا مانع نہیں ہے ضروری معاش میں مشغول ہونے سے جیسا اہل غلو سمجھتے ہیں (بلکہ معاد میں اعانت وتقویت کا سبب ہوتا ہے)۔

حقوق عباد خصوصاً مشائخ کے حقوق کی تاکید

۴۶- **حدیث:** جو شخص آدمیوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ حق تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا حقوق خلائق کو ضعیف نہیں کرتا بلکہ اس کو مؤکد کرتا ہے خصوصاً ایسے بندوں کے حقوق کو جو کہ

---

(۴۴) ابن السنی نے اس کو ریاض المتعبدین میں حضرت عائشہؓ پر موقوفاً روایت کیا ہے۔

(۴۵) اس کو طبرانی نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے ابن مسعود کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا۔

(۴۶) اس کو ترمذی نے ابو سعید کی حدیث سے روایت کیا اور تحسین کی اور ابوداؤد اور ابن حبان نے اس کے قریب قریب ابو ہریرہؓ کی حدیث سے روایت کیا اور اس کو حسن صحیح کہا۔

وصول الی الحق میں معین ہوتے ہیں جیسے مشائخ (وہادین) اوران حضرات کے حقوق یعنی ان کی اطاعت وتعظیم کے مؤکد ہونے پر علاوہ اس حدیث کے اور مستقل دلائل بھی ہیں۔

۴۷- **حدیث:** جو شخص تمہارے ساتھ کوئی احسان کرے تم اس کی مکافات کرو۔

فائدہ: اس میں بھی وہی مضمون ہے جو اس سے پہلی حدیث میں تھا (یعنی شکریہ محسن)

عدم تنافی درمیان توکل واذخار ضروری

۴۸- **حدیث:** آپ نے اپنے عیال کے لئے ایک سال کا غلہ جمع فرمایا۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ کسی مصلحت سے (بقدر ضرورت) ذخیرہ رکھ لینا نہ توکل کے منافی ہے اور نہ کمال توکل کے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں پھر وہ مصلحت عام ہے خواہ عیال کی مصلحت ہو خواہ نفس کی مصلحت ہو یعنی تحصیل اطمینان وازالہ تشویش کیونکہ طبائع فطرتاً مختلف ہوتی ہیں بعضوں کو یکسوئی بدوں اسباب یکسوئی کے میسر نہیں ہوتی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ فرمالینا ایسے لوگوں پر رحمت اور شفقت تھی باوجودیکہ آپ کو یکسوئی میں اسباب کی حاجت نہ تھی خوب سمجھ لو۔

تعمیم حسن معاشرہ

۴۹- **حدیث:** جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔

فائدہ: اس میں اس عادت کی دلیل ہے جو اہل طریق کا معمول ہے کہ ہر شخص کے ساتھ (بلا تخصیص نیک وبد کے) ایسی حسن معاشرت کا معاملہ کرتے ہیں جو اس کے مرتبہ کے مناسب ہے۔

---

(۴۷) اس کو ابوداؤد اور نسائی نے ابن عمر کی حدیث سے باسناد صحیح لفظ من صنع سے روایت کیا ہے (بجائے اسدی کے اور حاصل دونوں کا ایک ہی ہے) اور پوری حدیث یہ ہے کہ اگر تم کو (مکافات کرنے کی) استطاعت نہ ہو تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تم کو یہ معلوم ہونے لگے کہ تم نے اس کی مکافات کر دی۔

(۴۸) اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عمرؓ کی حدیث سے روایت کیا کہ آپ اپنے اہل کا سال بھر کا خرچ جدا رکھ لیتے تھے۔

(۴۹) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابن عمر کی حدیث سے اور ابوداؤد نے مراسیل میں شعبی کی حدیث سے بسند صحیح روایت کیا اور کہا کہ یہ متصلاً بھی روایت کیا گیا ہے مگر ضعیف ہے اور حاکم نے اس کے قریب قریب معبد بن خالد انصاری کی حدیث سے نقل کیا جس کو انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا اور اس کے اسناد کی تصحیح کی۔

کتاب الصوم

عدم استحقار صغائر

۵۰- حدیث: نظر (بد) ایک زہر آلود تیر ہے ابلیس کے تیروں میں سے۔

فائدہ: اس میں دلالت ہے کہ صغیرہ گناہوں کو سرسری نہ سمجھے کبھی اس کا مفسدہ کبائر سے بھی بڑھ جاتا ہے (گو وہ ذات خاص ہی کی طرف راجع ہو اور کبیرہ جو مفسدہ میں قوی ہوتا ہے وہ مفسدہ عامہ ہے) بالخصوص نظر جو شہوت سے ناشی ہو یا اس سے شہوت ناشی ہو فی الحال یا فی المال (بسبیل احتمال) اور اس کی وہی حالت ہے جس کو بعض اہل تجربہ نے فارسی (شعر) میں ظاہر کیا ہے۔

درون سینہ من زخم بے نشاں زدہ　　　بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

میرے سینے میں تو نے ایک بے نشان زخم پیدا کر دیا ہے، میں حیرت میں ہوں کہ تو نے بغیر کمان کے عجب تیر مارا ہے۔

کتاب الحج

اتباع معاملات حق مع عبد

۵۱- حدیث: جس کو کسی چیز میں رزق ملتا ہو اس کو چاہئے کہ اس میں لگا رہے اور جس کی معاش کسی چیز میں ہو گئی ہو اس سے منتقل نہ ہو یہاں تک کہ اس میں خود تغیر ہو جائے۔

فائدہ: (اہل طریق نے) اسی پر تمام معاملات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے ساتھ واقع ہوتے ہیں قیاس کیا ہے جن کی معرفت بصیرت و فراست و خصوصیات واقعات سے ہو جاتی ہے (اس معرفت کے بعد وہ ان میں تغیر و تبدل از خود نہیں

---

(۵۰) اس کو حاکم نے حذیفہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کے اسناد کی تصحیح کی۔

(۵۱) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے انس کی حدیث سے بسند حسن جملہ اولیٰ کے ساتھ اور عائشہ کی حدیث سے ایسی سند کے ساتھ جس میں جہالت ہے اس لفظ سے کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کا رزق کسی خاص ذریعہ سے مسبب فرما دے اس کو چھوڑنا نہ چاہئے جب تک کہ اس میں تغیر یا ناموافقت نہ ہو جائے۔

4 کرتے) اور یہ امر قوم کے نزدیک مثل بدیہیات کے بلکہ مثل محسوسات کے ہے جس کی وہ اپنے احوال میں رعایت رکھتے ہیں۔

زیارت قبر نبویؐ

۵۲- حدیث: جو شخص میری زیارت میری وفات کے بعد کرے اس نے گویا میری زیارت میری حیات میں کی۔

۵۳- حدیث: جو شخص میری زیارت کرنے کے لئے آئے اور اس کا مقصود بجز میری زیارت کے اور کچھ نہ ہو اللہ تعالیٰ پر حق ہوگا کہ میں اس کا شفیع بنوں۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں کا مدلول ظاہر ہے اور یہ زیارت (قبر نبوی) مستحبات میں اوروں سے مؤکد ہے خصوصاً عشاق کے نزدیک اور لاتشد الرحال والی حدیث ان اعمال میں ہے جن کا دوسروں سے افضل ہونا منقول نہیں کیونکہ ایسے اعمال کی افضلیت کا محض رائے سے اعتقاد کر لینا بدعت ہے۔

صالحین کی وضع اختیار کرنا

۵۴- حدیث: جو شخص کسی قوم کی شباہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔

فائدہ: یہ عام ہے تشبہ محمود اور مذموم دونوں کو اور یہ اصل ہے صلحاء کی وضع اختیار کرنے کی بہ نیت برکت کے نہ بہ نیت دعویٰ کمال غیر حاصل و شہرت کے۔

۵۵- حدیث: اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کیلئے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ آپکو اس شخص کا سلام پہنچاتا ہے جو آپ پر آپکی امت میں سے سلام بھیجے۔

فائدہ: اور چونکہ یہ امر غیر مدرک بالقیاس ہے اس لئے غیر منصوص کی طرف متعدی نہ ہوگا پس دوسرے اولیاء و مقبولین کے خطاب کا اذن نہ دیا جائے گا خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں کیونکہ ایسی نص ان کے باب میں نہیں آئی اور ایسے امور میں محض امکان کافی نہیں۔

---

(۵۲) روایت کیا اس کو دار قطنی نے ابن عمر کی حدیث سے۔ (۵۳) روایت کیا اس کو طبرانی نے ابن عمر کی حدیث سے اور ابن السکن نے اس کی تصحیح کی۔ (۵۴) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابن عمرؓ کی حدیث سے بسند صحیح۔

(۵۵) روایت کیا اس کو نسائی اور ابن حبان اور حاکم نے ابن مسعود کی حدیث سے اس لفظ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے ہیں میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے ہیں۔

کتاب القرآن

غلبہ ذکر میں بعض طاعات غیر واجبہ کا ترک کرنا

۵۶- حدیث: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص کو تلاوت قرآن مجھ سے دعا کرنے اور حاجت مانگنے کی فرصت نہ لینے دے میں اس کو شاکرین کا ثواب دوں گا۔

فائدہ: اس میں اصل ہے مشائخ کے اس معمول کی کہ وہ بعض مریدوں کو بعض طاعات پر محدود کر دیتے ہیں اور بعض طاعات سے روک دیتے ہیں اور مفصل تقریر اس کی رسالہ حقیقۃ الطریقہ میں حدیث بست وسوم کے تحت میں ہے۔

اصل بعض القاب صوفیہ

۵۷- حدیث: اہل قرآن اللہ والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص ہیں۔

فائدہ: اس میں اصل ہے ان القاب کی جو صوفیہ میں متعارف ہیں جیسے اہل اللہ اور خاصان خدا اور اسی قسم کے۔

ثابت کرنا ظلمت اور نور کا قلب کے لئے

۵۸- حدیث: یہ قلوب (کبھی) زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسا لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے عرض کیا گیا کہ اس کا جلا کیا ہے آپ نے فرمایا تلاوت قرآن اور موت کا یاد کرنا۔

فائدہ: اس میں اصل ہے ایسے اطلاقات کی جو قوم میں شائع ہیں جیسے ظلمۃ اور جلا قلوب کے لئے۔

---

(۵۶) اس کو ترمذی نے ابوسعید کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کو قرآن میرے ذکر یا دعا سے مشغول کر دے میں جس قدر راور سائلوں کو دیتا ہوں اس شخص کو سب سے زیادہ دوں گا اور ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے اور ابن شاہین نے اس کو مصنف کے الفاظ سے روایت کیا۔

(۵۷) روایت کیا اس کو نسائی نے سنن کبری میں اور ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث انس سے باسناد حسن۔

(۵۸) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب میں ابن عمر کی حدیث سے بسند ضعیف۔

تواجد بہ غرض محمود

۵۹- حدیث: قرآن مجید کی تلاوت کرواور روواور اگر رونہ سکوتورونے کی شکل بناؤ۔

فائدہ: اس میں اثبات ہے تواجد یعنی اہل وجد کے ساتھ تشبہ کا جبکہ غرض کسی حال محمود کا پیدا کرنا ہو نمائش مقصود نہ ہو (کہ اس کو تشبع بمالم یعط فرمایا گیا ہے)۔

ذکر جلی وخفی کی فضیلتوں کا فرق

۶۰- حدیث: بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے اور بہترین ذکر وہ ہے جو خفی ہو۔

فائدہ: یہ خیر ہونا (ذکر خفی کا) باعتبار اصل کے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہر میں کسی عارض کے سبب بھی خیریت اور افضلیت نہ ہو (اور اس عارض کو حضرات صوفیہ جانتے ہیں اور اس پر دلائل رکھتے ہیں۔

بعض احوال میں جمع خاطر کو کثرت ثواب پر ترجیح ہے

۶۱- حدیث: آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کچھ قرآن پڑھو۔ انہوں نے عرض کیا میں پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں۔

فائدہ: اس میں دلالت ہے کہ اجتماع خواطر بعض احوال میں اس درجہ مقصود ہے کہ (اس کی رعایت سے) اس طاعت پر قناعت کر لی جاتی ہے جو اجر میں کم ہے اس لئے کہ اس میں کلام نہیں کہ پڑھنے کا ثواب سننے سے زیادہ ہے۔

عبادات شاقہ کا منکر نہ ہونا

۶۲- حدیث: ابوذر کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک شب

---

(۵۹) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے باسناد جید۔

(۶۰) روایت کیا اس کو احمد اور ابن حبان نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث ہے۔

(۶۱) روایت کیا اس کو شیخین نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے۔

(۶۲) روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے بسند صحیح

اس آیت کے ساتھ قیام فرمایا اسی کو بار بار پڑھتے تھے اور وہ آیت یہ ہے ان تعذبھم الخ۔

فائدہ: اس میں اصل ہے کہ عبادات شاقہ بھی مشروع ہیں جو بکثرت اہل شوق یا اہل خشیۃ سے منقول ہیں (جس پر خشک مزاجوں کا اعتراض ہے)

مغائر شریعت علم کا ابطال اور علم وہبی کا اثبات

۶۳- **حدیث:** حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی خفیہ بات ایسی نہیں فرمائی جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی کتاب کے متعلق فہم عطا فرما دے۔

فائدہ: اس میں ابطال ہے جہلاء کے اس (بے بنیاد) زعم کا کہ وہ لوگ ایک علم باطنی منقول کا اثبات کرتے ہیں اس علم ظاہری منقول کے علاوہ اور نیز اس میں اثبات ہے علم وہبی کا جس کی حقیقت فہم صحیح ہے جو نور قلب اور کمال تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے (اور اس میں علم حدیث کی نفی نہیں مقصود حصر اضافی ہے جس سے مقصود علم مزعوم کی نفی ہے)۔

عبادت میں نشاط کی رعایت

۶۴- **حدیث:** قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارا دل لگے اور تمہارے بدن میں اثر ہو اور جب الجھنے لگو تو اس وقت گویا تم پڑھتے ہی نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ جب تم الجھنے لگو تو کھڑے ہو جاؤ۔

فائدہ: اس میں رعایت ہے نشاط کی عبادت میں اور جب اکتا جائے تو اس کو دوسرے وقت پر رکھے لیکن یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو عادت عبادت میں

---

(۶۳) اس کو نسائی نے ابو جحیفہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت علیؓ سے کہا کیا تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بجز قرآن کچھ اور شے بھی ہے انہوں نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جان کو پیدا کیا بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی کتاب کے متعلق فہم عطا فرمائے۔ الحدیث اور وہ بخاری کے نزدیک ان الفاظ سے ہے کہ کیا تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہ ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک بار یہ کہا کہ ایسی چیز جو لوگوں کے پاس نہیں۔
(۶۴) روایت کیا اس کو شیخین نے جندب بن عبداللہ بجلی کی حدیث سے لفظ ثانی (یعنی فقوموا) میں مگر اس میں ولالت لہ جلود کم نہیں ہے۔

راسخ ہو (ایسے شخص کا جب جی گھبرائے تو مؤخر کردے) باقی قبل رسوخ سو اس وقت اپنے نفس کو مقید کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ عادت میں راسخ ہو جائے (کیونکہ ابتدا میں تو تکلف ہوتا ہی ہے اگر اس وقت بھی ایسا کرنے لگے تو پھر عادت کی نوبت ہی نہ آئے)۔

کتاب الاذکار والدعوات

ذکر کی فضیلت اور ذکر قلبی ولسانی میں جمع کرنے کی فضیلت

۶۵- **حدیث:** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے اور میرے نام پر اس کے ہونٹ ملتے رہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں فضیلت ہے ذکر کی اور نیز اس میں یہ بھی ہے کہ ذکر قلبی و ذکر لسانی کو جمع کرنا (جیسا کہ مجموعہ ذکر نی اور تحرکت اس پر دال ہے) بمقابلہ خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی کے افضل ہے رہی یہ بات کہ ان دونوں (یعنی خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی) میں کون افضل ہے سو یہ ایک مستقل بحث ہے اور ظاہر روایات کا یہ ہے خالی ذکر قلبی خالی ذکر لسانی سے افضل ہے۔

ذکر فی النفس کی تفسیر اور اس کی تمثیلات میں صوفیائے کرام کا عذر

۶۶- **حدیث:** حق تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اپنے جی میں میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اپنے جی میں الحدیث۔

فائدہ: ذکر فی النفس کو ذکر فی الجماعۃ کے مقابلے میں لانا اس پر دال ہے کہ مراد ذکر فی النفس سے وہ ذکر ہے جس پر جماعت مطلع نہ ہو خواہ بالقلب ہو خواہ باللسان ہو

---

(۶۵) روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے اور حاکم نے ابو الدرداء کی حدیث سے اور حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہے۔ (۶۶) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے اور پوری حدیث یہ ہے کہ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے جماعت میں۔ میں اس کا ذکر کرتا ہوں ایسی جماعت میں کہ اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے (یعنی ملائکہ وارواح طیبہ) اور جب وہ مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باع (یعنی دونوں ہاتھ کی کشادگی اور پھیلاؤ کی قدر) نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

پس ذکر فی النفس کی تفسیر صرف ذکر بالقلب کے ساتھ کرنا (جیسا بعض نے یہ تفسیر کر کے اس سے ذکر قلبی کی افضیلت علی الاطلاق ثابت کی ہے) بلا دلیل ہے اور نیز اس میں صوفیہ کرام کا عذر ہے اس باب میں کہ وہ ذات وصفات کی تمثیلات لایا کرتے ہیں جیسا اس حدیث میں تقربت واتیت کے جملوں میں' قرب معنوی (الٰہی) کو قرب حسی کے ساتھ تمثیل دی ہے (باعا وذراعا وہرولۃ کے قیود میں)۔

حقیقت قبر

۶۷- حدیث: قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

۶۸- حدیث: مومنین کی ارواح سبز پرندوں کے قالبوں میں عرش کے نیچے معلق رہتی ہیں۔

فائدہ: مجموعہ حدیثین اس پر دلیل ہے کہ لفظ قبر جو نصوص میں وارد ہے اس کی تفسیر عالم برزخ ہے نہ یہ خاص گڑھا۔ چنانچہ مومن قبر میں ہے پھر (اسی حالت میں) وہ عرش سے بھی معلق ہے حالانکہ عرش عین حفرہ نہیں (اور اس تفسیر سے بہت سے اشکالات متعلقہ قبر رفع ہو جائیں گے)۔

بیان تفویض دعا

۶۹- حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ بندہ سب سے زیادہ جو اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اس حالت میں جب وہ سجدہ میں ہو سو (اس میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔

---

(۶۷) روایت کیا اس کو ترمذی نے ابو سعید کی حدیث سے کچھ تقدیم وتاخیر کے ساتھ اور ترمذی نے اس کو غریب کہا میں کہتا ہوں کہ اس (کی سند) میں عبید اللہ بن الولید وصافی ہیں جو ضعیف ہیں۔

(۶۸) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے کعب بن مالک کی حدیث سے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں جنت کے درختوں سے معلق رہتی ہیں اور نسائی نے اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کا نسمہ (یعنی جان گویا) ایک طائر ہے اور روایت کیا اس کو ترمذی نے اس لفظ سے کہ شہداء کی ارواح الخ اور کہا کہ حسن ہے صحیح ہے۔

(۶۹) روایت کیا اس کو مسلم نے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا ذکر کو عام ہے کیونکہ سجدہ میں جس کی کثرت مطلوب ہے وہ تسبیح ہے جو کہ ذکر ہے اور دعا کثرت سے (سجدہ میں) مطلوب نہیں جیسا کہ اس حدیث کا ظاہر ہے (اور یہ قواعد شرع سے ظاہر ہے پس (صاف) معلوم ہوا کہ تسبیح کو دعا فرما دیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ اہل تفویض (جو کہ دعا نہیں کرتے وہ) بھی اہل دعا ہیں (کیونکہ اہل ذکر تو یقیناً ہیں پس ان پر ترک دعا کا یا حرمان عن برکات الدعا کا شبہ غلط ہے)۔

مجاہدہ اضطراریہ اور اہل اللہ کے بعض شکووں کی حکمت

۷۰- حدیث: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو کسی تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ اس کے عجز وزاری کو سنیں۔

فائدہ: یہ مجاہدہ اضطراریہ (کہلاتا) ہے اور اس میں اس شکایت کی حکمت بھی مذکور ہے جو بزرگوں سے منقول ہے۔ یعنی حضرات مقبولین جو ظاہراً کبھی اظہار تکلیف کا کر دیتے ہیں گو صورتاً شکایت ہے مگر معنیٰ اظہار تضرع ہے یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ کو یہ محبوب ہے۔

عدم تحقیر عاصی باحتمال توبہ

۷۱- حدیث: اصرار کرنے والا نہیں ہے جس شخص نے استغفار کر لیا اگر چہ دن بھر میں ستر مرتبہ (معصیت کی طرف) عود کرے۔

فائدہ: اس حدیث میں استغفار کی فضیلت ہے اور یہ بھی ہے کہ کسی عاصی کو جو کہ توبہ کر چکا ہو یا اس کے توبہ کر لینے کا احتمال ہو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تائب ذم اصرار سے بری ہے اور ہر عاصی میں احتمال تائب ہونے کا ہے اور مدار ذم کا

(۷۰) روایت کیا اس کو ابو منصور دیلمی نے۔ مسند الفردوس میں حضرت انس کی حدیث سے اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس پر بلا کی بارش کرتے ہیں اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے کیونکہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور طبرانی کے نزدیک ابوامامہ کی حدیث سے یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے بندہ کی طرف جاؤ اور اس پر بلا خوب برساؤ اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور ان دونوں روایتوں کی سند ضعیف ہے۔

(۷۱) روایت کیا اس کو ابوداؤد ترمذی نے ابوبکر کی حدیث سے اور ترمذی نے اس کو غریب کہا اور اسکے اسناد قوی نہیں ہیں۔

اصرار ہی تھا پھر کیا حق رہا لوم واستحقار کا اسی لئے اہل اللہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے۔

اعتدال درمجاہدہ

۷۲- حدیث: شب کی مشقت مت جھیلو

۷۳- حدیث: عمل میں اتنا ہی بار اٹھاؤ جس قدر کہ طاقت رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ (جزا دینے سے) نہیں اکتاتے یہاں تک کہ تم ہی (عمل کرنے سے) اکتا جاؤ گے۔

۷۴- حدیث: سب سے اچھا دین (کا کام) وہ ہے جو آسان ہو۔

۷۵- حدیث: کوئی ایسا شخص نہیں جو (اعمال میں) شدت کر کے دین پر غالب ہونا چاہے (یعنی) اس کی کوشش کرے کہ دین کا کوئی عمل کسی درجہ کا مجھ سے فوت نہ ہونے پائے) مگر دین ہی اس پر غالب رہے گا (یعنی وہ اس طرح دین پر محیط نہ ہو سکے گا) پس طریق اعتدال پر چلو جو (کہ افراط وتفریط کے درمیان ہو) اور اگر اعتدال حقیقی سے عاجز ہو تو اس سے قریب قریب رہو (کذا فی حاشیۃ البخاری عن ط)

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعتدال کا قصد ہی نہ کرو بلکہ بعد قصد اعتدال کے اگر ناکامی ہو تو اس کے قرب ہی کو نعمت سمجھو اور کوتاہی سے استغفار کرتے رہو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

فائدہ: متعلقہ باحادیث چہارگانہ یہ سب حدیثیں اس پر دال ہیں کہ عمل میں سہل کو اختیار کرے (مطلق مشقت کی نفی مراد نہیں بلکہ وہ مشقت جو قابل برداشت نہ ہو) اور حکمت اس اختیار ایسر) میں چند ہیں نمبر۱ خدا تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہونا (کیونکہ اصل منشاء یسر کا رحمت ہے اور جہاں صورۃً عسر مشروع ہے معنیً وہ بھی یسر ہے) نمبر۲ خدا تعالیٰ

---

(۷۲) روایت کیا اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث انس سے سند ضعیف کے ساتھ اور جامع سفیان میں ابن مسعود پر موقوف کر کے اس طرح ہے کہ اس شب پر غالب آنے کا اہتمام مت کرو (یعنی اس فکر میں مت پڑو کہ ہم تمام شب بیداری میں گزاریں اور نیند سے مغلوب ہو کر کسی حصہ میں نہ سوئیں)

(۷۳) (روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اور اس میں تکلفوا کی جگہ اکلفوا ہے (اس کے بھی وہی معنی ہیں)۔ (۷۴) روایت کیا اس کو احمد نے محجن بن ادرع کی حدیث سے (مطلب یہ کہ قصداً ایسی مشقت میں مت پڑو جو مطلوب نہ ہو)

کی نعمت (تیسیر) کا مشاہدہ نمبر۳ دوام کی توفیق ہونا (جو کہ عمل شاق میں کم متوقع ہے۔

ترک دوام پر نکیر

۷۶- حدیث: سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو اعمال میں وہ ہے جس پر دوام ہو اگرچہ یہ (عمل) قلیل ہی ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں ایک لطیف نکیر ہے ترک دوام پر۔ (اس طرح سے کہ اس کی تحصیل کیلئے قلت عمل کو گوارا فرمالیا تو عدم دوام کے ساتھ عمل کثیر کو بھی پسند نہیں کیا گیا تو ترک دوام ایسا ناپسند ہے کہ اس کا تدارک کثرت عمل سے بھی نہیں ہوسکا)۔

ہزاری روزہ کی اصل

۷۷- حدیث: ابوہریرہ کی حدیث جو شخص رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھیں گے۔ اور وہ وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے (کوئی خاص ہبوط مراد ہے مثلاً معراج کے لئے)

فائدہ: اگر یہ مہینے آدھے تیس کے لئے جائیں اور آدھے انتیس کے تو ان روزوں کی تعداد سات سوستر ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ یہ اصل ہو اس کی جو عام لوگوں میں اور عام عابدین میں مشہور ہے کہ یہ روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے اور اس کا لقب ہزاری روزہ رکھتے ہیں اور شاید انہوں نے کسر کو سہولت کے لئے حذف کر دیا ہو اور میں نے جو اپنے بعض رسائل میں اس کی نفی کی ہے تو وہ اس اثر پر مطلع ہونے کے قبل ہے بشرطیکہ یہ اثر سند کی رو سے ثابت ہو اور مجھ کو سند کا علم نہیں۔

رمضان کی عبادت کا تمام سال پر اثر

۷۸- حدیث: انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جب جمعہ کا دن (معاصی سے) محفوظ

---

(۷۶) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے حدیث عائشہؓ سے۔ (۷۷) روایت کیا اس کو ابوموسیٰ مدینی نے کتاب فضائل اللیالی والایام میں شہر بن حوشب کی روایت سے وہ ابوہریرہؓ سے۔

رہے (ہفتہ کے) تمام ایام محفوظ رہتے ہیں اور جب رمضان کا مہینہ محفوظ رہے تو تمام سال محفوظ رہتا ہے۔ باب صلٰوۃ کے باب خامس ذکر یوم جمعہ میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں دلیل ہے اس قول کی جس کو بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ رمضان کی عبادت کو پورے سال کی عبادت وتقویٰ میں دخل ہے (یعنی اگر رمضان میں کوشش کر کے عبادت کرے تو سال بھر تک عبادت سہل ہو جاتی ہے۔

کتاب آداب الاکل (عادات)

توجیہ کلام مجازی

۷۹- **حدیث:** اللہ تعالیٰ بندہ سے قیامت کے روز فرمائیں گے اے ابن آدم میں بھوکا ہوا تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا۔

فائدہ: اس حدیث میں جواب ہے اس اعتراض کا جو صوفیہ کے اس کلام پر کیا جاتا ہے جس میں اس قسم کے مجازات وارد ہیں۔

اختیار جانب سہل

۸۰- **حدیث:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے سہل چیز کو اختیار فرمایا۔

فائدہ: اس میں وہ معمول مذکور ہے جس پر محققین قائم ہیں یعنی بلاضرورت مشقتوں میں نہ پڑنا کیونکہ یہ دو چیزیں وہ دو طریق ہیں جو مقصود تک پہنچانے میں برابر ہیں (اور طریق غیر مقصود ہے) اور غیر مقصود میں مشقت کرنا کچھ بھی مفید نہیں اور اس فائدہ کو مکرر دیکھ لو جو باب سابق کے ختم کے قریب چار حدیثوں کے متعلق گزر چکا ہے (اس میں بھی اس کے متعلق مضمون ہے)

---

(۷۸) اس کو بتمامہ ابن حبان نے ضعفا میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عائشہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور یہ ضعیف ہے۔ (۷۹) اس حدیث کو مسلم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اور اس میں یہ زیادت بھی ہے کہ بشرطیکہ وہ سہل چیز گناہ نہ ہو اور اس زیادت کو مسلم نے بعض طرق میں ذکر نہیں کیا

ریاء کی مذمت

۸۱- **حدیث:** ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے طعام (قبول کرنے) سے منع فرمایا ہے جو ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہوں۔

فائدہ: اس میں ریا و تفاخر کی جو مذمت ہے ظاہر ہے

کتاب آداب النکاح

توجیہ کلام مجازی

۸۲- **حدیث:** حق تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ کو کسی چیز میں ایسا تردد نہیں ہوتا جیسا اپنے مسلمان بندہ کی روح قبض کرنے میں تردد ہوتا ہے جیسا اپنے مسلمان بندہ کی روح قبض کرنے میں تردد ہوتا ہے (کیونکہ) اس کو موت ناگوار ہے (سواس کا مقتضا تو یہ ہے کہ اس کو موت نہ دوں) اور بہت سی حکمتوں سے) موت بھی اس کیلئے ضروری ہے (اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس کو موت دوں یہ سبب ہو جاتا ہے تردد کا)

فائدہ: اس سے بھی وہی امر مستفاد ہوتا ہے جو اس کتاب آداب الاکل کی سب سے پہلی حدیث میں ہے (کیونکہ) توقف کو تردد سے تعبیر فرمایا گیا)۔

احوال کا غیر مقصود ہونا

۸۳- **حدیث:** ہر عمل کرنے والے کو (ابتداء میں) ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کو (اخیر میں) سکون ہو جاتا ہے سو جس کا سکون میری سنت پر مبنی ہو وہ ہدایت پر رہا۔

فائدہ: اس میں اس پر دلالت ہے کہ (ایسے) احوال (جوش و خروش جو) نفسانی ہیں ہمیشہ نہیں رہا کرتے اور اصل مقصود عمل بالسنہ ہے نہ کہ ایسے کیفیات واحوال اور

---

(۸۲) اس کو بخاری نے ابو ہریرہ کی حدیث سے روایت کیا (اور) اس (کی روایت) میں خالد بن مخلد قطوانی منفرد ہے اور اس میں کلام کیا گیا ہے۔ (۸۳) روایت کیا اس کو احمد اور طبرانی نے عبداللہ بن عمرو کی حدیث سے اور ترمذی کے نزدیک بھی اسی کے قریب قریب ہے ابو ہریرہ کی حدیث سے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

اہل طریق نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مجاہدہ اضطراریہ

۸۴- **حدیث:** جب بندہ کے گناہ کثرت سے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی فکر میں مبتلا کر دیتے ہیں تا کہ ان گناہوں کا کفارہ کر دیں۔

فائدہ: اس میں وہ مضمون ہے جس کی اہل طریق تصریح کرتے ہیں یعنی حزن کے منافع اور یہ مجاہدات اضطراریہ سے ہے۔

محض محبت کی خاطر ہدیہ دینا

۸۵- **حدیث:** آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو باہم محبت بڑھ جائیگی۔

فائدہ: اس میں اس عادت پر دلالت ہے جس پر اہل طریق عامل ہیں یعنی ہدیہ دینے کا اہتمام خالص محبت کے سبب جو کہ دوسرے لوگوں میں نہیں پایا جاتا کیونکہ دوسروں کے ہدیہ میں کچھ نہ کچھ غرض ہوتی ہے۔

کتاب آداب الکسب والمعاش

کسب میں اعتدال کے ساتھ توکل

۸۶- **حدیث:** آپ نے پرندوں کا ذکر (اس طرح) فرمایا کہ (اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیں جو صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔

فائدہ: اس میں صراحۃً توکل کی تعلیم ہے اور اشارۃً سعی فی کسب المعاش میں اعتدال کی ترغیب ہے کیونکہ (پرندوں کی) یہ آمد ورفت صبح وشام کی یہ بھی سعی ہے (طلب معاش میں)

---

(۸۴) روایت کیا اس کو احمد نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مگر اس میں (ہم کی جگہ) بالحزن ہے (یعنی غم میں مبتلا کر دیتے ہیں) اس میں لیث بن ابی سلیم ہے جو مختلف فیہ ہے۔ (۸۵) روایت کیا اس کو بخاری نے کتاب ادب المفرد میں اور بیہقی نے حدیث ابی ہریرہ سے سند جید کیساتھ۔ (۸۶) روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عمر کی حدیث سے ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

نرمی

۸۷- **حدیث**: اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحمت فرمائے جو بیع میں نرم ہو خریدنے میں نرم ہو دوسرے کا حق دینے میں نرم ہو اپنا حق لینے میں نرم ہو۔

فائدہ: اس میں نرمی کی اور معاملہ میں سہولت کی تعلیم ہے ظاہر ہے باستثناء اس موقع کے جہاں سختی کا حکم ہے۔

کتاب الحلال و الحرام

اصلِ چلہ

۸۸- **حدیث**: ابونعیم نے حلیہ میں ابوایوب کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ جو شخص چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اختیار کرے حکمت (وعلم) کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر ظاہر ہونے لگتے ہیں اور ابن عدی کے پاس اس کے قریب قریب ہے ابوموسیٰ کی حدیث سے اور انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے چلہ کی (کیونکہ اس کا حاصل بھی چالیس روز تک اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا ہے) اور برکات ہیں چلہ کے اور اثبات ہے علم لدنی کا کیونکہ جس علم کا اس میں ذکر ہے بلا واسطہ کسب وہ ثمرہ عمل و اخلاص کا ہے)

معیار تقویٰ

۸۹- **حدیث**: جو چیز تم کو کھٹکے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو تم کو کھٹکے نہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں تقویٰ کا معیار عظیم ہے (جو شخص کھٹک کی چیز کو چھوڑ دے گا وہ کبھی حرام میں واقع ہو ہی نہیں سکتا۔

---

(۸۷) روایت کیا اس کو بخاری نے حضرت جابر کی حدیث سے۔ (۸۹) روایت کیا اس کو نسائی اور ترمذی اور حاکم نے حسن بن علی کی حدیث سے اور ترمذی و حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی۔

دعوت قبول کرنے کو کسی شرط مباح سے مشروط کرنا

۹۰- حدیث: ایک فارس کے رہنے والے شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی آپ نے فرمایا میں اور عائشہ دونوں چلیں گے آخر حدیث تک۔

فائدہ: اس میں اس پر دلالت ہے کہ اگر دعوت کی منظوری کو کسی جائز شرط سے مشروط کرلے تو یہ امر نہ حق مسلم کے منافی ہے اور نہ حسن اخلاق کے (جیسا آپ نے یہ شرط لگائی کہ اگر حضرت عائشہ کی بھی دعوت کرو تو میں بھی منظور کرتا ہوں اور اس کا منظور نہ کرنا شاید اس وجہ سے ہو کہ کھانا ایک ہی کو کافی ہوگا اس نے چاہا ہو کہ حضور شکم سیر ہوکر کھالیں پھر آخراً منظور کرلینا اس خیال سے ہو کہ آپ کی تطییب قلب آپ کے شبع سے اہم ہے اور اس وقت تک حجاب نازل نہ ہوا ہوگا)

۹۱- حدیث: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

فائدہ: اس میں انسان کے مظہر حق ہونے کا مسئلہ مذکور ہے کیونکہ صورۃ حقیقتاً ظہور ہی ہے۔

۹۲- حدیث: آدمی اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے۔

فائدہ: اس میں بلیغ احتیاط کی تعلیم ہے پیر بنانے میں، جو سب دوستوں میں اعظم ہے اور دوستی کے تعلق میں سب سے ادوم ہے۔

طریقہ نصیحت

۹۳- حدیث: مومن آئینہ ہے دوسرے مومن کا (وجہ تشبیہ عنقریب آتی ہے)

---

(۹۰) اس کو مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا اور پوری حدیث یہ ہے کہ اس فارسی نے کہا کہ نہیں (یعنی حضرت عائشہ نہیں) آپ نے فرمایا کہ نہیں (یعنی میں بھی نہیں جاتا) پھر بعد میں اس نے آپ کی شرط کو منظور کرلیا پس آپ اور حضرت عائشہ دونوں آگے پیچھے ہوتے ہوئے چلے اس نے دونوں کے روبرو چربی پیش کی۔

(۹۱) روایت کیا اس کو مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے۔

(۹۲) اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور حاکم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن اور حاکم نے انشاء اللہ کے ساتھ اس کو صحیح کہا ہے اور پوری حدیث یہ ہے کہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کس سے دلی دوستی کرتا ہے۔

(۹۳) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابو ہریرہ کی حدیث سے اسناد حسن کے ساتھ۔

فائدہ: اس میں تعلیم ہے ایسے شخص کو نصیحت کرنے کے طریقہ کی جس میں کوئی عیب دیکھے وہ طریقہ یہ ہے کہ خود اس پر تو ظاہر کر دے اور دوسرے پر ظاہر نہ کرے جیسی آئینہ کی شان ہوتی ہے (کہ جب سامنے رکھو تمہارا عیب تم کو تو دکھلا دے گا مگر دوسروں سے کہتا نہ پھرے گا اور تم پر بھی اظہار ایسے طور پر نہ کرے گا جس سے تمہاری دل آزاری ہو)۔

شیخ سے معاملات جبکہ اس سے لغزش صادر ہو

۹۴- **حدیث:** بچو عالم کی لغزش سے (یعنی اس لغزش میں اس کا اتباع مت کرو) اور اس سے (اس لغزش کے سبب قطع تعلق مت کرو اور اس کے رجوع (الی الصواب) کے منتظر رہو (انتظار کی غایت یہ ہے کہ اگر وہ رجوع نہ کرے اور اسی غلطی پر اصرار رکھے تو قطع تعلق کر دو)

فائدہ: اس حدیث کے عموم میں (شیخ کے) یہ معاملات بھی آ گئے نمبر ا شیخ سے اگر کوئی لغزش ہو جائے اس سے قطع تعلق کرنے میں جلد نہ کرے نمبر ۲ اس کے ساتھ ہی اس فعل میں اس کا اتباع بھی نہ کرے (غرض نہ عقیدت میں غلو کرے کہ اس معصیت میں اتباع کرنے لگے نہ سوء عقیدت میں غلو کرے کہ فی الفور اس سے قطع کر دے) نمبر ۳ اس میں اس سے قطع تعلق کا بھی مشورہ دیا گیا ہے جبکہ وہ اس امر غیر مشروع پر اصرار کرے۔

نہی از غلو

۹۵- **حدیث:** دوستی کر اپنے دوست سے اعتدال کے ساتھ۔ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دشمن ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث میں نہی ہے معاملات میں غلو کرنے سے (اور اہل طریق میں اس کی تعلیم کا خاص اہتمام ہے)

---

(۹۴) روایت کیا اس کو بغوی نے معجم میں اور ابن عدی نے کامل میں عمرو بن عوف کی حدیث سے اور دونوں نے عمرو کو ضعیف کہا ہے۔ (۹۵) اس کو ترمذی نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے روایت کیا اور اس کو غریب کہا میں کہتا ہوں کہ اس کے رجال ثقات ہیں جو مسلم کے رجال ہیں لیکن راوی نے اس کے مرفوع ہونے میں تردد کیا ہے اور پوری حدیث یہ ہے کہ دشمنی کر اپنے دشمن سے اعتدال کے ساتھ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دوست ہو جائے۔

۹۶- **حدیث:** جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیرزن کے بزرگ داشت فرمانے کا قصہ ہے اور آپ کا یہ ارشاد کہ یہ ہمارے پاس حضرت خدیجہ کے زمانہ میں آتی تھی اور خوبی کے ساتھ نباہ کرنا ایمان کی بات ہے (اس لئے میں اس کی خاطرداری کرتا ہوں)

فائدہ: اس میں رعایت ہے حقوق واجبہ ومناسبہ کی۔

اصل عظیم حسن اخلاق

۹۷- **حدیث:** مسلمان (کامل) وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (یعنی کسی کو ناحق ایذا نہ پہنچے۔

فائدہ: اس میں حسن اخلاق کا بڑا قاعدہ مذکور ہے جس پر ہزاروں احکام متفرع ہوتے ہیں (اگر اس کا استحضار رکھا جائے کہ ہم سے کسی کو اذیت نہ پہنچے تو وہ حسن اخلاق کے ہزاروں شعبوں کو علماً وعملاً محیط ہو جائے گا)

اعزاز معززین ہر قوم

۹۸- **حدیث:** جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تم اس کا اکرام کرو اور اس کے اول میں ایک قصہ ہے جریر ابن عبداللہ کے آنے کے متعلق۔

فائدہ: یہ حدیث اپنے عموم میں دلالت کرتی ہے ہر رئیس کی مداراۃ کے مندوب ہونے پر گو وہ کافر ہو اس لئے کہ اس میں مصلحت ہے خواہ خیر پر اس کی تالیف قلب یا شر سے بچاؤ لیکن محض طمع (دنیوی) کی غرض سے نہ ہو (کہ وہ جائز نہیں)۔

وضع تہمت میں احتیاط اور اس کی حقیقت

۹۹- **حدیث:** مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ (یعنی شیطان) تمہارے قلب میں کوئی بری بات ڈال دے اور (اس لئے) آپ نے (ان دونوں صحابی سے) فرمایا تھا کہ ذرا تھم جاؤ

---

(۹۶) حاکم نے اس کو حضرت عائشہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے شرط شیخین پر اور اس میں کوئی علت نہیں۔ (۹۷) روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے ابوموسیٰ کی حدیث سے۔

(۹۸) روایت کیا اس کو حاکم نے جابر کی حدیث سے اور اس کو صحیح الاسناد کہا

(پھر فرمایا کہ) یہ بی بی (جو میرے پاس بیٹھی تھیں) صفیہ تھیں (کوئی اجنبیہ نہ تھیں)

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ ایسے شبہات کے مواقع سے بچنا چاہئے اور یہ موقعہ وہ امور ہیں جن کی ظاہری صورت بعض منکرات کی سی ہو (جیسے منکوحہ کے پاس بیٹھنا اور اجنبیہ کے پاس بیٹھنا دونوں صورت میں مشابہ ہیں ایسے مواقع پر احتیاط یا مدافعت ضروری ہے) باقی جو امور ایسے نہ ہوں (گو عوام اس میں بدنام کرتے ہوں جیسے اظہار حق میں بدنام کرنا) ان کی فکر میں پڑنا (اور عوام کے شبہات کو دور کرنے کے اہتمام میں لگنا) یہ خوف ہے ملامت سے جس کے ترک پر مدح کی گئی ہے (قال تعالیٰ لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم ایسا خوف محمود نہیں)

تطییب خاطر اور اس کی شرط

۱۰۰- حدیث: اللہ تعالیٰ کے نزدیک (من وجہ) سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل سرور کا داخل کرنا ہے مومن پر۔

فائدہ: یہ معمول صوفیہ کا مثل طبعی کے ہے اور (قواعد شرعیہ سے) اس کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ اس سرور کے داخل کرنے سے خود شرور (ومعاصی) میں دخل نہ ہو جائے جیسا ان لوگوں کا طریقہ ہے جنہوں نے اپنے مشرب کا لقب صلح کل رکھا ہے (کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر تک نہیں کرتے کہ کسی کا جی برا نہ ہو کیا ان کو قرآن پاک میں یہ حکم نظر نہیں آیا۔ ولا تاخذ کم بھما رافۃ فی دین اللہ)

معاملات کا عبادات پر مقدم ہونا

۱۰۱- حدیث: (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ) فلانی عورت

---

(۹۹) روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے صفیہ کی حدیث سے (خلاصہ واقعہ یہ ہے کہ آپ مسجد میں معتکف تھے حضرت صفیہ آپ کی بی بی آپ کی زیارت کو حاضر ہوئیں جب لوٹنے لگیں تو سامنے سے دو شخص آتے ہوئے نظر پڑے آپ نے پردہ کی وجہ سے ان دونوں سے فرمایا تھم جاؤ یعنی یہاں پردہ ہے کبھی سامنا نہ ہو جائے جب حضرت صفیہ چلی گئیں ان دونوں کو آنے کی اجازت ہوگئی اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ صفیہ تھیں۔ انہوں نے عرض کیا توبہ توبہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ پر کوئی شبہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا انی خشیت الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کا وسوسہ ڈال دینا بعید نہیں خواہ اس وسوسہ پر تم کاربند نہ ہوتے اس لئے میں نے اس کا انسداد کر دیا ہے۔

(۱۰۰) اس کو طبرانی نے صغیر اور اوسط میں ابن عمر کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے۔

دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو بیدار رہتی ہے مگر اپنے ہمسایوں کو تکلیف بھی دیتی ہے آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔

فائدہ: اس میں اسکی شناعت ہے کہ لوگوں کو ناحق ایذا دی جائے اور اس میں معاملات کا عبادت پر مقدم ہونا بھی مذکور ہے (یہ باب کس درجہ متروک ہو گیا ہے عملاً بھی تعلیماً بھی)

کتاب آداب العزلة

اصل تدوین حالات بزرگان

۱۰۲- **حدیث:** بزرگوں کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ اصل ہے بزرگوں کے حکایات جمع کرنے کی اور تبع تابعی کا قول ایسے امر میں حجۃ ہے۔

توسط در عمل

۱۰۳- **حدیث:** اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے تم ہی اکتا جاؤ گے یہ حدیث پہلے آچکی ہے۔

فائدہ: اس میں ترغیب ہے عمل میں توسط اختیار کرنے پر تاکہ مداومت ممکن ہو (کہ مداومت زیادہ مطلوب ہے بہ نسبت کثرت کے)۔

پنجشنبہ وشنبہ کے دن سفر

۱۰۴- **حدیث:** کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجز جمعرات وشنبہ کے اور دنوں میں بہت کم سفر میں تشریف لے جاتے۔

فائدہ: یہ اصل ہے اس کی جو اکثر بزرگوں کا معمول ہے کہ ان دونوں دنوں میں

---

(۱۰۱) روایت کیا اس کو احمد اور حاکم نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔
(۱۰۲) حدیث مرفوع میں اس کی کچھ اصل نہیں صرف سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ اسی طرح ابن الجوزی نے صفوۃ الصفوۃ کے مقدمہ میں روایت کیا ہے۔ (۱۰۳) (میں کہتا ہوں میں نے وہ موقع تلاش نہیں کیا بلکہ مشکوٰۃ سے شیخین کی روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال میں سے اتنا ہی اختیار کرو جس کا تحمل کر سکو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے تم ہی اکتا جاؤ گے۔ (۱۰۴) بزار نے صرف یوم الخمیس پر اکتفا کر کے اور خرائطی نے صرف یوم السبت پر اکتفا کر کے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں ضعیف الحدیث ہیں۔

سفر شروع کرتے ہیں۔ مگر خمیس زیادہ ثابت ہے چونکہ صحاح میں آیا ہے (بخاری میں اس حدیث کعب میں خمیس آیا ہے۔

کتاب السماع

صاحب وجد کا معذور ہونا

۱۰۵- حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک نوجوان بنی اسرائیل میں ایک پہاڑ پر تھا اس نے اپنی ماں سے (کہ وہ بھی وہاں ہی تھی) پوچھا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا (یہ نہیں کہ وہ جانتا نہ تھا بلکہ اپنے محبوب کا نام سننے کے لئے پوچھا کہ سننے میں اور ہی لطف ہے) اس نے کہا کہ اللہ نے (پیدا کیا اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر اس نے اپنے کو پہاڑ سے گرا دیا اور پاش پاش ہو گیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ صاحب وجد معذور ہوتا ہے اگر چہ غلبہ میں اپنے کو ہلاک بھی کر ڈالے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔

قطع اسباب تشویش

۱۰۶- حدیث: جس میں وہ قصہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ابوجہم کا کپڑا اس لئے اتار دیا کہ اس میں پھول بوٹے تھے جس نے آپ کے قلب کو مشغول کر دیا (یعنی مشغولی کے قریب کر دیا جیسا آگے آتا ہے)

فائدہ: اس میں قلب کو اسباب تشویش سے محفوظ رکھنے کا مضمون ہے۔

فراست کی اصل اور اس کا حکم

۱۰۷- حدیث: مومن کی فراست سے ڈرو (ڈرنا یہ کہ۔ پیش اہل دل نگہدارید

---

(۱۰۵) روایت کیا اس کو ابن حبان نے۔ (۱۰۶) یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو اصحاب ستہ نے جن میں بجائے ابن ماجہ کے امام مالک ہیں) بجز ترمذی کے روایت کیا ہے جیسا کہ تیسیر میں ہے اور اسی لئے کتاب الصلوٰۃ میں اس کا موقع میں نے تلاش نہیں کیا اور مالک اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ میری نظر نماز میں اس کی طرف جاتی نہیں تھی مجھ کو اندیشہ ہوا کہ مجھ کو مشغول نہ کر دے (گو اس کی نوبت نہیں آئی)۔

دل+تا نباشید از گمان بدخجل) کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے فراست کی اور وہ ایک قسم کا کشف ہے اور جماعت صوفیہ میں کوئی شاذ و نادر ہو گا جس کو اس میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نہ دیا گیا ہو اور وہ بھی مثل کشف کے حجت شرعیہ نہیں (گو غلط کم ہوتا ہے جیسے ایک شخص کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو مگر شہادت تنہا اس کی حجت نہیں)

رقص وجد و تواجد کی اصل

۱۰۸- حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی میں (کہ کون پرورش کرے) باہم اختلاف کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (سب کی اس طرح تسلی فرمائی کہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (تو یہ فرمایا کہ) تم میرے اور میں تمہارا وہ (ایک خاص ہیئت پر) رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو وہ بھی رقص کرنے لگے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور دوست ہو وہ بھی رقص کرنے لگے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے اہل وجد کے رقص کی جو فرح یا شوق (کے غلبہ) سے ہوتا ہے اگرچہ (وہ غلبہ) بے اختیاری سے نہ ہو (اس کو تواجد کہتے ہیں)

---

(۱۰۷) روایت کیا اس کو ترمذی نے ابو سعید کی حدیث سے اور اس کو غریب کہا ہے۔

(۱۰۸) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے حضرت علیؓ کی حدیث سے اسناد حسن کے ساتھ اور یہ حدیث بخاری کے پاس بھی ہے اس میں حجل نہیں ہے اور احیاء میں ہے کہ حجل رقص کو کہتے ہیں اور یہ فرح یا شوق سے ہوتا ہے میں کہتا ہوں مجھ کو یہ حدیث نہ سنن ابوداؤد میں ملی اور نہ ان کی مراسیل میں البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے باب عمرۃ القضا میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں امام احمد کے نزدیک اور اسی طرح مرسل امام باقر میں ہے کہ حضرت جعفر کھڑے ہوئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد رقص کیا اور چکر لگایا (جیسے کوئی قربان ہوتا ہو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا بات ہے انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک شے ہے جو میں نے حبشیوں کو اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی (شاہ حبشہ) جب اپنے تابعین میں کسی سے خوش ہوتا تو وہ شخص اٹھ کر نجاشی کے گرد گھومتا ہوا رقص کرتا اور حجل بفتح حاء و کسر جیم کے معنی ہیں کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہوا اور وہ ایک خاص ہیئت پر رقص ہے اور حضرت علیؓ کی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ تینوں نے ایسا ہی کیا۔ اھ اور قاموس میں حجل کے معنی ہیں ایک پاؤں اٹھالیا اور رفتار میں آہستگی کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ اچھلا (تو حاصل اس رقص کی ہیئت مخصوصہ کا یہ ہوا کہ ایک پاؤں اٹھالے اور ایک پاؤں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اچھلتے ہوئے چکر کاٹتے ہوئے چلے۔

کیونکہ ہیئت مذکورہ حدیث اختیار سے تھی) بشرطیکہ کسی غرض فاسد ریا وغیرہ سے نہ ہو۔

مباحات میں لوگوں کی موافقت

۱۰۹- حدیث: حاکم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان ہی کے اخلاق (وعادات) کے موافق برتاؤ کرو۔

فائدہ: اس میں اس کی تعلیم ہے کہ معاشرت مباحہ میں اپنے رفیقوں کے مذاق کی رعایت رکھنا چاہئے تاکہ ایک کو دوسرے سے وحشت نہ ہو۔

قواعد سے حدیث کا محل اور اس کی حکمت بھی متعین ہے اس میں موافقت صاحب وجد فی القیام بھی داخل ہوگئی لیکن قیام مولد کو اس میں داخل نہ کیا جائے وہاں غلبہ حال ہی نہیں اس لئے وجد نہیں اور التزام اعتقادی و عملی سے مباح کی قید بھی نہیں نیز اعتقاد قربت کے سبب معاشرات کی بھی قید نہیں جب قیود منتفی ہیں مقید بھی منتفی ہے اور حکم مخصوص تھا۔ مقید کے ساتھ پس حکم بھی منتفی ہوا واللہ یهدی الی الحق۔

عداوت نفس

۱۱۰- حدیث: تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیری بغل میں موجود ہے۔

فائدہ: میں کہتا ہوں لیکن یہ مضمون قرآن میں ہے کہ نفس بری بات کی بہت فرمائش کرنے والا ہے کیونکہ بری بات کی فرمائش کرنا بڑے دشمن ہی کا کام ہے اور اسی طرح حدیث میں بھی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ بڑا مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اور یہ حدیث کتاب ریاضۃ النفس میں آئے گی کیونکہ جہاد بھی دشمن ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

جہاد نفس

۱۱۱- حدیث: ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آئے۔

---

(۱۰۹) حاکم نے اس حدیث کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ (۱۱۰) روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب الزہد میں ابن عباس کی حدیث سے اور اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن غزوان ہے جو منجملہ وضاعین حدیث کے ہے (۱۱۱) روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب الزہد میں جابر کی حدیث سے اور کہا کہ ان اسناد میں ضعف ہے اور یہ پوری حدیث کتاب ریاضۃ النفس میں ہے وہ یہ کہ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا نفس کے ساتھ جہاد کرنا

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ روح المعانی میں وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ کے تحت میں ہے کہ بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جماعت غازیوں کی آئی آپ نے فرمایا تم بہت اچھا آنا آئے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے عرض کیا گیا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا بندہ کا مجاہدہ کرنا اپنی ہوائے نفسانی کے ساتھ (اور اس کی اسناد میں ایسا ضعف ہے جو ایسے مضمون میں معاف ہے)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں کے مضمون کا (کہ مجاہدہ نفس کی ترغیب ہے) مقاصد فن سے ہونا ظاہر ہے۔

دوام انتظار فیوض

۱۱۲- **حدیث:** تمہارے ایام عمر میں تمہارے پروردگار کے فیوض (وارد ہوتے) ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں دوام مراقبہ (مذکور) ہے اور اس مضمون میں کسی نے خوب کہا ہے گویا اس کا ترجمہ ہی ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی　　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

شوق ومحبت

۱۱۳- **حدیث:** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نیک بندوں کا شوق میرے ملنے کا بہت بڑھ گیا الخ

---

(۱۱۲) روایت کیا اس کو شیخین نے ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ کی حدیث سے اور یہ پہلے بھی آ چکی ہے اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ ہاں سن لو اور ان فیوض کے لئے آمادہ رہو۔ میں کہتا ہوں کہ خدا جانے عراقیؒ نے اس حدیث کو شیخین کی طرف کیسے منسوب کر دیا کیونکہ عزیزی نے اس کو طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے محمد بن مسلمہ سے اسی لفظ کے ساتھ اور اس کے ایک نسخہ میں (فتعرضوا کے بعد) لہ ہے اور ایک نسخہ میں لہا ہے (اور اس میں یہ بھی ہے) شاید تم کو ان (فیوض) میں سے کوئی فیض پہنچ جائے جس کے بعد پھر کبھی تم شقی نہ ہو۔ شیخ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس میں نفحات کے معنی میں یہ کہا ہے یعنی ایسی تجلیات جو (خدا تعالیٰ کا) مقرب بنا دیں اپنے بندوں میں جس کو چاہیں پہنچا دیں۔

(۱۱۳) میں نے اس حدیث کی اصل نہیں پائی مگر صاحب فردوس نے اس کو ابو الدرداء کی حدیث سے روایت کیا اور ان کے بیٹے نے مسند الفردوس میں اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ میں ان کے ملنے کا ان سے زیادہ مشتاق ہوں۔ میں کہتا ہوں۔ پس یہ حدیث منجملہ تعلیقات صاحب فردوس کے ہے اور اس کا مضمون صحیح حدیث میں وارد ہے وہ حدیث یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا چاہتا ہے کیونکہ شوق آثار محبت میں سے ایک اثر ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اثبات ہے بندہ کے محبّ ہونے کا بھی اور محبوب ہونیکا بھی۔

تنبیہات قلب سلیم کا معتبر ہونا

۱۱۴- **حدیث:** جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ بھلائی چاہتے ہیں تو اس کے لئے اس کے قلب میں سے ایک واعظ مقرر کردیتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے تنبیہات قلب سلیم کا معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تجلی خاص کے لئے وسعت قلب

۱۱۵- **حدیث:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ کو نہ میری زمین سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان اور مجھ کو میرے مومن بندہ کا قلب جس میں نرمی اور اطمینان (کی صفت) ہے سمو لیتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے حضرات صوفیہ کے اس قول کی کہ مومن کا قلب عرش اللہ ہے یعنی محل ہے تجلی اعظم کا جس کو وسع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

---

(۱۱۴) روایت کیا اس کو ابو منصور نے مسند الفردوس میں ام سلمہ کی حدیث سے اور اس کی اسناد جید ہے۔

(۱۱۵) میں نے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں دیکھی اور اس کے قبل جو ابو عتبہ کی حدیث طبرانی میں ہے اس میں اس قول کے بعد (و آنیة ربکم قلوب عباده الصالحین) یہ ہے (واحبها الیه الینها و ارقها) ان دونوں قول کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کے ظروف اس کے صالح بندوں کے قلوب ہیں اور سب قلوب میں اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ قلوب ہیں جو بہت نرم اور بہت رقیق ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث عتبہ کی جو اس کے قبل وارد ہے اس کی عبارت یہ ہے اور طبرانی میں عتبہ خولانی کی یہ حدیث ہے جس کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اہل زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ ظروف ہیں اور تمہارے پروردگار کے ظروف ان کے صالح بندوں کے قلوب ہیں (اور ظروف کی صفت ہے وسعت تو وسعنی قلب المومن کا مضمون ثابت ہوگیا) اور اس حدیث (کی سند) میں بقیہ بن الولید ہیں اور وہ مدلس ہیں مگر اس حدیث میں انہوں نے تحدیث کی تصریح کی ہے (اس لئے تدلیس مضر نہیں) اور مقاصد حسنہ میں اس (وسعت) کے معنی یہ کہے ہیں کہ مومن کا قلب مجھ پر ایمان لانے کو اور میری محبت و معرفت کو سما لیتا ہے (کہ دوسری مخلوق مثل ارض وسما کے اس درجہ کو نہیں سما سکتے) اور کلید مثنوی دفتر سادس میں (اس حدیث کی تحقیق میں) ہے کہ امام احمد نے زہد میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جزقیل کے لئے آسمانوں کو کشادہ فرمادیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش پر نظر فرمائی پھر حضرت حزقیل نے عرض کیا کہ آپ کی ذات پاک ہے آپ کی کتنی بڑی شان ہے اے میرے پروردگار تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین سب عاجز ہوگئے اس سے کہ مجھ کو سما لیں اور مجھ کو مومن کے قلب نے جو کہ اطمینان اور نرمی سے موصوف ہے سمو لیا۔

صحت الہام

۱۱۶- **حدیث:** اکثر جنتی لوگ بھولے ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس میں مومن کی بعض شانوں کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن کو امور دنیویہ سے دلچسپی نہیں ہوتی اور جس چیز کی طرف التفات نہیں ہوتا ضروری ہے کہ اس میں کثرت سے غلطیاں ہوتی ہیں اور یہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مومن ایک سوراخ میں دوبار نہیں کٹواتا اس کا محمل امور دینیہ ہیں مومن ان امور میں ہوشیار و بیدار رہتا ہے (بس دونوں میں کچھ تعارض نہیں)۔

۱۱۷- **حدیث:** میری امت میں کچھ لوگ محدث و مکلم بھی ہوں گے (یعنی جن کو الہام صحیح ہوتا ہو)

فائدہ: اس حدیث میں الہام کے صحیح ہونے کا مذکور ہے۔

مذمت غلو در حب خلق

۱۱۸- **حدیث:** کسی چیز سے زیادہ محبت کرنا (حقیقت شناسی سے اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

فائدہ: اس میں مذمت ہے محبت خلق میں غلو کرنے کی۔

امور غیر مشروعہ کے شبہات میں احتیاط

۱۱۹- **حدیث:** تہمت (واشتباہ) کے موقع سے بچو۔

---

(۱۱۶) اس کو بزار نے روایت کیا ہے حضرت انس کی حدیث سے اور اس کو ضعیف کہا اور قرطبی نے اس کو صحیح کہا ہے اور واقع میں ایسا نہیں کیونکہ ابن عدی نے اس کو منکر کہا ہے۔

(۱۱۷) روایت کیا اس کو بخاری نے ابو ہریرۃؓ کی حدیث کہ پہلی امتوں میں محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوگا تو عمرؓ ضرور ہیں اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے۔

(۱۱۸) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابوالدرداء کی حدیث سے اسناد ضعیف کے ساتھ

(۱۱۹) میں نے (ان الفاظ سے) اس کی اصل نہیں پائی میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون حضرت صفیہ کی حدیث سے ثابت ہے جو کتاب العزلۃ کے ذرا قبل گزری ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں احتیاط (کا حکم ہے) خلاف شرع کے شبہ پیدا کرنے والے امور سے خصوص مقتدا کے لئے (اور اصل طریق یہی ہے اور کسی اہل طریق سے اس کے خلاف اگر منقول ہے کسی عذر قوی سے ہے جو اپنے محل میں معلوم ہے)

محل تقویٰ

۱۲۰- حدیث: تقویٰ یہاں ہے اور قلب کی طرف اشارہ فرمایا۔

فائدہ: اس میں ظاہر تقویٰ کا بدوں باطنی تقویٰ کے غیر معتد بہ ہونا مذکور ہے۔

کتاب تہذیب نفس

امور طبعیہ اور کمال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں

۱۲۱- حدیث: میں بشر ہوں مجھ کو بھی ایسا ہی غصہ آتا ہے جیسا دوسرے بشروں کو آتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ امور طبعیہ کمال نبوت کے منافی نہیں ہوتے چہ جائیکہ کمال ولایت کے منافی ہوں (البتہ ان کے غیر مشروع مقتضاء پر عمل کرنا یہ کمال ایمان کے بھی خلاف ہے)۔

مجاہدہ میں اعتدال

۱۲۲- حدیث: سب امور میں بہتر درجہ اوسط ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اپنے عموم سے توسط فی المجاہدہ کو بھی شامل ہے (کہ اس میں مشقت بھی ہو اور تحمل بھی ہو)

---

(۱۲۰) روایت کیا اس کو مسلم نے ابوہریرہؓ کی حدیث سے اور اس میں الی صدرہ ہے۔

(۱۲۱) روایت کیا اس کو مسلم نے حدیث انسؓ سے اور مسلم ہی کے نزدیک ابوہریرہؓ کی حدیث سے یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں ان کو ایسا ہی غصہ آتا ہے جیسا دوسرے بشروں کو آتا ہے۔

(۱۲۲) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں مطرف بن عبداللہ سے ایسی سند سے کہ اس کے درمیان سے دو راوی متصل ساقط ہو گئے۔

کراہت طبعی اور رضا میں انتفاء

۱۲۳- حدیث: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رضا کے ساتھ اور اگر تجھ سے نہ ہو سکے تو ناگوار چیز پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ رضائے کامل میں کراہت طبعی بھی نہیں ہوتی گو الم طبعی ہو ورنہ (اگر کراہت طبعی ہو صرف کراہت عقلی نہ ہو تو) کراہت عقلی تو صبر میں بھی نہیں (تو رضا میں صبر سے فوقیت ہی کیا ہوئی۔ حالانکہ حدیث میں فوقیت منصوص ہے) اور نیز اس حدیث سے تربیت میں استعداد کی رعایت بھی ثابت ہوتی ہے (کہ بعض سے رضا کا مطالبہ کیا گیا بعض سے صبر کا۔

جہاد کفار سے جہاد نفس افضل ہے

۱۲۴- حدیث: (اصل) مجاہدہ وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ جہاد نفس جہاد کفار سے بھی افضل ہے کیونکہ جہاد کفار کا جہاد ہونا خود جہاد نفس پر موقوف ہے (اس لئے کہ اگر جہاد کے حدود ظاہری و باطنی محفوظ نہ ہوں تو وہ جہاد ہی نہیں اور حدود کا محفوظ رکھنا یہ جہاد نفس ہے)۔

کتاب علاج شہوت فرج و بطن

ماکول و مشروب میں توسع اور زہد ایک دوسرے کے منافی نہیں

۱۲۵- حدیث: ابوسعید خدری کی جو یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱۲۳) روایت کیا اس کو طبرانی نے میں کہتا ہوں اور روایت کیا اس کو ترمذی نے ابن عباس کی حدیث سے اسی طرح کہا ہے عراقی نے کتاب الصبر والشکر میں)۔ (۱۲۴) روایت کیا اس کو ترمذی نے ایک حدیث کے اثناء میں اور اس کی تصحیح کی اور ابن ماجہ نے اس کو فضالہ بن عبید کی حدیث سے روایت کیا (۱۲۵) میں نے (عراقی نے) اس کی کوئی اصل نہیں پائی اور یہ جو حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے کو اسراف سے بچاؤ اور ایک دن میں دو بار کھانا اسراف میں داخل ہے اس کو بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے فقط (پس حجت نہیں) میں (یعنی اشرف) کہتا ہوں بلکہ حدیث میں اس کے خلاف پر دلالت ہے اور وہ حدیث وہ ہے جس کو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

جب صبح کو کھانا نوش فرماتے تو شام کو نہ کھاتے اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نہ کھاتے۔

فائدہ: اس میں دلالت ہے کھانے پینے کی چیزوں میں اور اوقات میں (ایک ظرف زمان ہے) اور ایک ظرف مکان) توسع کرنا بدوں غلو کے یہ زہد کے منافی نہیں اور اکتفا فرمانا (وقت میں یا ماکول میں جو وارد ہے) یہ ضرورت سے تھا (کہ سامان مہیا نہ ہوا) قصداً نہ تھا (جیسا بعض غالین مدعین زہد نے سمجھا ہے)۔

اہل خانہ کے ساتھ خلوت میں گفتگو سے خلل نہیں پڑتا

۱۲۶- حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اپنا ہاتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر مارتے تھے اور فرماتے تھے اے عائشہ مجھ سے باتیں کر لے۔

فائدہ: اس میں اس پر دلالت ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ باتیں کرنا مقصود خلوت کے منافی نہیں (وہ مقصود اجتماع خواطر ہے اور تجربہ ہے کہ اہل خانہ سے چونکہ غایت بے تکلفی ہوتی ہے اس سے باتیں کرنے سے قلب مشوش نہیں ہوتا۔ تشویش رعایت سے ہوتی ہے۔

کتاب آفات اللسان

ترک اقوال وافعال عبث

۱۲۷- حدیث: آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ جو چیز اس کو مفید نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ابوداؤد میں باب صفت نبیذ میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صبح کے وقت خرما بھگو دیتیں جب شام کا وقت ہوتا اور شام کا کھانا نوش فرماتے تو کھانے پر نبیذ نوش فرما لیتے اگر کچھ بچ جاتا تو میں اس کو گرا دیتی (لفظ میں راوی کو شک ہے مگر دونوں لفظ ہم معنی ہیں) پھر شب کو خرما بھگو دیتیں جب صبح ہوتی تو صبح کا کھانا نوش فرماتے اور کھانے پر نبیذ نوش فرماتے اور حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم اس مشک کو (جس میں نبیذ تیار ہوتا تھا صبح وہ شام دھو ڈالتے (تاکہ اس میں پہلے نبیذ کا اثر نہ رہے جس سے نئے نبیذ میں تغیر کا احتمال ہو جائے راوی کہتے ہیں کہ) میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ ایک دن میں دوبار (نوش فرماتے) انہوں نے فرمایا ہاں۔ (۱۲۶) میں نے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں پائی میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کو مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو سنتیں پڑھ چکتے اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے تھے ورنہ لیٹ رہتے تھے۔

(۱۲۷) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو غریب کہا ہے اور ابن ماجہ نے بھی ابوہریرہؓ کی حدیث سے۔

فائدہ: تربیت نفس کے لئے یہ حدیث اصل عظیم ہے (جس سے فروع کثیرہ کی حقیقت معلوم ہو کر ان کا لازم الترک ہونا ثابت ہوتا ہے)۔

ترک جدال

۱۲۸- **حدیث:** احمد کے نزدیک ان لفظوں سے ہے کہ بندہ (پورا) مومن نہیں ہوتا جب تک جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے حتیٰ کہ خوش طبعی میں بھی اور جب تک بحث مباحثہ کو نہ چھوڑ دے (فالمراء معطوف علی الکذب) گو سچا ہی ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث و مباحثہ سے ظلمت پیدا ہوتی ہے کیونکہ ایمان کا کامل نہ ہونا ظلمت ہے اور اسی لئے تم اہل طریقت کو دیکھو گے کہ اس سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

میت کی غیبت اشد ہے

۱۲۹- **حدیث:** مرے ہوؤں کو برا مت کہو کہ اس سے تم زندوں کو ایذا دو گے۔

فائدہ: اس میں دلالت ہے اس پر کہ مرے ہوئے کی غیبت کرنا (زندہ کی غیبت کرنے سے) زیادہ شدید ہے اس لئے کہ وہ دو خرابیوں پر مشتمل ہے۔ ایک مرے ہوئے کی اہانت دوسرے زندہ کی ایذا رسائی۔

۱۳۰- **حدیث:** ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے اور ترمذی نے غریب بھی کہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ مردوں کی خوبیاں ذکر کیا کرو اور ان کی برائیوں (کے ذکر سے رکے رہا کرو اور نسائی کی روایت میں حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ہے کہ اپنے مردوں کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کیا کرو اور اس کی اسناد جید ہیں۔

فائدہ: اس میں بھی وہی مضمون ہے جو اس کی قبل والی حدیث میں ہے اور شاید کسی خاص حکمت کا بیان نہ کرنا (جیسے حدیث سابق میں بیان کی گئی تھی) اشارہ ہو دوسری حکمتوں کی طرف جیسے مردہ سے معاف کرانے کا دشوار ہونا اور جیسے یہ احتمال ہونا کہ اس کی مغفرت

---

(۱۲۹) روایت کیا اس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث سے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔

ہوگئی ہو اور اس احتمال پر یہ غیبت کرنے والا گویا خدا تعالیٰ کے حکم کا مقابلہ کر رہا ہے۔

کتاب مذمت غضب

غضب کی مذمت

۱۳۱- حدیث: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کون چیز مجھ کو غضب الٰہی سے دور کرسکتی ہے آپ نے فرمایا تو غضب مت کرنا۔

گفت از خشم خدا چہ بود اماں　　　گفت ترک خشم خویش اندر زماں

فائدہ: اس حدیث کا مضمون سلوک طریق کا ایک باب عظیم ہے (یعنی غصہ کا ضبط کرنا)

قناعت وعافیت

۱۳۲- حدیث: جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اسکے نفس میں امن ہو اسکے جسد میں عافیت ہو اسکے پاس اس دن کا کھانے کو ہو تو گویا دنیا بتمامہا اس کیلئے جمع کردی گئی۔

چوں ترا نانے و خرقانے بود　　　ہر بن موئے تو سلطانے بود

فائدہ: اس حدیث میں تعلیم ہے قناعت کی اور (اعمال کے لئے) امن وعافیت کو غنیمت سمجھنے کی۔

بعض طرح کے فقر کی مذمت

۱۳۳- حدیث: فقر (یعنی محتاجی) قریب ہے کہ کفر ہو جائے اور حسد قریب ہے کہ قدر پر غالب آجائے۔

---

(۱۳۱) روایت کیا اس کو طبرانی نے مکارم اخلاق میں اور ابن عبدالبر نے تمہید میں اسناد حسن سے اور یہ حدیث احمد کے یہاں بھی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن عمرو سوال کرنے والے ہیں فقط میں کہتا ہوں کہ عارف رومیؒ نے اپنے اس شعر میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ (۱۳۲) روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عبیداللہ بن محصن کی حدیث سے بجز اس لفظ کو یعنی بحذافیرہا۔ ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے میں کہتا ہوں کہ عارف رومیؒ نے اپنے اس شعر میں اس کا ترجمہ کیا ہے (۱۳۳) روایت کیا اس کو ابو مسلم کشی نے اور بیہقی نے شعب میں یزید رقاشی کی روایت سے وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور یزید ضعیف ہے اور روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں دوسرے طریق سے ان لفظوں سے کادت الحاجۃ الخ اور اس طریق میں بھی ضعف ہے۔

فائدہ: اس میں فقر کا مطلقاً محمود نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ سے محبت میں نفع عظیم ہے

۱۳۴- حدیث: ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور اس کو ان کے درجہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ان ہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی محبت سے نفع عظیم ہوتا ہے (اسی لئے اہل طریق کو اس کا بہت اہتمام ہے)

کتاب مذمت دنیا

وحشت از دنیا

۱۳۵- حدیث: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی باغ و بہار ہے۔

فائدہ: اس میں دلالت ہے اس پر کہ مومن کی شان یہ ہونا چاہئے کہ اس کا دل دنیا میں نہ لگنا چاہئے (جس طرح) قید خانے سے گھبراتا ہے)۔

دنیا سے نفرت

۱۳۶- حدیث: دنیا بھی راندۂ درگاہ ہے اور جو دنیا میں ہے وہ بھی۔

۱۳۷- حدیث: ابو موسیٰ کی حدیث کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو ضرور پہنچائے گا الخ

---

(۱۳۴) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے۔

(۱۳۵) روایت کیا اس کو مسلم نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے۔

(۱۳۶) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو حسن کہا اور ابن ماجہ نے۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث سے اور اتنا زیادہ کیا کہ مگر (یہ چیزیں مستثنیٰ ہیں) ذکر اللہ اور جو (چیز) اس کے تابع (اور اس کے متعلق ہے اور عالم اور طالب علم (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ ذکر اللہ میں علم داخل ہے اور عالم و طالب علم کا تعلق علم سے ظاہر ہے اسی طرح سب سامان دین۔

(۱۳۷) اس کو احمد اور بزار اور طبرانی اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو ضرور پہنچائے گا۔ پس تم باقی کو فانی پر ترجیح دو (جبکہ دونوں کی کامل طلب کا جمع ہونا غیر ممکن ہے)۔

۱۳۸- **حدیث**: دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل ہے

۱۳۹- **حدیث**: دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو الخ

فائدہ: ان چاروں حدیثوں میں دنیا سے نفرت دلائی گئی ہے۔

کتاب مذمت بخل

مثل سابق

۱۴۰- **حدیث**: جائیداد کا سامان مت کرو کہ اس سے تم میں دنیا کی محبت ہو جائیگی۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی اوپر کی چار حدیثوں والا مضمون ہے اتنی زیادت اور ہے کہ جائیداد میں دنیا کے ساتھ زیادہ تعلق ہو جاتا ہے۔

دنیا جو معین آخرت ہو اس کی مذمت نہیں

۱۴۱- **حدیث**: نیک مال نیک آدمی کے لئے اچھا ہے۔

فائدہ: اس میں دلالت ہے کہ دنیا جب دین میں معین ہو تو وہ مذموم نہیں۔

استغنا میں عزت ہے

۱۴۲- **حدیث**: مومن کی عزت یہ ہے کہ سب لوگوں سے مستغنی رہے۔

فائدہ: اس حدیث میں عزت کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وہ استغناء سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ دنیا کے مال وجاہ میں زیادہ کوشش کرنے سے اور اس کا مشاہدہ ہے۔

---

(۱۳۸) روایت کیا اس کو ابن ابی الدنیا نے ذم دنیا میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن ابی الدنیا کے طریق سے حسن کی روایت سے مرسلاً (۱۳۹) روایت کیا اس کو احمد نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اس طور پر کہ اس جملہ (مذکورہ) پر اور (اس کے ساتھ) دوسرے اس جملہ پر کہ اس دنیا کو وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو اکتفا کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اور بیہقی نے شعب میں ابن ابی الدنیا کے طریق سے یہ اور زائد کیا ہے کہ وہ دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا کچھ مال نہ ہو اور اس کی سند جید ہے۔ (۱۴۰) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حاکم نے مع تصحیح سند ابن مسعود کی حدیث سے اس لفظ سے کہ تم کو (دنیا کی) رغبت ہو جائیگی۔ (۱۴۱) روایت کیا اس کو احمد اور طبرانی نے کبیر و اوسط میں عمرو بن عاص کی حدیث سے صحیح سند کے ساتھ بلفظ نعما اور دونوں نے للرجل جگہ للمرء کہا ہے (معنی دونوں کے ایک ہیں) (۱۴۲) روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے اور اس کی اسناد کو صحیح کہا ان کے آخر قول تک

افادہ میں بخل کرنے کی مذمت

۱۴۳- حدیث: ابن عمر کی حدیث کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نعمتوں کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں دوسرے بندوں کے نفع کے لئے الخ

فائدہ: اس میں تہدید ہے بندوں کو نفع پہنچانے بخل کرنے پر خواہ دنیوی منفعت ہو خواہ دینی، بالخصوص اگر کمال پر ناز اس کا منشا ہو بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

کتاب مذمت جاہ

حرص دنیا کی مذمت

۱۴۴- حدیث: دو حریص ایسے ہیں کہ ان کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا الخ

فائدہ: اس حدیث میں حرص علم کی مدح اور حرص دنیا کی مذمت ہے۔

اصل ذکر قلبی محض اور بعض اعمال پر ملائکہ کا مطلع نہ ہونا

۱۴۵- حدیث: ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخلاص میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ ذکر خفی جس کو ملائکہ حافظین اعمال نہ سنتے ہوں اس ذکر پر جس کو وہ سنتے ہوں ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال کی کراماً کاتبین کو بھی اطلاع نہیں ہوتی اور اسی سے بعض نے کہا ہے۔

---

(۱۴۳) اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا اور اس میں محمد بن حسان سمتی راوی ہے جس میں قدرے ضعف ہے اور ابن معین نے اس کو توثیق کی ہے وہ اس کو ابی عثمان عبداللہ بن زید حمصی سے روایت کرتے ہیں ان کو ازدی نے ضعیف کہا ہے اور تتمہ حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص ان منافع میں بندوں پر بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس سے منتقل فرما کر دوسروں کی طرف متصرف کر دیتا ہے۔ (۱۴۴) روایت کیا اس کو طبرانی نے ابن مسعود کی حدیث سے سند ضعیف کے ساتھ اور بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس کی حدیث سے بھی سند ضعیف سے روایت کیا ہے میں (اشرف) کہتا ہوں کہ دارمی کی حدیث میں یہ ہے (کہ وہ دو حریص ایک) طالب علم اور (دوسرا) طالب دنیا اور روایت کیا بیہقی نے انسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو حریصوں کا پیٹ نہیں بھرتا ایک علم کا حریص کہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک دنیا کا حریص کہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔

6 میاں عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

اور اسی سے اس ذکر قلبی محض کی بھی اصل نکلتی ہے جس میں زبان کی بالکل حرکت نہ ہو (جس کا بعض اہل ظاہر نے انکار کیا ہے البتہ بعض احکام فقہیہ میں جیسے قرأت ونکاح وغیرہ مستقل دلائل سے تلفظ شرط ہے)۔

مذمت نمائش

۱۴۶- **حدیث**: بخاری ومسلم میں جندب کی حدیث سے یہ ہے کہ جو شخص شہرت کے واسطے (کچھ عمل کرے گا اور جو شخص اظہار کے لئے کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس (کے عیوب) کا اظہار کرے گا۔

فائدہ: اس میں ریاء ونمائش کی جو مذمت سے ظاہر ہے

وساوس میں مغموم ہونا

۱۴۷- **حدیث**: مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مختصراً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ خالص ایمان کی علامت ہے۔

۱۴۸- **حدیث**: ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ خدا کے لئے حمد ہے جس نے شیطان کی چالوں کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا کہ اعمال وعقائد سے اس کا تعلق نہ ہونے دیا۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں امور غیر اختیاریہ پر مواخذہ کا نہ ہونا مذکور ہے۔ بلکہ (اس سے بڑھ کر) ان دونوں میں ان وساوس پر مسرور ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہی تدبیر بھی ہے اس سے نجات کی کہ کچھ پرواہ نہ کرے بلکہ خوش ہو ایک بزرگ کا قول ہے کہ شیطان کو مومن کی خوشی گوارا نہیں جب وساوس پر خوش ہوتا دیکھے گا وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔

---

(۱۴۶) اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے۔ (۱۴۷) اور نسائی نے یوم ولیلہ میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے مگر نسائی نے یوم ولیلہ میں اس کو حضرت عائشہؓ کی حدیث سے روایت کی ہے۔
(۱۴۸) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی نے یوم ولیلہ میں کیدہ کے لفظ سے بجائے لفظ کید الشیطان کے

ضعفا کے لئے تعلقات میں ضرر

۱۴۹- **حدیث:** مسلم نے ابی ذر کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کبھی دو شخصوں پر بھی حکم نہ بننا اور کبھی کسی یتیم کے مال کے متولی مت بننا۔

فائدہ: اس حدیث میں دلالت ہے کہ ضعفاء کو تعلقات غیر واجبہ میں واقع نہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اسی حدیث میں اس ارشاد کی بنا میں یہی فرمایا ہے کہ (میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں) اور ایسا شخص ایسے تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتا یا تو ان تعلقات کے حقوق ضائع کرے گا یا دوسرے واجبات میں اخلال کرے گا۔

کتاب مذمت کبر

سادگی وضع

۱۵۰- **حدیث:** ترک زینت (بھی) ایمان (کے شعبوں میں) سے ہے۔

فائدہ: مدلول اس کا ظاہر ہے یعنی براہ تواضع ترک زینت کرنا (یعنی نہ تو تکلف وتزین کا اہتمام ہو اور نہ میلا کچیلا رہے کہ نظافت کی تاکید آئی ہے)

ترک تعرض بعوام

۱۵۱- **حدیث:** ابوثعلبہ کی حدیث کہ جب تم یہ حالت دیکھو کہ حرص کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع ہو رہا ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگا ہے تو (اس وقت) تم اپنے نفس کی خبر لو (اور عامہ ناس سے تعرض مت کرو جیسا کہ ایک روایت میں یہ زیادت بھی ہے۔ ودع امر العامة. اور جن پر باقاعدہ حکومت ہے وہ عامہ سے خارج ہیں)

فائدہ: اس میں اس کا ذکر ہے جو بعض بزرگوں کا معمول ہے کہ (بجز مواقع وجوب

---

(۱۵۰) روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوامامہ بن ثعلبہ کی حدیث سے

(۱۵۱) روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اور ترمذی نے اس کی تحسین بھی کی ہے۔

کے) کسی سے تعرض نہیں کرتے (کیونکہ ان غدروں کے ہوتے ہوئے عدم تعرض کی اجازت ہے) اوران غدروں کا وجود (اس وقت ظاہر ہے (اور چونکہ یہ عدم تعرض واجب نہیں اس لئے جو بزرگ تعرض کرتے ہیں وہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں)۔

گناہوں میں بعض تکوینی حکمتیں ہیں

۱۵۲- حدیث: اگر تم سے گناہ صادر نہ ہوں تو مجھ کو تم پر اس سے بھی بڑی بات کا اندیشہ ہےاور وہ خود بینی خود بینی ہے۔

فائدہ: اس میں وہ مضمون ہے جس کو عارفین ذکر کیا کرتے ہیں یعنی معاصی کی بعض تکوینی حکمتیں اوراس سے معاصی کے ارتکاب کی اجازت لازم نہیں آتی۔ صرف مقصود (اس مضمون) سے مرتکب معصیت کے اس غم کا تحفظ کرنا ہے جو درجہ یاس تک پہنچ جائے۔ (جس سے پھر وہ نہ معصیت سے توبہ کرے نہ معصیت کو ترک کرے)

اصلاح باطن اصل چیز ہے

۱۵۳- حدیث: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے میں (اشرف) کہتا ہوں کہ (چونکہ وہ موقع میں نے تلاش نہیں کیا اس لئے دوسری جگہ سے سند نقل کرتا ہوں سو) عزیزی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو جن میں اعمال ظاہرہ محضہ بھی آگئے کہ وہ بھی خاص ہیئات ہیں صورت کی) اوراموال کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے قلوب اوراعمال کو دیکھتے ہیں۔

فائدہ: حدیث صریح ہے اصلاح باطن کے اصل ہونے میں (اوراعمال کا ذکر اس کا منافی نہ سمجھا جائے) کیونکہ اعمال بھی بدوں اصلاح باطن معتد بہا نہیں ہیں (چنانچہ عقیدہ صحیحہ واخلاص اعمال میں شرط ہےاور یہ دونوں باطن ہیں) اورمولانا رومیؒ

---

(۱۵۲) اس کو بزار نے اورابن حبان نے ضعفا میں اور بیہقی نے شعب میں حضرت انسؓ کی حدیث سے اوراس میں سلام بن ابی الصہباء ہےاوراس کو بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہےاور احمد نے حسن الحدیث کہا ہےاوراس کوابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابوسعید کی حدیث سے ایسی سند سے روایت کیا ہے........جو غایت درجہ ضعیف ہے۔

(۱۵۳) روایت کیا اس کو مسلم اورابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے۔

کا یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔

ما بروں را ننگریم وقال را ما دروں را بنگریم و حال را

کتاب التوبہ (منجیات)

حقیقت توبہ

۱۵۴- حدیث: نادم ہونا توبہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں توبہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے

مغلوب کی غلطی سے درگزر

۱۵۵- حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو ایک ایسی زمین میں ہو جو بے آب و گیاہ اور ہلاکت کا مقام ہے الخ (اور ایسے جنگل میں اس کا اونٹ گم ہوگیا جس پر اس کا خورد ونوش کا سامان تھا اب نہ کھانے پینے کو رہا نہ سواری رہی پس ہلاکت کا منتظر ہو کر لیٹ رہا آنکھ جو کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اونٹ مع سامان کے پاس کھڑا ہے اس وقت کس قدر خوش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ توبہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں)

فائدہ: اس حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ مغلوب کی غلطی معاف ہے (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلطی کو نقل کر کے نکیر نہیں فرمایا) اگرچہ وہ فرح ہی سے ہو (جو کہ ایک حالت ناشی عن الدنیا ہے) تو بھلا جو محبت وشوق سے مغلوب ہو اس کا تو کیا پوچھنا ہے جو کہ ناشی عن الدین کیفیات میں سے ہے۔

---

(۱۵۴) روایت کیا اس کو ابن حبان اور ابن ماجہ نے اور حاکم نے اور انہوں نے اس کی اسناد کو بھی صحیح کہا ہے اور ابن مسعود کی حدیث اور ابن حبان اور حاکم نے انس کی حدیث سے بھی اس کو روایت کیا اور حاکم نے کہا کہ یہ صحیح ہے شیخین کی شرط پر (۱۵۵) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ابن مسعود اور انس کی حدیث سے اور مسلم نے انس کی حدیث میں یہ زیادہ کیا ہے یعنی پھر اس شخص نے شدت خوشی میں یہ کہہ دیا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں (حضور فرماتے ہیں کہ) وہ شدت فرح سے چوک گیا اور مسلم نے نعمان بن بشیر کی حدیث سے اور ابو ہریرہ کی حدیث سے بدوں اس زیادتی کے مختصراً روایت کیا ہے۔

کامل پر تغیرات کا طاری ہونا

۱۵۶- حدیث: میرے قلب پر (بھی) غبار چھا جاتا ہے سو شب و روز میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

فائدہ: اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ منتہی پر تغیرات طاری ہوتے ہیں جو اس کی شان کے مناسب ہوتے ہیں سو سالک کو ان سے تنگ دل نہ ہونا چاہئے جبتک وہ معاصی تک نہ پہنچا دیں (اور افضا الی المعصیت اختیاری ہے جس سے بچنے کی قدرت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تغیر دوسرے سالکین کی تمکین سے بھی ارفع ہے مگر آپ کے تمکن کے مقابلہ میں تغیر ہے)

فرق درمیان تدقین و تعمق

۱۵۷- حدیث: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اور دوسرے صحابہ کی حدیث کہ تم لوگ ایسے اعمال کر گزرتے ہو کہ وہ تمہاری نگاہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں (یعنی تم ان کو بہت خفیف سمجھتے ہو) اور ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبائر میں سے سمجھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے صوفیہ کے اس طریق کی کہ وہ اعمال میں بال کی کھال نکالتے ہیں اور تدقیق مغائر ہے تعمق کے (جس کی نہی آئی ہے) کیونکہ تدقیق میں تو وہ حدود محفوظ رکھے جاتے ہیں جو لوگوں کی نظر سے مخفی ہوتے ہیں (اس لئے وہ اس کو تشدد سمجھتے ہیں) اور تعمق میں حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے اور وہ حدود سب پر ظاہر (اور سب کو معلوم) ہوتے ہیں۔ پس تدقیق مذکور تو مطلوب اور کمال تقویٰ ہے اور تعمق غلو فی الدین اور بدعت ہے تدقیق کی مثال کوئی چیز راستے میں گر پڑے اور اس

---

(۱۵۶) روایت کیا اس کو مسلم نے اغر مزنی کی حدیث سے مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ دن بھر میں سو بار (استغفار کرتا ہوں) اور اسی طرح ابوداؤد کے یہاں ہے اور بخاری کے یہاں ابوہریرہ کی حدیث سے یہ ہے کہ میں استغفار کرتا ہوں دن بھر میں ستر بار سے زیادہ اور بیہقی کی روایت میں شعب میں ستر ہے یہ نہیں کہا کہ ستر سے زیادہ

(۱۵۷) روایت کیا اس کو احمد اور بزار نے سند صحیح سے اور بجائے کبائر کے یہ کہا کہ مہلکات سے سمجھتے تھے اور روایت کیا اس کو بخاری نے حضرت انس کی حدیث سے اور احمد اور حاکم نے عبادہ بن قرص کی حدیث سے

کو خود اٹھالے کسی اور سے فرمائش اٹھانے کی نہ کرے اس احتمال سے کہ دوسرے کا حرج یا اس کو گرانی نہ ہو حضرات صحابہ کا یہی معمول تھا اور تعمق کی مثال اپنے گھر اپنی ملک کا کھانا کھانے بیٹھا اور کھانا کم پڑ گیا اور گھر والوں سے مانگا نہیں کہ مشابہ ہے سوال کہ چنانچہ میں نے ایک متقی کو جو اس غلطی میں مبتلا تھے متنبہ کیا بلکہ اس میں ایذاء پہنچانا ہے گھر والوں کو کہ جب ان کو اس کی اطلاع ہو گی کہ باوجود حاجت کے مانگا نہیں۔

دنیا آخرت کا آلہ ہے

۱۵۸- حدیث: دنیا جائے زراعت ہے آخرت کی مجھ کو اس لفظ کے ساتھ مرفوعاً نہیں ملی اور عقیلی نے ضعفا میں اور ابوبکر بن لال نے مکارم اخلاق میں طارق بن اشیم کی حدیث سے روایت کی ہے کہ دنیا اچھا مقام ہے اس شخص کے لئے جو اس سے آخرت کے لئے سامان جمع کرے (پس بالمعنیٰ ثابت ہے اور اسناد ضعیف ہے۔

فائدہ: مدلول اس کا ظاہر ہے کہ دنیا بالذات تو مقصود نہیں مگر آخرت کے لئے مقصود ہے پس اہل دنیا کو تو پہلی بات کی خبر نہیں (اس لئے اس کو مقصود بالذات بنائے ہوئے ہیں) اور تارکین دنیا میں جو زاہد ہیں ان کو دوسری بات کی خبر نہیں (اس لئے وہ اس کے ترک میں مبالغہ کرتے ہیں) اور عارفین کو دونوں باتوں کی خبر ہے (اس لئے وہ اس سے اعانت فی الآخرۃ کا کام لیتے ہیں اور علی الاطلاق اس سے نفور نہیں۔

غلبہ تیسیر

۱۵۹- حدیث: (قدسی) میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

فائدہ: اس میں اصل ہے محققین کے مذاق کی کہ ان پر اس کا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بشارت اور آسانی کی باتیں بتایا کرتے ہیں (کہ مشاہدہ رحمت سے یہ مذاق پیدا ہو جاتا ہے)

بلا ولایت کی علامات میں سے ہے

۱۶۰- حدیث: ترمذی نے مع تصحیح روایت کیا اور نسائی نے کبریٰ میں اور

---

(۱۵۹) روایت کیا اس کو مسلم نے ابوہریرہ کی حدیث سے۔

ابن ماجہ نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون شخص اشد ہیں بلا میں۔

فائدہ: اس میں بلا کا جو مع الرضاء سے علامات ولایت سے ہونا مذکور ہے اور تم اکثر اولیاء کو دیکھو گے کہ وہ مبتلا ضرور ہوتے ہیں خواہ کسی مرض میں خواہ کسی مخالف (کی مخالفت) میں۔

کسی پر داخل نار ہونے کا حکم نہ لگانا چاہیئے

۱۶۱- حدیث: بزار نے ابوسعید خدری کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب اعراف کی سبت سوال کیا گیا آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور وہ اپنے باپوں کا کہنا نہ مانتے تھے پس ان کو شہادت تو دخول نار سے مانع ہوگئی اور وہ کہنا نہ ماننا دخول جنت سے مانع ہوگیا اور اسے لوگ ایک دیوار پر ہوں گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہوگی (اعراف یہی ہے)

فائدہ: اس میں یہ مسئلہ ہے کہ اہل معصیت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم نہ کیا جائے ممکن ہے کہ کوئی حسنہ اس کے لئے دوزخ میں جانے سے مانع ہو جائے۔

کاملین کی لغزشوں کی حکمت

۱۶۲- حدیث: سن رکھو میں (نماز میں غفلت سے) نہیں بھولتا بلکہ بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ (اس کے احکام کو) مشروع کروں۔

---

(۱۶۰) پس اس حدیث کو ذکر کیا مگر اس میں اولیا کا ذکر نہیں ہے (صرف یہی ہے کہ سب سے زیادہ اشد بلا میں انبیاء ہیں) اور طبرانی کے یہاں حضرت فاطمہؓ کی حدیث یہ ہے کہ سب سے زیادہ بلاء میں حضرات انبیاء ہیں پھر صالحین ہیں (صالحین بھی مرادف اولیاء کے ہیں (۱۶۱) اس حدیث (کی سند) میں عبدالرحمان بن زید بن اسلم ہے اور وہ ضعیف ہے اور حاکم کے یہاں حضرت حذیفہ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ایک قوم ہے کہ ان کی حسنات نے ان کو دوزخ سے تو پار کر دیا اور ان کی سیئات جنت (میں داخل کرنے) سے قاصر رہیں الخ اور حاکم نے کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (۱۶۲) ذکر کیا اس کو مالک نے بطور بلاغ کے بلا سند اور اسی طرح حمزہ کتانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث بجز طریق مالک کے مروی نہیں ہوتی اور ابو طاہر انماطی نے کہا اس کے متعلق ائمہ وحفاظ سے میری بحث اور تحقیق بہت طویل رہی سو مجھ کو (سند سے) پتہ نہیں لگا اور نہ میں نے کسی سے یہ سنا کہ اس کو پتہ لگا ہو اور بعض طلبہ حدیث نے (البتہ) یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کے پاس یہ مسنداً واقع ہوئی ہے (مگر مالک کا بلاغ اس کے بے اصل ہونے کے لئے کافی ہے۔

فائدہ: اس میں حکمت ہے کاملین کی لغزشوں کی (جو کہ بلا قصد نافرمانی اتفاقاً واقع ہو جاتی ہیں) تاکہ اس وقت وہ حضرات (ان کے تدارک کے متعلق) جو معاملہ کرتے ہیں ان معاملات میں ان کا اقتدار کیا جائے (اور اسی بنا پر مولانا فرماتے ہیں۔

خون شہیدان راز آب اولٰی ترست　　　ایں خطا از صد صواب اولٰی ترست

اور ع۔ کفر گیرد کاملے ملت شود

عدم اعتبار توبہ زبانی محض

۱۶۳- **حدیث:** جو شخص گناہ سے توبہ کرے اور اس پر مصر بھی ہو (یعنی نادم نہ ہو) ایسا ہے جیسے احکام الٰہیہ سے استہزاء کرتا ہے (کہ ظاہر کچھ باطن کچھ)

فائدہ: اس میں ایسی زبانی توبہ کا قابل اعتبار ہونا مذکور ہے جس کے ساتھ (دل میں) ندامت نہ ہو اور یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ　　　معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

بہ سبب بعض اقسام معصیت سے قبض

۱۶۴- **حدیث:** بے شک بندہ بعض اوقات محروم ہو جاتا ہے رزق سے بوجہ گناہ کے جس کو اختیار کرتا ہے۔

فائدہ: اس میں معصیت کی بعض مضرتیں مذکور ہیں جیسے رزق سے محروم ہو جانا اور یہ رزق معنوی کو بھی شامل ہے جیسے بسط (باطنی) پس بعض اقسام قبض کے معصیت سے بھی ہوتے ہیں اور اسی احتمال کے سبب اہل اللہ قبض کے وقت استغفار کرتے ہیں۔

---

(۱۶۳) روایت کیا اس کو ابن ابی الدنیا نے توبہ میں اور ابن ابی الدنیا کے طریق سے بیہقی نے شعب میں ابن عباس کی حدیث سے اس لفظ سے کہ ایسا ہے جیسے اپنے رب سے استہزاء کرتا ہو اور سند اس کی ضعیف ہے۔

(۱۶۴) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور حاکم نے مع تصحیح سند کے اور لفظ حاکم کے ہیں مگر حاکم نے بجائے لفظ عبد کے لفظ رجل کہا ہے بمعنی شخص کے ثوبان کی حدیث سے۔

کتاب صبر و شکر

ظاہر کے لئے باطن اصل ہے

۱۶۵- **حدیث:** مہاجر وہ ہے جو برے کاموں کو چھوڑ دے اور (اصل) مجاہد وہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی سے جہاد کرے (اور اس کو مغلوب کرے)

فائدہ: اس میں باطن کا ظاہر کے لئے اصل ہونا مذکور ہے اور جملہ ثانیہ آخر کتاب ریاضۃ النفس میں گزر چکا ہے۔

خواص بعض درجات توکل مسمی بہ یقین

۱۶۶- **حدیث:** کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان کا یقین اور زیادہ ہوتا تو وہ ہوا پر چلتے یہ حدیث منکر ہے (یعنی غیر ثقہ نے ثقات کے خلاف روایت کیا ہے) یہ اس طرح معروف نہیں ہے (معروف مقابل ہے منکر کا) اور معروف وہ ہے جو ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں بکر ابن عبداللہ مزنی کا قول نقل کیا ہے کہ حواریین نے اپنے پیغمبر (عیسیٰ علیہ السلام) کو (ایک بار) نہ پایا کسی نے کہا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں۔ وہ (دریا کی طرف) ان کو تلاش کرتے ہوئے چلے جب دریا پر پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے چلے آ رہے ہیں پھر حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کو ایک بال برابر بھی یقین ہو تو پانی پر چلنے لگے شرح زبیدی میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ نیز ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کس چیز سے پانی پر چلتے ہیں فرمایا ایمان اور یقین سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم بھی ایمان رکھتے ہیں جیسا آپ ایمان رکھتے ہیں

---

(۱۶۵) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اول جملہ کے ساتھ اور نسائی نے سنن کبریٰ میں دوسرے جملہ کے ساتھ دونوں نے فضالہ ابن عبید کی حدیث سے دو جید سندوں سے۔

اور ہم بھی یقین رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تو اس سمالت میں چلو وہ ان کے ساتھ چلے پھر ایک موج آ گئی تو لگے غوطہ کھانے ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کو کیا ہوا کہنے لگے ہم موج سے ڈر گئے آپ نے فرمایا تم رب موج سے کیوں نہ ڈرے پھر ان کو آپ نے (دریا سے) نکالا زبیدی کا قول ختم ہوا اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند ضعیف سے معاذ بن جبل کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی ایسی معرفت ہوتی جیسا معرفت کا حق ہے تو آپ دریاؤں پر چلتے اور تمہاری دعاؤں سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ٹل جاتے۔

فائدہ: مراد یقین سے اس مقام پر یہ ہے کہ بعض واقعات یومیہ کی نسبت بعض تصرفات حق کا ایسا جازم خیال ہو جس میں جانب مخالف کا احتمال ہی نہ ہو (مثلاً یہ پختہ خیال کر لیا کہ میں اگر پانی پر چلوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو غرق نہ کریں گے) اور یہ توکل کی ایک قسم ہے اور یقین (بالمعنی المذکور) کی عادۃً یہ خاصیت ہے مگر کسی مانع خاص سے (اس کا تخلف بھی ہو جاتا ہے) اور یہ یقین (بالمعنی) نہ لوازم ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ ایک شخص کامل الایمان ہو اور یہ خیال اس درجہ کا اس کو حاصل نہ ہو) اور نہ خواص ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ یہ خیال اس درجہ کا کسی غیر مومن کو بھی حاصل ہو جائے) البتہ ایمان سے اس (خیال) میں برکت زائد ہو جاتی ہے اور یہی (ازدیاد برکت) معنی میں عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کے کہ ایمان اور یقین سے اور (یہی معنی ہیں) حدیث معاذ کے اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی یعنی اگر تم کو یقین اور معرفت حاصل ہوتی اور مقصود (ان روایت میں) یقین کی خاصیت کا بیان کرنا ہے نہ کہ اس کی فضیلت کا بیان کرنا اور اگر تم کو یہ اشکال واقع ہو کہ امام غزالیؒ نے اس روایت منکرہ کو کیسے جائز رکھا (کہ اپنی کتاب میں ذکر کر دیا) جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا قول منقول ہے کہ اگر میرے لئے سب پردے اٹھا دیئے جائیں تب بھی میرے یقین میں ترقی نہ ہو (بلکہ جتنا یقین اس وقت حاصل ہوتا وہ اب بھی حاصل ہے اور اشکال) اس لئے (ہو سکتا ہے) کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو انتہائی مراتب یقین تک پہنچے ہوئے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ تک پہنچے ہوئے

نہ تھے اور اس سے ولی کی فضیلت نبی پر لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے پس جس سے یہ بات لازم آئی ہے وہ بھی باطل ہے (پس اس روایت کی صحت کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا پھر غزالیؒ اس کو کیوں لائے) سو اس اشکال کو اس طرح زائل کرو کہ مراد یقین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں بشرطیکہ یہ قول ثابت بھی ہو ایمان ہے (معنی مراد نہیں جس میں کلام ہے) اور اس کی کوئی دلیل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ایمان کے انتہائی مراتب تک پہنچے ہوئے نہ تھے (نعوذ باللہ منہ) بلکہ ولی کا انتہائی مرتبہ ایمان کا نبی کے ایمان کے ابتدائی مرتبہ تک بھی نہیں پہنچا چہ جائیکہ اس کے انتہائی مرتبہ تک پہنچ سکے خوب اچھی طرح سمجھ لو (مزید شرح اس کی کلید مثنوی دفتر ساوس کے عشر ثالث میں ہے)

جذب کا علت وصول ہونا

۱۶۷- **حدیث**: بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے روایت کیا کہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا لوگوں نے عرض کیا اور نہ آپ (عمل سے داخل جنت ہوں گے) یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل و رحمت میں ڈھانک لے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا عمل اس کو جنت میں داخل کردے۔ الخ

فائدہ: حدیث صریح ہے اس مضمون میں جو اہل طریق نے فرمایا کہ اصل مدار اور علت وصول جذبہ (الہیہ) ہے نہ کہ محض سلوک (اور اعمال) البتہ عمل کے شرط ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا اکثر احوال میں اور بعض نے اس کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا ایک جذبہ جن وانس کے تمام اعمال سے افضل ہے۔

گناہوں کیساتھ احوال کا باقی رہنا استدراج ہے

۱۶۸- **حدیث**: عقبہ بن عامر کی حدیث کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ

---

(۱۶۷) اور بخاری و مسلم دونوں اس پر متفق ہیں حضرت عائشہ کی حدیث سے اور مسلم اس میں منفرد ہیں جابر کی حدیث سے۔

(۱۶۸) روایت کیا اس کو احمد اور طبرانی نے اور بیہقی نے شعب میں سند حسن سے۔

تعالیٰ اس کو اس کی خواہشیں اور مرادیں دے رہا ہے اور وہ اپنے معصیت پر مصر ہے تو سمجھ لو کہ یہ استدراج ہے۔

فائدہ: مراد میں مواجید و اذواق بھی داخل ہو گئے پس ان کی بقاء سے نسبتہ باطنیہ پر استدلال نہ کیا جائے جیسا کہ اہل باطل کو دھوکا ہو گیا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی نسبت باطنیہ ایسی قوی ہے کہ معاصی سے بھی زائل نہیں ہوتی اس لئے کہ جو چیز معاصی کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے وہ نسبت مطلوبہ نہیں ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی جانب سے حق کے ساتھ ذکر و طاعت کا تعلق ہو اور حق کی جانب سے (عبد کے ساتھ) رضا کا تعلق ہو (اور ظاہر ہے کہ معاصی کے ساتھ رضا کہاں)

کتاب الخوف و الرجاء

بغیر عمل کے رجا غرور ہے

۱۶۹- حدیث: زید خیلی کی جو یہ حدیث ہے کہ اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے یہ پوچھوں کہ اللہ تعالیٰ کی کیا علامات ہیں اس شخص کے متعلق جس کو وہ چاہتے ہوں اور اس شخص کے متعلق جس کو وہ نہ چاہتے ہوں۔

فائدہ: اس میں وہ مسئلہ ہے جس کی محققین نے تصریح کی ہے کہ رجاء محض بدوں عمل کے باوجود عمل پر قادر ہونے کے محض نفس کا فریب ہے۔

---

(۱۶۹) اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا تو زید خیر ہے (آپ نے خیل کو خیر سے بدل دیا) اور اسی طرح کہا ہے ابن ابی حاتم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام خیر رکھ دیا ان سے کوئی حدیث مروی نہیں اور انہوں نے ان کا ذکر صرف ایک حدیث میں کیا ہے جو مروی ہے یعنی زید خیر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اخیر حدیث تک میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ یہ فرماتے تھے۔ اور ترجمہ اس کا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے کس حال میں صبح کی انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں خیر سے اور اہل خیر سے محبت کرتا ہوں اور جب میں کسی چیز پر قادر ہوتا ہوں تو اس کی طرف دوڑتا ہوں اس کے ثواب کا یقین کرتا ہوں اور جب کوئی خیر میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے میں اس پر غمگین ہوتا ہوں اور اس کی طرف مشتاق ہوتا ہوں آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی علامت ہے اس شخص کے متعلق جس کو وہ چاہتے ہیں اور اگر تم کو کسی دوسری بات کے لئے چاہتے (یعنی ضلال و وبال کے لئے) تو تم کو اس کے لئے تیار کرتے پھر پروا بھی نہ کرتے کہ ہم اس کے کسی وادی میں بھی ہلاک ہو جاتے۔

بغیر عمل کے رجاء عاجز کا اعتبار

۱۷۰- حدیث: تم میں سے کسی کو موت نہ آنے پائے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان نیک رکھتا ہو۔

فائدہ: یہ حدیث اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ رجاء عمل کے ساتھ مشروط نہیں جبکہ عمل پر قدرت نہ ہو جیسا موت کے قرب میں حالت ہوتی ہے۔

اجمال حدیثین بالا

۱۷۱- حدیث: (قدسی) میں (یعنی حق تعالیٰ) اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں پس میرے ساتھ جو چاہے گمان کرے۔

فائدہ: یہ حدیث مجمل ہے اوپر کی دو حدیثیں اس کی تفصیل کرتی ہیں (یعنی) یہ حسن ظن قدرت کے وقت عمل کے ساتھ معتبر ہے اور عجز کے وقت بدوں عمل بھی معتبر ہے) اور ایمان ہر حال میں شرط ہے۔

عامل آخرت کے لئے رجاء کا خوف سے زیادہ مفید ہونا

۱۷۲- حدیث: اگر تم کو ان باتوں کی خبر ہو جس کی مجھ کو خبر ہے تو تم بہت کم ہنسو اور کثرت سے رویا کرو اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ الخ

فائدہ: اس حدیث میں مشیخت کا ادب ہے کہ خوف پر رجا کو غالب رکھا کرے ایسے لوگوں کے لئے جو کہ خوف کی حکمت یعنی اہتمام آخرت کے سامان کی کوشش میں لگے ہوں جیسے صحابہ کی شان تھی (کہ اہتمام آخرت میں شدت سے مشغول تھے جس

---

(۱۷۰) روایت کیا اس کو مسلم نے جابر کی حدیث سے۔ (۱۷۱) روایت کیا اس کو ابن حبان نے واثلہ بن الاسقع کی حدیث سے اور یہ حدیث صحیحین میں ابوہریرہؓ سے ہے اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ میرے ساتھ جو چاہے گمان کر لے۔ (۱۷۲) اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ پس اس حدیث کا اول حصہ شیخین کا روایت کیا ہوا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث سے اور احمد اور حاکم نے اس کو اس زیادت کے ساتھ روایت کیا ہے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا) اور تم جنگلوں کو نکل جاتے اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ پس جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے پروردگار فرماتے ہیں کہ آپ میرے بندوں کو ناامید کیوں کرتے ہیں پس آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو امید دلائی اور شوق دلایا (تا کہ زیادت تخویف کا تدارک ہو جائے)۔

سے خوف کی غایت حاصل تھی تو ان کے لئے خوف سے زیادہ ضرورت رجا کی ہے)۔

فضیلت مومن بر کعبہ

۱۷۳- حدیث: مومن کعبہ سے افضل ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابن عمر کی حدیث سے ان الفاظ سے کہ (اے کعبہ) تو کس قدر عظیم ہے اور تیری حرمت کس قدر عظیم ہے مگر) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (کہ) البتہ مومن کی حرمت تیری حرمت سے اعظم ہے اس کا مال بھی اور اس کی جان بھی اور اس کے ساتھ خیر ہی کا گمان کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ: اس احدیث میں مومن کا کعبہ پر فضیلت رکھنا مذکور ہے اگر چہ یہ فضیلت جزئیہ ہو (اسی لئے اس کا جہت سجدہ ہونا لازم نہیں آتا) اور اسی سے بعض کا مقولہ ہے۔

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کیونکہ مومن قلب ہی ہے حسب ارشاد حق تعالیٰ کے کہ ابھی تک ایمان تمہارے قلوب میں داخل نہیں ہوا (پس مومن کا افضل ہونا جیسا کہ حدیث میں ہے اور دل کا افضل ہونا جیسا قول بعض میں ہے ہم معنی ہے اور تم کو یہ خلجان نہ ہو کہ حدیث کا مدلول تو صرف حرمت میں اعظم ہوتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس (مومن) کی حرمت پر حملہ کرنے سے بہ نسبت بے ادبی کعبہ کے من وجہ گناہ زیادہ لازم آتا ہے بوجہ اس کے کہ حق العبد اشد ہے حق اللہ سے اور یہ مستلزم فضیلت (ذات) کو نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ مال مسلم کی افضیلت کے بھی قائل ہوں (کہ وہ بھی دم کے ساتھ مذکور ہے) حالانکہ یہ باطل ہے (سو یہ خلجان نہ ہو) کیونکہ ہم اس قول سے استدلال نہیں کرتے لحرمۃ المومن الخ بلکہ ما اعظمک سے۔ استدلال کرتے ہیں جو کہ عظمت ذات (کعبہ) پر دال ہے۔ پس چونکہ مقصود مقابلہ کرنا ہے اس سے یہ قول مومن کی عظمت ذات پر دال ہوگا ورنہ عظمت ذات (کعبہ) کا ذکر بے فائدہ ہوگا اور (حدیث میں) اس کا قائل ہونا جائز نہیں۔

---

(۱۷۳) اور ابن ماجہ کے شیخ یعنی نصر بن محمد بن سلیمان حمصی کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

بعض ملائکہ پر مومن کی جزوی فضیلت

۱۷۴۔ حدیث: مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملائکہ سے بھی زیادہ مکرم ہے۔

فائدہ: اس میں دلیل ہے مسئلہ تفاضل بین البشر والملائکہ کے بعض اجزا پر اور بعض بشر کی فضیلت (ملائکہ پر) جزئی ہے جیسے عوام مومنین کی کہ باوجود موانع طبعیہ کے کچھ اطاعت کرتے ہیں اور بعض کی کلی ہے (جیسے حضرات انبیاء کی کہ قرب میں بھی افضل ہیں)۔

استحالہ استکمال حق تعالیٰ بالغیر

۱۷۵۔ حدیث: ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں نے مخلوق کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھ سے نفع حاصل کریں اور اس لئے پیدا نہیں کیا کہ میں ان سے نفع حاصل کروں (عراقی کہتے ہیں کہ) میں اس حدیث کی کسی اصل پر واقف نہیں ہوا۔ اھ۔ میں کہتا ہوں کہ اسی مضمون کی طرف مولوی رومی نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اور اس مضمون کی اصل قرآن مجید (کی ان آیات) میں ہے نمبر ۱ وہ اوروں کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔ نمبر ۲ ہم تم سے رزق نہیں مانگتے ہم تم کو خود رزق دیتے ہیں نمبر ۳ میں ان (جن وانس) سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھانا کھلا دیں بے شک اللہ تعالیٰ وہ خود رزاق ہیں اھ اور یہ مسئلہ (مذکورہ فی الحدیث) عقلی ہے کہ حق تعالیٰ پر استکمال بالغیر محال ہے پس حدیث اس حالت میں بالمعنی ثابت ہے گو باللفظ ثابت نہیں۔

ایجاد گناہ میں بعض تکوینی مصلحتیں ہیں

۱۷۶۔ حدیث: اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق کو پیدا کرتے جو گناہ

---

(۱۷۴) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابوالمہزم یزید بن سفیان کی روایت سے وہ روایت کرتے ہیں ابوہریرہ سے ان لفظوں سے کہ مومن اللہ کے نزدیک بعض ملائکہ سے بھی زیادہ مکرم ہے اور ابوالمہزم کو شعبہ نے ترک کر دیا ہے اور ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے اور روایت کیا اس کو ابن حبان نے ضعفا میں اور بیہقی نے شعب میں اسی طریق سے مصنف کے الفاظ سے (یعنی اس میں لفظ بعض نہیں ہے)

کرتی تا کہ اسکی مغفرت فرماتے اور ایک لفظ میں یہ ہے کہ تم کو (اس عالم سے) لے جاتے۔

فائدہ: اس میں گناہ کے وجود کی حکمت (مذکور) ہے (مگر) اس حیثیت سے کہ وہ حق تعالیٰ کا ایجاد کیا ہوا ہے کیونکہ یہ ایجاد حسن ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ خلق سے صادر ہوا ہے کیونکہ یہ صدور قبیح ہے اور حاصل اس حکمت کا ظہور مغفرت ہے اور اس نکتہ تک بجز عارفین کے کسی کے ذہن کی رسائی نہیں ہوئی۔

طاعات پر تکیہ نہ کرنا

۱۷۷- **حدیث:** حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ جو آیت ہے یوتون ما اتوا و قلوبھم و جلۃ (یعنی دیتے ہیں جو دیتے ہیں اور ان کے دل خوف زدہ ہیں) یہ تمام افعال کو عام ہے کیونکہ یہ سب میں ان کو عدم سے ہستی میں لانا اور وجود دینا ہے) کیا مراد اس سے وہ شخص ہے جو چوری اور زنا کرے۔ (کیونکہ خوف تو ان ہی افعال کے بعد ہوتا ہے) آپ نے فرمایا نہیں (آگے تمہ آتا ہے)

فائدہ: اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ اعمال پر اعتماد نہ چاہئے اور نیز اس میں قطع ہے غرور و ناز کا اور یہ مضمون نہیں ہے کہ خوف کو غالب کیا جائے رحیم ذی افضال سے امید رکھنے پر کیونکہ جس شخص کو ان طاعات میں مشغولی ہو جیسے نماز ہے روزہ ہے اموال کا تصدق کرنا ہے اس کے لئے تو اس کا عکس ثابت ہے چنانچہ یہ مضمون قریب ہی گزر چکا ہے اس حدیث کے تحت میں لو تعلمون ما اعلم الخ۔

تغیر طبعی کمال کے منافی نہیں

۱۷۸- **حدیث:** حضرت حنظلہ کی حدیث ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

(۱۷۶) روایت کیا اس کو مسلم نے ابوایوب کی حدیث سے اور لفظ ثانی کو ابوہریرہؓ کی حدیث سے اسی کے قریب اور تمہ اس کا یہ ہے کہ (تم کو تو اس عالم سے لے جاتے) اور (بجائے تمہارے) ایک دوسری مخلوق کو لاتے جو گناہ کرتی پھر اس کی مغفرت فرماتے۔ (۱۷۷) اس کو ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا میں (یعنی عراقی) کہتا ہوں کہ بلکہ یہ منقطع ہو عائشہؓ اور عبدالرحمان بن سعد بن وہب کے درمیان میں ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث عبدالرحمن بن سعد سے مروی ہے وہ ابوحازم سے روایت کرتے ہیں اور تمہ حدیث کا (حضور کے اس ارشاد کے بعد نہیں) یہ ہے کہ (آپ نے فرمایا) بلکہ مراد وہ شخص ہے جو روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور صدقہ دے اور (پھر) ڈرے کہ یہ اس سے قبول نہ کیا جائے۔ (۱۷۸) روایت کیا اس کو مسلم نے مختصراً

وسلم کی خدمت میں تھے آپ نے ہم کو نصیحتیں فرمائیں اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ (حضرت حنظلہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ) حنظلہ (یعنی میں) تو منافق ہو گیا جس کی وجہ یہ بیان کی کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا جنت و دوزخ کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بیوی بچوں میں مشغول ہو کر وہ حالت نہیں رہتی اور یہ بظاہر نفاق ہے حضرت صدیق بولے کہ یہ حالت تو میری بھی ہے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ (پھر دونوں صاحب حضور میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کی سی حالت رہے تو تم سے ملائکہ مصافحہ کیا کریں) لیکن اے حنظلہ ایک ساعت کیسی ایک ساعت کیسی۔

فائدہ: اس حدیث میں یہ ہے کہ تغیر طبعی سے کامل بھی خالی نہیں (چنانچہ صحابہ سب کامل ہی تھے خصوصاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) اور یہ تغیر (مقصود میں) مضر نہیں بلکہ اس میں ایسی مصلحتیں ہیں جو اہل طریق کو ذوقی طور پر معلوم ہوتی ہیں۔

اجتماع حال مع کمال

۱۷۹- حدیث: آپ نے یوم بدر میں فرمایا اے اللہ اگر یہ جماعت (مسلمانوں کی) ہلاک ہو جائیگی تو روئے زمین پر کوئی شخص بھی ایسا نہ رہے گا جو آپکی عبادت کریگا۔

فائدہ: اس کا فائدہ آگے آتا ہے۔

۱۸۰- حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز میں داخل ہوتے تھے تو آپ کے سینے کی ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسے ہنڈیا کے جوش کی آواز ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اور حدیث سابق میں دلالت ہے اس پر کہ غلبہ حال کا کمال کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے اگرچہ یہ علی سبیل القلۃ ہوتا ہے (چنانچہ حدیث سابق

---

(۱۷۹) روایت کیا اس کو بخاری نے ابن عباس کی حدیث سے ان الفاظ سے کہ اگر آپ کو یہی منظور ہے تو آج کے دن کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے گی۔ (۱۸۰) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے شمائل میں اور نسائی نے عبداللہ بن الشخیر کی حدیث سے۔

میں دعا کا انداز اور اس حدیث میں سینہ کی آواز اسی غلبہ حال سے ناشی ہے)۔

کتاب الفقر و الزھد

فضیلت فقر

۱۸۱- حدیث: ابونعیم نے حسین بن علی سے بسند ضعیف حلیہ میں روایت کیا ہے کہ فقراء کے پاس احسانات مہیا کیا کرو الی آخرہ حاشیہ میں برہان حلبی سے انہوں نے بخط بعض فضلاء ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مذکور اور اسی طرح حدیث الفقر فخری کو دونوں غلط ہیں اور مقاصد حسنہ میں ہے کہ الفقر فخری کو ہمارے شیخ نے باطل موضوع کہا ہے اور دیلمی نے معاذ بن جبل سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا میں فقر ہے اور اس کی سند میں کچھ مضائقہ نہیں (اشارہ ہے قدرے ضعف کی طرف)۔

فائدہ: اور اصل یعنی ان دونوں حدیثوں کی (جن کو موضوع کہا گیا ہے) یعنی فقر اور فقراء کی فضیلت اور ان کے ساتھ احسان کرنا یہ بلا کسی اشتباہ کے ثابت ہے۔

قبولیت ہدیہ کو مناسب شرائط سے مشروط کرنا

۱۸۲- حدیث: میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں کسی کا ہبہ قبول نہ کروں گا بجز قریشی یا ثقفی یا انصاری یا دوسی کے (یہ اس وقت فرمایا تھا جبکہ ایک اعرابی نے آپ کو ایک اونٹ ہدیہ دیا تھا) آپ نے اس کے عوض میں کئی اونٹ عطا فرمائے مگر وہ راضی نہ ہوا اور اس کو توقع اور زیادہ کی تھی اس فرمانے کا حاصل یہ تھا کہ یہ خاص قبائل یا) ان کے امثال عالی حوصلہ ہوتے ہیں کہ محض محبت سے ہدیہ دیتے ہیں کسی غرض کی طمع سے نہیں دیتے)

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے اس کی کہ قبول ہدیہ کو ایسے خاص شرائط کے ساتھ مقید کرلیا جائے جن کو مصالح مقتضی ہوں (اور ان شرائط کے نہ ہونے پر رد ہدیہ کو خلاف سنت نہ کہا جائے۔

---

(۱۸۲) روایت کیا اس کو ترمذی نے حدیث ابوہریرہ سے اور کہا کہ یہ حدیث کئی طریق سے ابوہریرہ سے روایت کی گئی ہے میں (عراقی) کہتا ہوں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

قبول ہدیہ کا عدم اشراف کے ساتھ مشروط ہونا

۱۸۳- حدیث: صحیحین میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جو مال تمہارے پاس اس حالت میں آئے کہ تم کو نہ اس کا انتظار ہو اور نہ تم اس کا سوال کرو تو اس کو لے لیا کرو۔

فائدہ: اس حدیث میں قبول ہدیہ کا ایک ادب ہے یعنی اس میں شرط یہ ہے کہ اس کا انتظار نہ ہو اور انتظار کی یہ علامت ہے کہ اس مال کے نہ آنے سے اس کو ناگواری ہو۔

عدم حکم بقرائن محتملہ

۱۸۴- حدیث: سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے۔

فائدہ: اس میں یہ مضمون ہے کہ صاحب معاملہ کو جس میں ضرر ہو اس میں قرائن ظنیہ پر حکم نہ کرنا چاہئے جیسے سوار دیکھ کر اس کو غنی سمجھ لیا جائے اور یہی عادت ہے صوفیہ کی۔

بعض صفات کاملین

۱۸۵- حدیث: جب آپ سے حارثہ نے عرض کیا کہ میں مومن ہوں آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ الخ

فائدہ: اس میں صفات کاملین کی مذکور ہیں اور اس حدیث کے مضمون کو مولانا رومی

---

(۱۸۴) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے حسین بن علیؓ کی حدیث سے اور نیز حضرت علی کی حدیث سے اور اول طریق میں یعلی بن ابی یحیٰ ہے جس کو ابو حاتم نے مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسرے طریق میں ایک شیخ ہے جس کا نام معلوم نہیں ہوا اور دونوں (طریق کی) حدیثوں پر ابوداؤد نے سکوت کیا ہے (تو ثابت ہوا کہ حدیث بے اصل نہیں) اور ابن الصلاح نے جو علوم حدیث میں (اس کے خلاف) ذکر کیا ہے کہ ان کو احمد بن حنبل سے یہ خبر پہنچی ہے کہ چار حدیثیں ہیں جو بازاروں میں دائرہ ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ان میں سے ایک یہ ہے للسائل حق الخ تو یہ قول احمد سے صحیح نہیں ہے کیونکہ خود احمد نے اس حدیث کو اپنی مسند میں حسین بن علی سے روایت کیا ہے۔ (۱۸۵) روایت کیا اس کو بزار نے حدیث انس سے اور طبرانی نے حدیث حارث بن مالک سے اور دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور تتمہ حدیث کا یہ ہے کہ حارثہ نے (حقیقت ایمان کے سوال کے جواب میں) عرض کیا کہ میرا نفس دنیا سے ہٹ گیا پھر میرے نزدیک دنیا کا سنگ اور زر برابر ہو گیا اور (مجھ کو مشاہدہ قلب سے نہ کہ مشاہدہ عین سے ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا میں جنت دوزخ پر مطلع ہوں اور گویا میں اپنے پروردگار کے عرش پر مطلع ہوں کہ نمایاں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (واقعی) تم کو معرفت حاصل ہو گئی پس اسی پر جمے رہو (اور ان کی نسبت یہ بھی فرمایا کہ) یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب کو ایمان سے منور فرما دیا ہے۔

اپنی مثنوی میں دفتر اول کے چار خمس کے بعد لائے ہیں مع مضمون اس حدیث کے جو کتاب الخوف میں سب سے پہلی حدیث ہے اور دونوں حدیثوں کو ایک کر دیا حالانکہ دونوں الگ الگ ہیں (مگر اس سے اصل مقصود میں کوئی خلل نہیں ہوا) اور اس تعدد کی تحقیق انشاءاللہ تعالیٰ شطر باقی میں غیر العراقی میں آئے گی اور اس میں بجائے حارثہ کے عوف بن مالک ہیں۔

تکلف اور ترفع کی مذمت

۱۸۶- حدیث: طبرانی نے ابوالعالیہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک بالا خانہ (بلا ضرورت بنایا تھا ورنہ بضرورت خود حضور کے یہاں بالا خانہ تھا) ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو منہدم کرا دو الخ۔ اور یہ حدیث منقطع ہے اور یہ حدیث کہ آپ ایک بلند قبہ پر گزرے اور پوچھا کہ یہ کس کا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں کا ہے۔ جب وہ شخص آپ کے پاس حاضر ہوا آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔

فائدہ: ان دو حدیثوں میں مذمت ہے تفاخر اور ترفع اور تکلف زائد از حاجت کی اور یہ مسئلہ علماً و عملاً اہل طریق میں مثل متفق علیہ کے ہے۔

---

(۱۸۶) اس حدیث کو ابوداؤد نے حدیث انس سے باسناد جید نقل کیا ہے ان الفاظ سے کہ حضور نے ایک بلند قبہ دیکھا اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ آپ (آنے کے وقت) اس کی طرف اتنے متوجہ نہیں ہوئے جیسے پہلے ہوتے تھے اس نے اپنے دوستوں سے یا آپ کے اصحاب سے آپ کے رخ بدلنے کی وجہ پوچھی۔ لوگوں نے بتا دیا اس نے جا کر اس کو منہدم کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر گزر ہوا تو اس کو نہ دیکھا اور آپ کو خبر دی گئی کہ اس نے اس کو منہدم کر دیا آپ نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

کتاب توحید و توکل

اسرار تقدیر کے انکشاف کا امکان اور کشف غوامض کی ممانعت

۱۸۷- **حدیث:** ابن عدی اور ابونعیم نے حلیہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ مسئلہ قدر اللہ تعالیٰ کا راز ہے سو اللہ عزوجل کے راز کا افشاء مت کرو۔

فائدہ: مسئلہ قدر کو سرِ الٰہی فرمانے میں اور اس میں کلام کرنے سے ممانعت فرمانے میں دو امر پر دلالت ہے ایک یہ کہ مسئلہ قدر دنیا میں بھی بقدر استعداد منکشف ہو سکتا ہے ورنہ اس کے انکشاف سے ممانعت نہ فرمائی جاتی کیونکہ ممانعت کرنا اس کو مقتضی ہے کہ اس چیز پر قدرت بھی ہو (اور قدرت علی الافشاء موقوف ہے انکشاف پر) اور دوسرا امر یہ ہے کہ امور کشفیہ کے اور ایسے غوامض کے افشاء سے ممانعت ہے کہ نااہل اس کا تحمل نہ کر سکے اور یہ دوسرا امر تو (عام طور سے) کلام قوم میں معروف ہے اور امر اول (صرف) خواص کو معلوم ہے (باقی عام خیال یہی ہے کہ سر قدر دنیا میں منکشف نہیں ہو سکتا گو آخرت میں ہو جائے) اور بعض کا جو یہ قول ہے کہ اس کا انکشاف (مطلقاً) ممتنع ہے حتیٰ کہ جنت میں بھی (انکشاف نہیں ہوگا) تو مراد انکشاف بکنہہ ہے کیونکہ وہ موقوف ہے انکشاف صفات (الٰہیہ) بکنہہا پر اور وہ ممتنع ہے (حتیٰ کہ آخرت میں بھی) کیونکہ اس سے ممکن کا احاطہ کرنا واجب کو لازم آتا ہے (اور یہ احاطہ عقلاً ممتنع ہے جس میں سب مواطن برابر ہیں)۔

توہم دعویٰ قوت کی مذمت

۱۸۸- **حدیث:** حضرت علی رضی اللہ عنہ مریض ہوئے سو ان کو رسول اللہ صلی اللہ

---

(۱۸۷) یہ الفاظ ابونعیم کے ہیں اور ابن عدی نے بجائے ان الفاظ کے یہ کہا ہے کہ قدر میں کلام مت کرو کیونکہ وہ راز ہے اللہ تعالیٰ کا (اس کا بھی وہی حاصل ہے) اور یہ حدیث ضعیف ہے (یعنی لفظاً باقی معنی حدیث صحیح سے ثابت ہے جس میں قدر میں کلام کرنے پر ناخوشی ظاہر فرمائی ہے)۔

علیہ وسلم نے دعا کرتے سنا کہ اے اللہ مجھ کو بلا پر صبر دیجئے آپ نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے بلا مانگی (کیونکہ صبر تو اسی میں ہوتا ہے) سو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو (عراقی کہتے ہیں کہ) یہ حدیث پہلے گزر چکی مع کسی قدر اختلاف کے میں (اشرف) کہتا ہوں کہ مجھ کو وہ موقع نہیں ملا اور مشکوٰۃ کے باب دعوات فی الاوقات کی فصل ثانی میں ترمذی سے منقول دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا کہ اللہ میں آپ سے صبر مانگتا ہوں آپ نے فرمایا تو نے اللہ سے بلا مانگی سو اس سے عافیت مانگ۔

فائدہ: اس حدیث میں ایسے امر پر نکیر ہے جو دعوے قوت کو موہم ہو چہ جائیکہ قوت کا دعویٰ ہو جیسے بعض مغلوبین سے اس کا صدور ہو جاتا ہے جیسے سمنون محبؒ کا قول ہے۔

جز تیرے مجھ کو کوئی بھاتا نہیں　　　آزما لے جس طرح چاہے مجھے

اور اس سے ان پر عتاب ہوا اور (جس بول میں) مبتلا ہو گئے پھر استغفار کیا اور آرام ہو گیا اور وہ جو نصوص میں جو صبر کا سوال آیا ہے وہ صبر فی الاعمال ہے جیسے جہاد میں ثابت قدم رہنا اور اس کے ساتھ ساتھ غلبہ علی الکفار کا بھی سوال ہے جو زوال بلا کے سوال کو مستلزم ہے سو دونوں سوالوں میں فرق ہو گیا (یعنی جس سے نہی آئی اور جس کا امر آیا ہے)۔

کتاب المحبت والشوق

حظوظ مباح اور کمال زہد ایک دوسرے کے منافی نہیں

۱۸۹- حدیث: ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا جب وہ آپ کی روح قبض کرنے آئے کیا آپ نے کسی دوست کو دیکھا ہے کہ اپنے دوست کی جان لیتا ہو (عراقی کہتے ہیں) میں نے اس کی کوئی اصل نہیں پائی اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی فرمائی کیا تم نے کسی محبّ کو دیکھا ہے کہ اپنے محبوب سے ملنا ناگوار سمجھتا ہو۔ انہوں نے فرمایا اے ملک الموت بس اب جان لے لو۔

فائدہ: میں کہتا ہوں اس کے معنی مرکب ہیں ادلال اور شوق سے اور یہ دونوں ثابت ہیں اور نیز ایک تیسرے جزو سے بھی یعنی اللہ تعالیٰ کا مومن کے رنج

کو ناگوار سمجھنا اور یہ مضمون (حدیث میں) صریحاً وارد ہوا ہے (کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ کو مومن کا رنج گوارا نہیں اور اس کو موت سے رنج ہوتا ہے) اور یہ حدیث اس رسالہ کے کتاب النکاح میں گزر چکی ہے پس اس روایت کا مضمون (جو کہ اصل مقصود ہے وہ) ثابت ہے۔ لیکن اس کو روایت بالمعنی نہ کہیں گے گو للمعنی کہہ دیں اور نیز میں کہتا ہوں کہ ایسی روایات کے ذکر کرنے میں جس کی اصل نہیں پائی گئی۔ دو فائدے ہیں ایک تو وہی جو اسی رسالہ کے خطبہ میں میرے اس قول میں مذکور ہے کہ شاید کسی کو وہ روایت (مع سند) مل جائے اور دوسرا فائدہ یہ کہ اس کی روایت سے احتیاط رکھی جائے جب تک کہ سند نہ مل جائے۔

۱۹۰- **حدیث:** ابونعیم نے طب نبوی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سبزی اور آب جاری کی طرف نظر کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ مباح سے انتفاع جب تک کہ اس میں غلو نہ کرے کمال زہد کے منافی نہیں جیسا کہ خشک لوگ سمجھتے ہیں۔

شیخ وطالب کے درمیان مناسبت کی شرط

۱۹۱- **حدیث:** فما تعارف منها ائتلف یہ آداب صحبت میں گزر چکی ہے اور اس مقام پر اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ارواح (اپنے عالم میں) جمع کی ہوئی جماعتیں ہیں سو جن (ارواح) میں (وہاں) تعارف ہو گیا (یہاں) ان میں باہم الفت ہوگی اور جن میں (وہاں) اجنبیت رہی (یہاں) ان میں باہم اختلاف رہے گا۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے اس مسئلہ کی جو صوفیہ کے نزدیک مقرر ہے کہ شیخ اور طالب میں مناسبت شرط ہے کیونکہ اہم مقصود اس واقعہ کی خبر دینے سے یہی ہے۔

---

(۱۹۰) اور اسناد اس کی ضعیف ہیں۔

(۱۹۱) روایت کیا اس کو مسلم نے ابوہریرہ کی حدیث سے اور بخاری نے معلقاً حضرت عائشہؓ کی حدیث سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت اللہ کے اثبات کو اس کی نفی پر ترجیح ہے

۱۹۲- حدیث: صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جو شخص تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا اور مسلم کے نزدیک ابوذر کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں اور حضرت ابن عباس اور اکثر علماء آپ کی اثبات رویت للرب کی طرف گئے ہیں (میں کہتا ہوں کہ جلال سیوطی نے اپنی تفسیر (جلالین) میں مستدرک حاکم سے وارد کیا ہے وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اھ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو (یعنی نفی رویت کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا (محض ان کی رائے ہے میں کہتا ہوں اور ابن عباسؓ نے اثبات رویت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور حکم بالاثبات میں اس کا احتمال نہیں کہ اجتہاد سے ہو اور نفی میں اس کا احتمال ہے اس آیت کی وجہ سے لاتدرکه الابصار اھ) اور ابوذر کی جو حدیث ہے (جس میں نفی رویت مذکور ہے) امام احمد فرماتے ہیں کہ میں اس کو ہمیشہ منکر سمجھتا رہا۔ اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ قلب میں اس کی صحت اسناد کی طرف سے کھٹک ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ امام احمد کی ایک روایت میں ابوذر کی حدیث میں یہ ہے کہ میں نے اس کو ایک نور دیکھا الحدیث (پس یہ صریح ہے اثبات رویت میں) اور اس روایت کے سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور کسی امام نے) اس پر نکارت یا تردد کا حکم نہیں کیا پس اس کو ترجیح ہوگی میں کہتا ہوں کہ مسلم پر ایک حاشیہ میں فتح الباری سے یہ مضمون ہے کہ ابن خزیمہ کے نزدیک ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ آپ نے رب کو قلب سے دیکھا اور آنکھ سے نہیں دیکھا اور اس سے ابوذر رضی اللہ عنہ کی مراد ذکر نور سے ظاہر ہوتی ہے یعنی نور درمیان رویت اور بصر کے حائل ہو گیا حاشیہ ختم ہوا میں کہتا ہوں کہ یہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک رائے ہے جس سے اثبات و نفی کی روایتوں کے درمیان وہ

جمع کر رہے ہیں اور جمع فرع ہے تعارض کی اور تعارض ہے نہیں کیونکہ نص اور وہ اثبات ہے ظاہر پر اور وہ نفی ہے مقدم ہوگی اور اگر تعارض تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی دوسرے طریق پر جمع کرنا ممکن ہے اور وہ طریق یہ ہے کہ اثبات کو مطلق رویت پر محمول کیا جائے اور نفی کو ادراک بالکنہ پر اور قیامت میں بھی رویت ایسی ہی ہوگی اور یہ رویت اس حیات میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہے بدلیل دوسرے نصوص کے جو رویت قبل الموت کو ممتنع قرار دے رہی ہیں اور درمیان درمیان کی عبارتیں میری بڑھائی ہوئی ہیں جو اس لفظ سے شروع ہوتی ہیں کہ میں کہتا ہوں اور اس لفظ پر ختم ہو جاتی ہیں اھ یعنی انتہے اور باقی عبارت عراقی کی ہے)

بطلان مذہب اباحیہ

۱۹۳- **حدیث**: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں اس کو کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا اس کے مشابہ ہے جس کے پاس کوئی گناہ ہی نہیں۔

فائدہ: یہ فرقہ اباحیہ کے مذہب کے ابطال میں صریح ہے (جو کہتے ہیں کہ بعد تقرب کے معاصی بھی مباح ہو جاتے ہیں) ورنہ وہ گناہ ہی نہ رہتا (پس اس کو گناہ فرمانا صاف اباحت کی نفی کر رہا ہے) باقی ضرر نہ کرنا اس کی وجہ یا یہ ہے کہ گناہ اس سے لاحق ہی نہیں ہوتا (یعنی اس سے گناہ کا صدور ہی نہیں ہوتا تا کہ ضرر پہنچا سکے) اور (اس صورت میں) اس کا مابعد اس کا مقابل ہوگا (یعنی بعض وہ ہیں جن سے گناہ ہی نہیں ہوتا اور بعض ان کے مقابلہ میں وہ ہیں جن سے گناہ ہوتا ہے مگر توبہ کر کے ایسے ہو جاتے ہیں جن سے نہیں ہوا)۔ اور یا (عدم ضرر) توفیق توبہ کی وجہ سے ہے اور (اس صورت) میں اس کا مابعد اس کا مفسر ہو جائے گا (یعنی عدم ضرر کی تفسیر یہ ہے کہ وہ توبہ کر لیتا ہے) اور یا (عدم ضرر) غلبہ حسنات کے سبب ہے (جس سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے) اور اس صورت میں) اس کا مابعد اپنے مقصود میں مستقل ہو جائے گا (نہ مقابل ہوگا نہ مفسر ہوگا) نیز میں کہتا ہوں کہ اسی طرح اہل بدر کے باب میں جو حدیث میں ہے **فقد غفرت لکم** وہ بھی (ابطال اباحت کی دلیل ہے چنانچہ) شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث (سے استدلال)

---

(۱۹۳) ذکر کیا اس کو صاحب فردوس نے اور ان کے ولد نے اس کو مسند الفردوس میں تخریج نہیں کیا۔

میں کہا ہے کہ (حدیث میں غفوت لکم فرمایا ہے جو نود دلیل ہے اس فعل کے ذنب ہونے کی) بحت لکم یا احللت لکم نہیں فرمایا (جو اباحت پر دال ہو)۔

شوق کے مارے موت کی تمنا کرنا

۱۹۴- حدیث: تم میں کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کسی تکلیف کے سبب جو اس پر نازل ہو۔

فائدہ: یہ قید (لضر) اس پر دال ہے کہ شوق الیٰ لقاء اللہ کے سبب جو موت کی تمنا ہو اس کی ممانعت نہیں اور یہ بے شمار بزرگوں سے منقول ہے۔

اہتمام خوف سے زیادہ اہتمام محبت

۱۹۵- حدیث: ابو نعیم نے حلیہ میں اس کا مرفوع حصہ حضرت عمرؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ سالم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ سالم کو اللہ تعالیٰ سے بہت شدید محبت ہے (حتیٰ کہ) اگر ان کو اللہ عزوجل کا خوف بھی نہ ہوتا تب بھی یہ اس محبت کے سبب) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ اصل (مؤثر ترک معصیت میں محبت ہی ہے رہا خوف سو وہ (اس تاثیر میں) اس (محبت) سے بعد کے درجہ میں ہے اور اسی وجہ سے محققین اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ طالبین کے قلوب میں محبت کا القا کریں۔

رضا و صبر

۱۹۶- حدیث: حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص میری بلا پر صبر نہ کرے الحدیث (احیاء میں اس حدیث میں یہ بھی ہے اور میری نعمتوں کا شکر نہ کرے اور میری (قضا) پر راضی نہ ہو الخ)

---

(۱۹۴) روایت کیا اس کو شیخین نے انسؓ کی حدیث سے۔ (۱۹۵) اور (اس کی سند) میں عبداللہ بن لہیعہ ہے (جو ضعیف ہے)۔ (۱۹۶) روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن حبان نے ضعفا میں ابی ہندداری کی حدیث سے جس میں صرف یہی قول ہے کہ جو شخص میری بلا پر صبر و رضا نہ کرے (اس میں شکر کا مضمون نہیں) اس کو چاہئے کہ میرے سوا کسی اور رب کو تلاش کرے اور اسناد اس کے ضعیف ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث صریح ہے وجوب صبر ورضا میں جو کہ مقامات سلوک میں سے ہیں۔

اسباب شر سے احتراز

۱۹۷- حدیث: دلالت کرنے والا شر پر مثل اس کے کرنیوالے کے ہے۔

فائدہ: صریح ہے تسبب اللشر سے ممانعت میں خواہ قول ہو یا فعل کیونکہ لفظ دلالت دونوں (کے تسبب) کو عام ہے اور اسی وجہ سے تم اہل خشیت کو دیکھتے ہو کہ گمنامی کو پسند کرتے ہیں تا کہ کوئی ان کا ایسے امر میں اقتدار نہ کرنے پائے جس میں یہ احتمال ہو کہ وہ دین کو مضر ہو اور اس کی نظر اس کے ضرر (فی الدین) تک نہ پہنچی۔

ہر وقت اصلاح کا اہتمام

۱۹۸- حدیث: جابر کی حدیث کہ ہر بندہ اسی حالت پر مبعوث ہو گا جس پر مرا ہے۔

فائدہ: چونکہ موت کا کوئی وقت نہیں اور بعث ہو گا موت کی حالت میں اسی لئے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اپنی اصلاح ظاہر و باطن کا ہر وقت شدت سے اہتمام کرتے ہیں۔

اللہ کے لئے خوشبو لگانا اور اس طرح خوشبو لگانے کا عمل داخل دین ہونا

۱۹۹- حدیث: جو شخص اللہ کے لئے خوشبو لگائے وہ قیامت میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کی خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ ہو گی۔

فائدہ: اس میں اس مضمون کی اصل ہے جو میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ ہماری نیت تو خوشبو لگانے میں یہ ہوتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھے معلوم ہوں (کیونکہ جو چیز واقع میں اچھی ہے وہ خدا تعالیٰ کو بھی اچھی ہی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ان کا علم مطابق واقع کے ہے اور اللہ میں اور سب نیک نیتیں بھی داخل ہو گئیں)۔

---

(۱۹۷) روایت کیا اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں اسناد ضعیف سے۔ (۱۹۸) روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (۱۹۹) روایت کیا اس کو ابو الولید صفار نے کتاب الصلوۃ میں اسحاق بن ابی طلحہ کی حدیث سے مرسلاً۔

نیت کو عمل پر فوقیت ہے

۲۰۰- **حدیث:** نیت مومن کی زیادہ بہتر ہے اس کے عمل سے۔

فائدہ: اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نیت میں کوئی آفت کا احتمال نہیں (کیونکہ اس پر کسی کو اطلاع ہی نہیں) اور عمل میں اس کا احتمال ہے (مثلاً ریا وغیرہ) اور اسی وجہ سے تم اس جماعت (صوفیہ) کو دیکھتے ہو کہ مناشی اعمال پر اس قدر نظر کرتے کہ عمل پر اس قدر نہیں کرتے (اور منشا عمل وہی نیت ہے۔

قلب مدار اصلاح ہے

۲۰۱- **حدیث:** بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ جب سنور جاتا ہے تو تمام جسد سنور جاتا ہے (مراد قلب ہے کہ اس کی اصلاح سے تمام جسد کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث صریح ہے اس میں کہ اصلاح قلب اصل مدار ہے تمام اصلاح کا اور یہ مسئلہ گویا فن کی روح ہے۔

تنبیہ متعلق مابعد:۔ حدیث آئندہ یعنی مصعب بن سعد کی حدیث رسالہ ہذا ہی کا جزو ہے مگر اس کے مدلول کے مہتم بالشان ہونے کے سبب اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں لکھ دیا گیا ہے اس کا مابعد اس کے ماقبل ہی کی صورت میں لکھ دیا گیا۔

الحديث مع شرحه الملقب بالادراک والتوصل الیٰ حقیقة الاشراک والتوسل

بعد البسملة والحمد له والصلوٰة یہ ایک حدیث ہے رسالہ تشرف کی جس میں دو معرکۃ الآرا مسئلوں کی ایک بدیع تحقیق ہے جو غالباً نہ تلاش سے ملتی ہے نہ عامہ افکار کو وہاں تک رسائی ہوتی ہے ایک مسئلہ توسل جو موضوع رسالہ (تشرف) میں

(۲۰۰) روایت کیا اس کو طبرانی نے سہل بن سعد کی حدیث اور نواس بن سمعان کی حدیث سے اور دونوں کے دونوں ضعیف ہیں۔ (۲۰۱) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے نعمان بن بشیر کی حدیث سے۔

داخل ہونے کے سبب قصداً وارد کیا گیا ہو (دوسرا معیار فرق شرک اکبر واصغر کا جو ضمناً مذکور ہوا ہے۔ ضروری اور کثیر النفع اور اہل علم کے معتنی بہ ہونے کے سبب اس کو ایک مستقل رسالہ کی شکل میں بنا دیا گیا کہ انتفاع میں سہولت ہو اور استقلال کی بنا پر اس کا ایک لقب بھی رکھ بھی دیا گیا جو عنوان میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور شبہات کے لئے دافع فرمادے۔ اشرف علی آغاز محرم ۱۳۴۶ھ

۲۰۲- **حدیث:** مصعب بن سعد کی حدیث وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ ان کو یہ خیال ہو گیا کہ مجھ کو دوسرے صحابہؓ پر (بوجہ ریاست کے) کچھ فوقیت ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جو نصرت اس امت کی ساتھ ہے وہ بدولت اس کے عاجزوں کے اور ان کی دعا واخلاص ہی کے ہے (تو روسا ان کے محتاج ہوئے نہ کہ برعکس)۔

فائدہ: یہ حدیث دو امر پر دال ہے ایک تو عاجزوں کی فضیلت اور اسی وجہ سے تم اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ عاجزوں کو روسا پر مقدم رکھتے ہیں اور دوسرا مقبولین سے توسل کا ثبوت ان کی ذات سے بھی اور ان کے اعمال ظاہرہ و باطنہ کے ساتھ بھی چنانچہ اس مجموعہ پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ بدولت اس کے عاجزوں کے اور ان کی دعا و اخلاص کے (لفظ عاجز ذات پر دال ہے اور دعا عمل ظاہر پر اور اخلاص عمل باطن پر) اور اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ توسل بالمخلوق کی تین تفسیریں ہیں۔ ایک مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا جیسا مشرکین کا طریقہ ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے باقی یہ کہ یہ شرک جلی بھی ہے یا نہیں سو اس کا معیار[1] یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس مخلوق کے مؤثر

---

(۲۰۲) روایت کیا اس کو نسائی نے اور یہ حدیث بخاری کے نزدیک ان الفاظ سے ہے۔ تمہاری جو نصرت کی جاتی ہے اور تم کو جو رزق ملتا ہے یہ صرف تمہارے عاجزوں کی بدولت ہے۔

[1] حاصل اس اعتقاد تاثیر و عدم اعتقاد تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کا مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اس کا اپنے معتقد و مخالف کو نفع وضرر پہنچانا مشیت جزئیہ حق پر موقوف نہیں گو اگر روکنا چاہے پھر قدرت حق ہی غالب ہے جیسے سلاطین اپنے نائبین و حکام کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتے ہیں کہ ان کا اجرا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مستقل ہونے کا معتقد ہے تب تو یہ شرک کفری ہے جیسا کسی مخلوق کے لئے نماز و روزہ ایسی عبادت کرنا جو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ عملاً و معاملۃً شرک کفری ہے نہ کہ سجدہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس وقت سلطان اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا گو روکنا چاہئے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا۔ سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے اور مشرکین عرب کا اپنے الہہ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرت مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں مگر بعض مخلوق کو قرب و قبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کے لئے سفارش کرتے ہیں پھر اس سفارش کے بعد قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور سفارش کی تحصیل کے لئے اس کے ساتھ بلا واسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ اعتقاد تاثیر نہیں ہے لیکن بلا دلیل شرعی بلکہ خلاف دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیت اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیت عملیہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقات شرعیہ میں اس کو شرک کہہ دیا جاتا ہے ھذا ما سنح لی واللہ اعلم۔

تتمیم لزیادۃ التفہیم: تقریر مذکور فارق بین الشرکین جو کہ ماخوذ ہے کلیات شرعیہ سے اپنے دونوں دعووں کے اعتبار سے ایک یہ کہ مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے دوسرے یہ کہ تصرف مقید بالاذن کا قائل ہونا شرک اکبر نہیں زیادت اقناع میں محتاج تھی ادلہ جزئیہ کی جن سے ایک مدت تک باوجود فکر ذہن خالی رہا الحمد للہ کہ پرسوں اور کل میں علی التعاقب تین دلیلیں ذہن اور نظر میں گزریں جن کا مجموعہ دونوں دعووں میں تردد کے لئے نافی ہے۔

دلیل اول عقلی: براصول میزانیین جو اپنی جزئیت کے سبب کلیات سے زیادہ کافی ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ توحید الٰہی واجب عقلی ہے خواہ بدیہی ہو یا نظری یہ دوسری بحث ہے اور کسی حکم کا وجوب عقلی مستلزم ہوتا ہے اس کی نقیض کے امتناع عقلی کو پس نقیض توحید کا حکم ممتنع ہوگا اور اس نقیض کی دو قسمیں ہیں ایک نفی الٰہ کہ کفر ہے دوسری تشریک الٰہ آخر معہ کہ شرک ہے اور ہر مقسم کا امتناع مستلزم ہوتا ہے اس کے سب اقسام کے امتناع کو پس شرک کے لئے لازم ہوا کہ وہ کسی امر ممتنع کا اعتقاد ہوگا اور اس امتناع و استحالہ کی طرف نصوص بھی مشیر ہیں۔

کقوله تعالیٰ لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا و قوله تعالیٰ لو كان معه الهة كما يقولون اذا لابتغوا الیٰ ذی العرش سبيلاً و قوله تعالیٰ مااتخذ الله من ولد وما كان معه من اله اذا لذهب كل اله بما خلق ولعلیٰ بعضهم علیٰ بعض وقوله تعالیٰ لواراد الله ان يتخذ ولدا لاصطفیٰ مما يخلق مايشاء سبحانه ونحوها من الايات علی ما فسرت فی بيان القرآن

اور تصرف مقید بالاذن عقلاً ممتنع نہیں پس وہ شرک نہ ہوگا گو کسی تصرف منفی بالنص کا اعتقاد بوجہ مخالفت نص کے معصیت یا کفر یا بدعت ہو علی اختلاف مراتب النص و مراتب المخالفۃ مگر شرک کسی حال میں نہ ہوگا اور جاہلان عرب کا شرک ہونا نص سے ثابت ہے پس لامحالہ وہ تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے۔ اس سے بحمد اللہ دونوں دعوے ثابت ہو گئے۔

دلیل ثانی نقلی: **من الاقوال المنقوله عن العلماء الربانيين** جو بوجہ صراحت موافقت اکابر کے دلیل عقلی سے زیادہ شافی ہے **قال القاضی محمدا علی التهانوی فی كتابه كشاف اصطلاحات الفنون الشرك علی اربعة انحاء الی ان قال منهم من يقول ان الله سبحانه خلق هذه الكواكب و فوض تدبير العالم السفلی اليها و قال بعد ورقة ان القوم يعتقدون ان الله فوض تدبير كل من الاقاليم الیٰ ملک معين وفوض تدبير كل قسم من اقسام العالم الیٰ روح سماوی بعينه.** (ص ۷۷۱، ۷۷۲) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تحیت گو معصیت ہے باستثناء اس فعل کے جو شعار کفر ہو جیسے سجدہ صنم وشدِ زنار ورنہ نہیں (صرف معصیت ہے) اور مستقل بالتاثیر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیئے ہیں کہ وہ ان کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس تفویض (واختیارات) سے معزول کر دے اور دوسری تفسیر یہ کہ مخلوق سے دعا کی درخواست کرنا اور یہ ایسے شخص کے حق میں جائز ہے جس سے دعا کی درخواست ممکن ہے اور یہ امکان میت میں کسی دلیل سے ثابت نہیں پس یہ معنی (توسل کے) زندہ کے ساتھ خاص ہوں گے اور تیسری تفسیر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اس مقبول مخلوق کی برکت سے اور اس کو جمہور

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) وقال ابن القیم فی اغاثة اللهفان ماحا صله انه تعالیٰ قال ام اتخذوا من دون الله شفعا قل اولو کانو الا یملکون شیاء ولا یعقولن قل لله الشفاعة جمیعاً له ملک السمٰوٰت والارض' اخبر ان الشفاعة لمن له ملک السمٰوٰت والارض وهوا لله وحده فهوا الذی یشفع بنفسه الیٰ نفسه فیرحم عبده فیاذن هو لمن یشاء ان یشفع فیه فصارت الشفاعة فی الحقیقة انما هی له والذری بشفع عنده انما یشفع باذنة له وامره بعد شفاعته سبحانه تعالیٰ وهی ارادته من نفسه ان یرحم عبده وهذا ضد الشفاعة الشرکیة التی البتها هؤلاء ماالمشرکون ومن وافقهم وهی التی ابطلها سبحانه وتعالیٰ فی کتابه بقوله لیس لهم من دونه ولی ولا شفیع فاخبر سبحانه انه لیس العباد شفیع من دونه بل اذاراداالله تعالیٰ رحمت عبده اذن هولمن یشفع فیه بشفاعة باذنه ولیست بشفاعة من دونه والفرق بین الشفیعین کالفرق بین الشریک والعبد الماموراِلی ان قال فالرب تعالیٰ هوالذی بحرک الشفیع حتیٰ یشفع والشفیع عندالمخلوق هوالذی یحرک المشفوع الیه حتیٰ یفعل. (ص ۱۱۵ الیٰ ۱۱۸)

ان اقوال سے دعوے اولیٰ منطوقاً اور دعوے ثانیہ مفہوماً ثابت ہے۔

دلیل ثالث نقلی: من آیات رب العالمین جو عالم السرائر والضمائر کی شہادت ہونے کے سبب حجیت میں سب سے زیادہ وافی ہے۔

وهوقوله تعالیٰ قل ادعوا الذین زعمتم من دونه فلا یملکون کشف الضرعنکم ولا تحویلا وقوله تعالیٰ ولا یملک الذین یدعون من دونه الشفاعة الامن اذن وامثالهما من الایات التی تفوت الحصر وجہ دلالت دعویٰ اولیٰ پر یہ ہے کہ ان نصوص میں ملک تصرفات کی نفی کی گئی ہے اور ملک ملک من حیث الملک کا مقتضا بلکہ حقیقت تصرف غیر مقید بالاذن ہے اور سیاق سے مقصود مزعومات مشرکین کا ابطال ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایسے اختیارات وتصرفات کے قائل تھے جو کہ مقید بالاذن نہ ہوں پس دعویٰ اولیٰ ثابت ہو گیا اور محل زم کی قیود میں مفہوم مخالفت معتبر ہوتا ہے اس سے دعویٰ ثانیہ پر بھی دلالت ہو گئی۔ والحمد لله علی اتمام النعم والهام الحکم. سلخ جلد ۲ ۱۳۴۵ھ ۱۲ منہ

نے جائز رکھا ہے اور ابن تیمیہ نے اور ان کے اتباع نے منع کیا ہے اس خیال سے کہ کسی نے علماء میں سے اس کو ذکر نہیں کیا کہ توسل یا استقا کسی نبی یا صالح کے وسیلے سے ان کی وفات یا غیر حاضری کی حالت میں مشروع ہے جیسا کہ ان کے رسالہ زیارۃ القبور میں یہ تقریر مذکور ہے اور ان سے تعجب ہے کہ خود انہوں نے اپنے رسالہ مذکور میں مجوزین کا قول اور ان کی دلیل بھی اس عبارت سے ذکر کی ہے کہ وہ مجوزہ لوگ کہتے ہیں کہ توسل میں نہ مخلوق سے دعا ہے اور نہ ان سے التجا ہے لیکن اس میں صرف اس کی جاہ (ومقبولیت) کے ذریعہ سے (حق تعالیٰ سے) سوال ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ میں ان لوگوں کے حق سے سوال کرتا ہوں جو آپ سے سوال کرتے ہیں اور اپنے اس چلنے کے حق سے سوال کرتا ہوں (جو محض اخلاص کے ساتھ واقع ہوا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر (مقبولین کا) حق قرار دیا ہے اپنے قول کے ختم تک اور دور تک کہتے چلے گئے اور (اس حق کے اثبات کے لئے) آیات واحادیث بیان کی ہیں (غرض مجوزین کے دلائل خود ذکر کئے ہیں) اور ان دلائل کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن باوجود اس (جواب نہ دینے کے) اس کے منع ہی پر جمے رہے اس معانی ثالث کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ یا فلاں عمل ہمارا یا فلاں بندہ کا عمل آپ کے نزدیک مقبول و پسند ہے اور ہم کو اس (بندہ یا عمل) سے تلبس اور تعلق ہے خواہ تو اس عمل میں ارتکاب کا اور خواہ اس بندہ یا اس کے عمل میں اس سے محبت رکھنے کا اور آپ نے ایسے شخص پر رحمت فرمانے کا وعدہ کیا ہے جس کو یہ تلبس (وتعلق) ہو پس ہم اس رحمت (موعودہ) کا آپ س سوال کرتے ہیں (یہ حقیقت ہے اس توسل کی) پس کاش مجھ کو کوئی یہ بتادے کہ اس (معنی) میں کونسی خرابی نقلی یا عقلی ہے البتہ اگر عوام کی (دینی) مصلحت کے لئے اس سے منع کیا جائے تو ہم بھی ابن تیمیہ کی مخالفت نہ کریں گے لیکن کلام مسئلہ کی تحقیق میں ہے سو اس میں حق ہمارے[1] ساتھ ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس اس

---

[1] اس تحریر کے بعد ایک تحقیق علامہ شوکانیؒ کی جواز توسل کے باب میں نظر سے گزری چونکہ ابن تیمیہ کے معتقدین شوکانی کو بھی حجت کہتے ہیں اس لئے اس کو نقل کرنا نافع معلوم ہوا وھو ہذا (از العدل ۲۹ جون ۲۷ء)

قاضی شوکانی کا بیان: رہی یہ بات کہ انسان اپنے مقصد کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

8 تحریر کو غنیمت سمجھو جس سے حقیقت توسل کی اور حقیقت شرک کی مکشوف ہوگئی جن میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کے دربار میں کسی شخص کو بطور وسیلہ پیش کرے تو اس میں شیخ عزالدین عبدالسلام فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں بطور وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا جائز ہوگا لیکن بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو جو توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں پیش کی جاتی ہے۔ شاید حدیث توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخ عزالدین کی مراد وہ حدیث ہو جو نسائی نے اپنے سنن اور ترمذی نے اپنے صحیح اور ابن ماجہ وغیرہ محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں باسند نقل کی ہے کہ ایک اندھا دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اندھا ہو گیا ہوں میرے لئے خدا سے دعا کرو کہ میں بینا ہو جاؤں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر یہ دعا پڑھو اے اللہ میں تیرے نبی کے طفیل تجھ سے درخواست کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا محمدؐ میں اپنی بینائی واپس کرانے میں تجھے (خدا کے دربار میں) سفارشی پیش کرتا ہوں اے اللہ میرے حق میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرما پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ از یں بعد بھی اگر تمہیں کبھی کوئی ضرورت پیش آئے تو اسی طرح مجھے وسیلہ بناؤ (اس شخص نے نبی کریم کو وسیلہ بنایا اور آنکھوں کے لئے دعا کی) تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بینا کر دیا علماء حدیث مذکورہ بالا حدیث کا مطلب دو طرح بیان کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث میں توسل کا مطلب وہی ہے جو حضرت فاروقؓ نے بیان کیا ہے کہ اے اللہ جب قحط پڑ جاتا تھا تو ہم تیرے نبی کو تیرے دربار میں وسیلہ پیش کیا کرتے تھے پس تو ہم پر بارش کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے دربار میں وسیلہ پیش کرتے ہیں یہ حضرت عمرؓ کی حدیث صحیح بخاری وغیرہ کتب میں موجود ہے تو حضرت عمرؓ کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بارش کی دعا کے وقت صحابہ کرامؓ آپ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے پھر آنحضرت کی رحلت کے بعد آپ کے چچا عباسؓ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا تو صحابہ کے توسل بالنبی کا یہ مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح طلب باراں کیا کرتے تھے کہ نبی کریمؐ دعا فرماتے اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ دعا کرتے تو اس طرح آنحضرت صحابہ کے لئے خدا کے دربار میں وسیلہ ہوتے کہ سفارشی بھی ہوتے اور ان کے لئے دعا بھی فرماتے اور دوسرا مطلب حدیث توسل بالنبی کا یہ ہے (جو قاضی شوکانی کا مذہب ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجات میں وسیلہ بنانا زندگی کی حالت سے مخصوص نہ تھا بلکہ جس طرح زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا اسی طرح انتقال کے بعد بھی آپ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور جس طرح آپؐ کی موجودگی میں آپؐ سے توسل جائز تھا اسی طرح عدم موجودگی میں بھی جائز تھا یہ بالکل واضح ہے کہ نبی کریمؐ کو آپ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ کے بعد دوسرے بزرگوں کو وسیلہ بنانا صحابہ کرامؓ کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے کیونکہ جب حضرت فاروقؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا تو کسی صحابی نے بھی اس کا خلاف نہیں کیا۔ میرے خیال میں جواز توسل کو نبی کریمؐ سے مخصوص کر دینا جیسا کہ عزالدین کو وہم ہوا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں اس عدم تخصیص کی دو دلیلیں ہیں پہلے تو وہی صحابہ کا اجماع جس سے ہم مطلع کر چکے ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ارباب فضل و کمال کو بطور وسیلہ پیش کرنے کا دراصل یہ مطلب ہے کہ ان کے اعمال صالحہ اور کمالات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے کیونکہ کوئی شخص وسیلہ بننے کے قابل ہی تب ہوتا ہے جبکہ وہ اعمال صالحہ کرے تو گویا جب کوئی شخص یوں کہے کہ اے اللہ میں فلاں صاحب کمال کو تیرے دربار میں وسیلہ پیش کرتا ہوں تو اس کا وسیلہ بننا بلحاظ کمال کے ہوگا اور نیک عمل کو وسیلہ بنانا حدیث سے ثابت ہے جیسا مسلم و بخاری وغیرہ میں موجود ہے کہ نبی کریم نے ان تین شخصوں کا قصہ بیان کیا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بہت فضلا وعقلا متحیر رہتے ہیں۔

تنبیہ: مسئلہ توسل کی ضروری تحقیق مع احادیث رسالہ نشر الطیب کی اڑتیسویں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جو غار میں تھے اور غار کے منہ پر پتھر آ گیا تھا ان میں سے ہر ایک نے اپنے بڑے عمل کو وسیلہ بنایا اور پتھر غار سے ہٹ گیا تو اگر اعمال صالحہ سے توسل ناجائز ہوتا یا شرک ہوتا جس طرح عزالدین وغیرہ سخت گیر لوگ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان تین آدمیوں کی دعا قبول نہ کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا قصہ بیان کر کے بعد ان کے فعل توسل کو ضرور ناجائز قرار دیتے (قاضی مرحوم توسل کو ثابت کر کے اب منکرین توسل کے دلائل کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب یہ واضح ہو گیا کہ توسل جائز ہے تو اب معلوم ہو گیا کہ جو دلائل منکرین توسل پیش کرتے ہیں مثلاً

ما نعبد هم الا ليقر بونا الى الله زلفى اور فلا تدعوا مع الله احدا اور له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لا يستجيبون لهم بشيء)

ہمارے دعویٰ جواز توسل بالنبی والصالحین کے لئے مضر نہیں بلکہ اگر ان آیات کو امتناع توسل کے لئے پیش کیا جائے گا تو یوں کہا جائے گا کہ محل نزع اور امتناع توسل سے یہ دلائل بالکل اجنبی ہیں کیونکہ مشرکوں کے اس قول سے کہ **مانعبد هم الا الخ** صاف یہ واضح ہے کہ مشرک قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے جو شخص کسی بزرگ کو وسیلہ بناتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھ کر کہ خدا کے دربار میں اس کی عزت ہے اس کو وسیلہ بناتا ہے۔ اسی طرح یہ آیت (**فلا تدعوا مع الله الخ**) جواز توسل کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں صرف یوں کہا گیا ہے کہ خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارو اور یوں نہ کہو یا اللہ یا فلاں اور جو کسی بزرگ کو وسیلہ بناتا ہے وہ تو صرف اللہ کو پکارتا ہے ہاں اللہ کے کسی نیک آدمی کو بوجہ کمال وسیلہ بناتا ہے۔ جس طرح ان غار والے تین اشخاص نے اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنایا تھا اور اسی طرح آیۃ **والذين يدعون من دونه الخ** جواز توسل کے خلاف نہیں کیونکہ مشرک تو ان کو بلاتے تھے جو ان کی سنتے نہیں تھے اور خدا کو جو ان کو سنتا ہے اس کو نہیں بلاتے لیکن کسی بزرگ کو وسیلہ بنانے والا تو صرف اللہ کو بلاتا ہے کسی دوسرے کو نہیں بلاتا۔

ہمارے کلام سابق سے منکرین توسل کے تمام دلائل کی بھی قلعی کھل جاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان دلائل کو منع توسل سے دور کا بھی واسطہ نہیں مثلاً ان کا یہ استدلال کہ **يوم لا تملك نفس لنفس شيئاً والامر يومئذ لله الخ**) جواز توسل کے منافی نہیں کیونکہ اس آیت میں صرف یہ بیان ہو رہا ہے کہ قیامت کو سب اختیارات اللہ کو ہوں گے اور کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں ہو گا لیکن جو شخص کسی بزرگ کو وسیلہ بناتا ہے اس کا تو کبھی یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ یہ بزرگ اختیارات اخروی میں خدا کا شریک ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ غیر اللہ کو امر آخرت میں کچھ اختیار ہے اس کو تو ہم بھی گمراہ سمجھتے ہیں لیکن متوسل کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہوتا۔ اسی طرح منکرین توسل کا آیت **ليس لك من الامر شيء** وآیۃ **قل لا املك لنفسي نفعاً ولا ضراً** سے استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ ان آیتوں میں تو اس کی تصریح ہو رہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر اللہ میں کوئی دخل نہ ہو گا اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں تو دوسرے کے نفع نقصان کے کس طرح مالک ہو سکتے ہیں لیکن کسی نبی یا ولی یا عالم کے توسل کے عدم جواز میں ان آیتوں کو کیا دخل متوسل کا تو یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ غیر اللہ کو امر آخرت یا نفع نقصان میں کوئی اختیار ہے۔ توسل کا انکار نبی کریم کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت کا انکار قرآن کا انکار ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فصل میں بھی قابل ملاحظہ ہے فقط

خاتمہ: مصعب بن سعد کی حدیث جو بشکل رسالہ مستقلہ ہے ختم ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) یعنی مقام شفاعت عظمیٰ کے اعزاز سے مشرف فرمایا ہے اور مخلوق کو یہ ہدایت کی ہے کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس شرف عظیم کی درخواست کیا کریں اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ مقام محمود کی درخواست کیا کرو۔ آپ کو دیا جائے گا اور امت کی سفارش کرو تمہاری سفارش قبول ہوگی۔ ہاں شفاعت کا حق اللہ کی اجازت سے ہوگا پھر خاص اس کو جس کو اللہ پسند فرمائیں اسی طرح منکرین توسل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ اے فلاں بن فلاں میں اللہ کی طرف سے تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں پیش کرنا جواز توسل کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ جب کسی کو اللہ نفع یا نقصان پہنچانا چاہے تو میں اس کا خلاف نہیں کرسکتا اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ توسل ناجائز ہے کیونکہ متوسل کا یہ عقیدہ تو نہیں ہوتا کہ وسیلہ امر اللہ میں دخیل ہے بلکہ اس کا تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ اختیار کلی صرف اللہ کو ہے اور میں اسی سے درخواست کرتا ہوں۔ ہاں کسی ایسے بزرگ کو جس کے طفیل دعا قبول ہو سفارشی بناتا ہوں اور وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ (ترجمہ در تعقد مصنفہ قاضی شوکانی)

حاشیۃ الحاشیہ: حاشیہ بالا کے شروع ہی میں جس حدیث کا نسائی و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہم محدثین کے حوالہ سے ذکر ہے میں نے اس کی دعا کا تتمہ قربات معروف' بمناجات مقبول میں وارد کیا ہے اور حفاظت عوام کے لئے صیغہ ندا کو اس سے مختصر کر کے ایک حاشیہ لکھ دیا ہے **واختصرته لان النداء الوارد فيه لا دليل على بقائه بعد حياته عليه السلام** اس پر امر تسر سے بطور طعن کے جو کہ آداب اہل علم کے خلاف ہے۔

ایک سوال آیا کہ آپ نے اندھے کی روایت میں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ترمیم کر دیا ہے شاید قعدہ میں بھی آپ السلام علی النبی کی تلقین کرتے ہوں گے اذکار ماثورہ میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار غالباً نہیں ہے اھ اس کا جواب جو یہاں لکھا گیا (جو بتامہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوا ہے اور قابل ملاحظہ ہے) اس کا نہایت مختصر ملخص اس مام پر نقل کرنا اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ تحقیق بالا سے جس طرح مسئلہ توسل میں افراط کی اصلاح کی گئی ہے کہ توسل کو استغاثہ میں داخل کر کے ناجائز سمجھیں اسی طرح اس جواب سے مسئلہ مذکور میں تفریط کا انسداد ہو جائے کہ استغاثہ کو توسل میں داخل کر کے جائز نہ سمجھ لیں جیسا کہ اس مصلحت کا قابل رعایت ہونا متن رسالہ کے ختم کے قریب عبارت نعم لوصنع عنہ لمصلحۃ العوام میں مذکور ہوا ہے وہ ملخص یہ ہے۔ میں تو تشہد میں السلام علی النبی کی تلقین نہیں کرتا مگر بعض اجلہ صحابہ نے یہ بھی کیا ہے **رواه البخاری فی کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین من قول ابن مسعودؓ** اور عامہ ائمہ کا ایسا نہ کرنا اس بنا پر ہے کہ یہ خطاب بوجہ اقتران بالسلام کے بواسطہ ملائکہ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا جاتا ہے اس لئے اس میں کسی مفسدہ کا احتمال نہیں بخلاف قصہ اعمیٰ کے کہ وہاں نہ کوئی دلیل بلاغ ہے اور واقعہ میں خود حضور اقدس سامنے تشریف رکھتے تھے اور بعد میں اس وقت کے عوام خوش عقیدہ تھے اس کو حکایت پر محمول کر لیتے تھے بخلاف اس وقت کے اکثر عوام کے کہ فساد عقیدہ ان کا مشاہدہ ہے البتہ اگر کسی عامی کا عقیدہ یقیناً صحیح ہو اس کے لئے اب بھی منقول کا اتباع اولیٰ ہے اھ۔

تمت الرساله مع تحقيقا تها و تعليقاتها والحمد لله على مواهبه من العلوم و تد قيقاتها۔ کتبہ اشرف علی تھانوی ۵ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

امتناع ادراک کنہ حق تعالیٰ

۲۰۳- حدیث: حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کہ ایک قوم نے حق تعالیٰ میں تفکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اطلاع پا کر) فرمایا خلق اللہ میں تفکر کرو اللہ میں تفکر مت کرو تم اس کا اندازہ نہ کر سکو گے۔

فائدہ: یہ صریح ہے اس مضمون میں جو عارفین نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات یا صفات کا ادراک بالکنہ ممتنع ہے مگر فعل کا ادراک ممتنع نہیں کیونکہ فعل مخلوق میں داخل ہے (جس میں تفکر کی اجازت ہے)۔

کتاب ذکر الموت

فضیلت موت

۲۰۴- حدیث: مومن کا تحفہ موت ہے۔

۲۰۵- حدیث: دیگر موت کفارہ ہے ہر مسلمان (کے گناہ) کا۔

فائدہ: یہ دونوں حدیثیں فضیلت موت میں صریح ہیں اسی لئے اہل اللہ اس کو محبوب رکھتے ہیں (اس سے متوحش نہیں ہوتے)

مراقبۂ موت

۲۰۶- حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرؓ کو فرمایا کہ جب تم صبح کرو تو اپنے نفس سے شام کی بابت باتیں مت کرو (کہ شام کو یہ کروں گا)۔

۲۰۷- حدیث: دیگر ابن عباسؓ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر

---

(۲۰۳) روایت کیا اس کو ابو نعیم نے حلیہ میں اس کے مرفوع حصہ کو اسناد ضعیف سے اور روایت کیا اس کو اصبہانی نے ترغیب و ترہیب میں دوسرے طریق سے جو اس سے اصح ہے۔ (۲۰۴) روایت اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب الموت میں اور طبرانی اور حاکم نے عبداللہ بن عمر کی حدیث سے مرسلا سند حسن سے۔ (۲۰۵) روایت کیا اس کو ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب میں اور خطیب نے تاریخ میں انسؓ کی حدیث سے ابن العربی نے شرح المریدین میں کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے اور ابن الجوزی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور میں نے اس کے طرق کو ایک جزء میں جمع کر دیا ہے۔

تشریف لے جاتے اور پیشاب کرتے اور دروازہ پر تیمّم فرمالیتے میں عرض کرتا کہ پانی تو آپ سے قریب ہے آپ فرماتے شاید میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔

فائدہ: دونوں حدیث صریح ہیں استحضار موت میں اور یہ صوفیہ کی مثل عادت عامہ کے ہے۔

ادراک میت

۲۰۸۔ حدیث: حضرت عائشہ کی حدیث کوئی ایسا شخص نہیں کہ اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے مگر وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کو (سلام کا) جواب دیتا ہے یہاں تک کہ یہ اٹھ کھڑا ہوا۔

فائدہ: صریح ہے میت کے صاحب ادراک ہونے میں اور اس پر اہل کشف متفق ہیں۔

احیاء کے اعمال اموات کو نافع ہوتے ہیں

۲۰۹۔ حدیث: میت کی حالت اپنی قبر میں بالکل ایسی ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا ہو اور مدد چاہتا ہو۔ منتظر دعا کا رہتا ہے جو اس کو اس کے باپ کی یا بھائی کی یا کسی دوست کی طرف سے پہنچ جائے الحدیث۔

فائدہ: یہ صریح ہے اس میں کہ احیاء کے اعمال اموات کو نافع ہوتے ہیں خواہ دعا ہو جیسا اس حدیث میں ہے خواہ طاعت مالیہ ہو خواہ طاعت بدنیہ ہو جیسا دوسری نصوص میں ہے اور اول تمام امت میں متفق علیہ ہے (حتیٰ کہ فرق باطلہ بھی اس کے قائل ہیں اسی لئے اس حدیث کا مجروح ہونا مضر نہیں اجماع سے اس کا مضمون ثابت

---

(۲۰۷) روایت کیا اس کو ابن المبارک نے زہد میں اور ابن ابی الدنیا نے قصر امل میں اور بزار نے بہ سند ضعیف۔

(۲۰۸) روایت کیا اس کو ابن ابی الدنیا نے قبور میں اور اس کی سند) میں عبداللہ بن سمعان ہے اور میں اس کے حال سے واقف نہیں ہوں اور روایت کیا اس کو ابن عبدالبر نے تمہید میں ابن عباس کی حدیث سے اسی کے قریب قریب اور تصحیح کی اس کی عبدالحق اشبیلی نے۔ (۲۰۹) روایت کیا اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن عباس کی حدیث سے اور اس میں حسن بن علی بن عبدالرحمان ہے ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے ہشام بن عمار سے ایک غلط حدیث روایت کردی اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ جب وہ دعا اس کو پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک تمام دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور احیاء کے ہدایا اموات کے لئے دعا و استغفار ہے۔

ہے) اور ثانی اہل سنت کے درمیان (متفق علیہ) ہے اور ثالث میں اہل سنت کا بھی اختلاف ہے اور حنفیہ اس کا اثبات کرتے ہیں۔

تحقیق مسئلہ رویت

۲۱۰- حدیث: صہیب کی حدیث اس آیت کے متعلق کہ جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اجر نیک ہے اور ایک زائد انعام ہے۔

فائدہ: یہ حدیث رویت باری تعالیٰ پر صریح دال ہے اور یہ حدیث اپنے ظاہر الفاظ سے رویت ذات پر دلالت کرتی ہے اور یہی مذہب ہے جمہور کا اور بعض اس رویت کے تجلی مثال ہونے کی طرف گئے ہیں جیسا کہ مسلم ہی کی دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جبکہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے آپ کے اس ارشاد تک کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس تشریف لائیں گے اپنی اس صورت میں جس کو یہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائیں گے کہ میں تمہارا رب ہوں وہ لوگ عرض کریں گے آپ ہمارے رب ہیں الخ (تو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ صورت وارد ہے) اور اللہ تعالیٰ صورت سے منزہ ہیں (پس لامحالہ یہ مؤول ہوگا) اور سب تاویلات میں قریب تر تاویل تجلی مثالی ہے اور مبہم کو مفسر پر محمول کیا جاتا ہے (پس رویت کا بطریق مثالی ہونا ثابت ہوگیا) یہ وہ قول ہے جو (اپنے مطلوب پر استدلال میں) انہوں نے کہا ہے لیکن (یہ استدلال کافی نہیں کیونکہ) ظاہر یہ ہے کہ یہ رویت جو قیامت کے دن

(۲۱۰) روایت کیا اس کو مسلم نے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا میں (یعنی عراقی) کہتا ہوں کہ وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی) للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ (جس کا ترجمہ اوپر گزرا ہے اور) فرمایا جب اہل جنت جنت میں اور اہل نار نار میں داخل ہوچکیں گے ایک پکارنے والا پکارے گا اے اہل جنت تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک وعدہ ہے وہ تم سے اس کو پورا کرنا چاہتا ہے اہل جنت (تعجب سے) کہیں گے وہ وعدہ کیا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری میزان کو (نیکیوں سے) وزنی نہیں فرمادیا اور کیا ہمارے چہروں کو سفید نہیں کردیا اور کیا ہم کو جنت میں داخل نہیں کردیا اور کیا ہم کو دوزخ سے نہیں بچالیا (اب اس سے بڑھ کر کیا ہوگا جو ابھی باقی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس حجاب اٹھادیا جائے گا اور حق تعالیٰ کے روئے مبارک کی طرف نظر کریں گے سو ان کو کوئی چیز ایسی عطا نہیں ہوئی جو ان کے نزدیک حق تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے زیادہ محبوب ہو۔

مؤقف میں ہوگی اس رویت سے مغائر ہوگی جو جنت میں مقبولان حق کے اکرام کے لئے ہوگی اور یہ (مؤقف کی رویت) تو محض امتحان کے لئے ہوگی (جیسا عنقریب آتا ہے) خطابی نے اس تغائر کی تصریح کی ہے جیسا کہ نووی نے شرح مسلم میں ان سے نقل کیا ہے اور ہم ابہام کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ قول ینظرون الی وجہ اللہ تعالیٰ رویت عین میں صریح ہے پس اس کی تجلی مثالی کے ساتھ مفسر نہ کریں گے اور تتمیم فائدہ کے لئے میں اس حدیث کو مع اس کے بعض اجزاء کی توجیہ بنا پر اصول قوم کے ابوسعید خدریؓ کے الفاظ سے نقل کرتا ہوں جبکہ اہل مؤقف سے کہا جائے گا ہر جماعت کو چاہئے کہ اپنے معبود کے ساتھ جائے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ یہاں تک کہ جب کوئی باقی نہ رہے گا بجز ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد اس وقت رب العالمین ان کے پاس ایسی صورت میں تشریف لائیں گے جو اس صورت سے مابعد کے درجہ میں ہوگی جس میں پہلے دیکھا تھا (یعنی جس صورت سے پہلے معرفت حاصل تھی جیسے ابوہریرہؓ کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ یہ امت باقی رہ جائے گی جس میں منافقین بھی ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک ایسی صورت میں آئیں گے جو اس کی اس صورت سے غیر ہوگی جس کی ان لوگوں کو معرفت حاصل تھی یعنی اس سے قبل دنیا میں پس میں نے جو دیکھنے کی تفسیر معرفت سے کی ہے وہ اس دلیل سے ثابت ہوگئی اور یہ رویت تجلی مثالی ہوگئی جب لفظ صورت کا ظاہر مدلول ہے) پھر ارشاد ہوگا تم کس چیز کے منتظر ہو ہر جماعت اپنے معبود کے ساتھ جائے وہ لوگ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم (صرف آپ کے لئے) دوسرے لوگوں سے ایسی حالت میں جدا ہوئے کہ ہم کو ان کی طرف سخت احتیاج تھی اور ان کا ساتھ نہیں دیا (پس اس وقت آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں) حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں (چونکہ اس تجلی میں حق تعالیٰ کو پہچانیں گے نہیں اس لئے) وہ لوگ کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں تجھ سے ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے دو بار یا تین بار ایسا کہیں گے یہاں تک کہ بعض تو بالکل اس کے

قریب ہو جائیں گے کہ (امر صواب سے) منقلب ہو جائیں (اور اس سے ہٹ جائیں بسبب امتحان شدید کے جو کہ جاری ہوگا یہ نووی نے کہا ہے اور ان لوگوں کے اس انکار کی کہ تو ہمارا رب نہیں شاید یہ وجہ ہے کہ جس وصف سے حق تعالیٰ کی ان کو دنیا میں معرفت حاصل ہے وہ بھی تجلی مثالی ہے جو اذہان مختلفہ میں اوضاع مختلفہ پر ہے اور یہ تجلی مثالی ذہنی اس وقت کی تجلی مثالی محشری پر منطبق ہوگی نہیں جیسا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دال ہے فی ادنیٰ صورۃ من التی راؤہا اور شاید حکمت اس تغائر تجلی کی امتحان ہو جیسا خطابی ونووی سے اوپر مذکور ہوا ہے یعنی امتحان ان کے ایمان کا اور ان دعوے توحید کا اور ان کے اس قول کا کہ ہم لوگوں سے جدا ہو گئے تھے۔ پس اس امتحان کے لئے ان کے لئے ان کی صورت ذہنیہ سے مغائر صورت میں تجلی فرمائی اور اس کے ساتھ ان میں اس کا علم ضروری پیدا نہیں فرمایا کہ یہ بھی تجلی ربانی ہے پس جب انہوں نے اس صورت کا انکار کیا تو ان کے دعوے توحید کا صدق ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے غیر کی ربوبیۃ کا انکار کر دیا اور شاید انقلاب عن الصواب کا سبب ان کے عقول پر اہوال کا غلبہ ہوا اس طرح کہ مستبعد نہ تھا کہ اس پر قیاس کر کے اس تجلی مثالی کا بھی انکار کر بیٹھیں جس کا ذکر عنقریب اسی حدیث میں آتا ہے) پھر ارشاد فرمائیں گے کیا تمہارے اور رب تعالیٰ کے درمیان کوئی علامت ہے جس سے تم اس کو پہچان لو وہ کہیں گے ہاں پس ساق کو کھول دیا جائے گا پس کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے گا جو اللہ کو سجدہ کرتا ہو دل سے مگر اس کو سجدہ کی توفیق ہو جائے گی اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے گا جو تقیہ اور ریا سے سجدہ کرتا ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کی کمر کو ایک تختہ کر دیں گے وہ جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا فوراً ہی قفا کے بل گر پڑے گا (قاضی عیاض نے کہا ہے جیسا کہ نووی نے ان سے نقل کیا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ مراد ساق سے اس جگہ ایک نور عظیم ہے اور یہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے اھ میں اشرف کہتا ہوں کہ ان لوگوں میں اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے تجلی ربانی ہونے کا علم ضروری پیدا کر دیں گے اگرچہ اس کے قبل اس تجلی سے ان کو اس کی معرفت نہ تھی واللہ اعلم) پھر یہ لوگ سجدہ

سے اپنا سر اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی ایسی صورت میں منتقل ہو چکے ہوں گے جس میں ان لوگوں نے ان کو اول بار (یعنی دنیا میں) دیکھا تھا (یعنی پہچانا تھا) پھر فرماویں گے میں تمہارا رب ہوں وہ لوگ کہیں گے آپ ہمارے رب ہیں'' الحدیث (مسلم ج ا باب اثبات رویۃ المومنین) اور اس میں میں جو سمجھا ہوں یہ ہے کہ اس انتقال کی حقیقت اس صورت مثالیہ ذہنیہ میں ظہور ہے جس کے ذریعہ سے وہ لوگ حق تعالیٰ کو اس کے قبل دنیا میں پہچانتے تھے اور یہی تجلی ہے جس کے مذکور ہونے کا ہم نے اپنے اس قول میں وعدہ کیا تھا وہ قول یہ ہے جس کا ذکر عنقریب حدیث میں آتا ہے'' اور تجلیات مثالیہ میں ایسا انتقال ایک سے دوسرے کی طرف جائز ہے اور یہ صورت مثالیہ اگرچہ واحد بالشخص ہوگی لیکن ممکن ہے کہ ابصار مختلفہ میں جب تصورات مختلفہ مختلف اطوار میں نظر آئے۔ پس یہ اشکال واقع نہیں ہوتا کہ تصورات مختلفہ صورت متعینہ پر کیسے منطبق ہوں گے۔ خوب سمجھ لو اور (بجائے ادنیٰ صورت میں تجلی فرمانے کے) ایسی صورت میں تجلی نہ فرمانا جو ان کی پہچانی ہوئی صورت سے اعلیٰ ہو اس وجہ سے ہے کہ اس سے امتحان کی حکمت حاصل نہ ہوتی اس لئے کہ ہر مومن کا یہ تو اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اعتقاد سے کم نہیں ہے اور یہ کسی کا بھی اعتقاد نہیں کہ مرے اعتقاد سے فوق بھی نہیں ہے پس اگر صورت اعلیٰ میں تجلی فرماتے تو اس کو یہ احتمال ہوتا کہ شاید تجلی ربانی ہو اور اس کی نفی نہ کرتا پس امتحان حاصل نہ ہوتا اور جب صورت ادنیٰ میں تجلی فرمائی اور اس کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ ادنیٰ نہیں ہے اس لئے نفی کا حکم کر دیا خوب سمجھ لو اور جاننا چاہئے کہ میں نے اس جگہ حدیث کی شرح میں اصول قوم پر جو کچھ ذکر کیا ہے ان میں کوئی جزو قطعی نہیں البتہ دوسرے علماء نے جو کچھ ذکر کیا ہے ان سب سے اقرب ضرور ہے مثلاً بعض نے کہا ہے کہ ادنیٰ صورت میں تجلی کسی فرشتہ کا ظہور ہوگا اور اس کا پورا ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اتاہم رب العالمین کا اس سے آبی ہونا ظاہر ہے اور غالباً تم اس تقریر سے ہمارے اس دعوے پر آگاہ ہو گئے ہوگے کہ جنت میں تجلی رویت ذات سے ہوگی اگرچہ اس کی کنہ کا ادراک نہ ہوگا اور موقف میں مثال

سے ہوگی جیسا موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بصورت نار ہوئی تھی اور حق تعالیٰ پر مثال بمعنی مشارک فی الوصف ممتنع نہیں چنانچہ ارشاد ہے **ولہ المثل الاعلی** اور مثل بمعنی مشارک فی الماہیتہ ممتنع ہے جیسا ارشاد ہے **لیس کمثلہ شئی** اور مثال قدیم نہیں ہوتی۔ لیکن تشارک کامل کے سبب قدیم کا مرآۃ ہو جاتی ہے اور اس وقت ذہن کو وجوہ تغائر وتمائز کی طرف التفات نہیں ہوتا خوب بصیرت اور فکر سے کام لوتا کہ غلطی اور لغزش میں نہ پڑ جاؤ کیونکہ مقام بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اور اسی حدیث کے متعلق وہ بات بھی ہے جو نووی نے کہی ہے کہ اس حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ منافقین کو بھی اللہ تعالیٰ کی رویت ہوگی صرف حدیث میں یہ ہے کہ ایسی جماعت کو جس میں مومنین ومنافقین دونوں ہوں گے رویت ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب ہی کو رویت ہو اور کتاب وسنت کے دلائل اس پر قائم ہیں کہ منافق کو حق سبحانہ تعالیٰ کی رویت نہ ہوگی (جیسے ارشاد ہے (**کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون**) اھ اور جاننا چاہئے کہ حدیث سے ایک مسئلہ مہمہ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو معذور کہا جس نے حق کے ایسے وصف کی نفی کی جس کی اس کو معرفت نہ تھی باوجودیکہ کسی مرتبہ میں وہ وصف مثبت تھا۔ اسی طرح وہ شخص بھی معذور رکھا جائے گا جو ایسے وصف کو ثابت کرے جس کی اس کو معرفت ہے گو وہ بعض مرتبہ میں منفی ہو کیونکہ دونوں جگہ علت معذوریت کو مشترک ہے اور وہ علت تکلیف ہے حسب العلم جیسا بعض مکاشفین نے تجلی روح کو تجلی حق سمجھ لیا امید ہے کہ معذور ہوں گے اور بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول ھذا ربی کو اسی قسم کے عذر پر محمول کیا ہے انہی میں سے عارف رومیؒ بھی ہیں۔ دفتر خامس کے تین خمس کے بعد شیخ محمد کے قصہ سے ذرا قبل اس قول میں۔

گفت ہذا ربی ابراہیم راد   چونکہ اندر عالم وہم افتاد

اور ہمارے مشائخ میں سے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اگرچہ مجھ کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں یہ پسند نہیں لیکن بعض اہل حق کا اس طرف جانا اس کے عذر محتمل ہونے کے لئے تو کافی ہے۔ واللہ اعلم

حقوق عباد میں تقویت رجاء

۲۱۱- **حدیث:** قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا (حق تعالیٰ کی جانب سے) زیر عرش سے ندا کرے گا۔ اے امت محمدؐ میرا جو کچھ حق تمہاری طرف تھا اس کو تو معاف کر چکا اور تمہارے باہمی حقوق باقی رہ گئے سو تم آپس میں ایک دوسرے کو بخش دو اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

فائدہ: اس حدیث میں حقوق العباد میں بھی رجاء کی تقویت ہے اور یہ رجاء اس شخص کے لئے اور زیادہ قوی ہو جائے گی جو حقوق العباد کی نگرانی واہتمام رکھے اور اسی مقام سے صوفیہ کی رجاء اوروں سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ان کا خوف بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

---

(۲۱۱) ہم سے یہ حدیث سباعیات ابی اسعد قشیری میں حدیث انسؓ سے روایت کی گئی ہے اور اس میں حسین بن داؤد بلخی ہے خطیب نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

حصہ دوم

مثنوی معنوی
شرح مثنوی
مقاصد حسنہ

تخریج[ا] بعض الروایات الواردة فی الدفتر الاول من المثنوی المعنوی اور شرحہ کلید عن بعض الرسائل وغیرہ

زکوۃ نہ دینے کا وبال اور زنا پر وباء کے ثبوت میں

زکوٰۃ نہ دینے سے بارش بند ہو جاتی ہے اور زنا سے ہر قسم کی تباہی و بربادی شروع ہو جاتی ہے (عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے)

۲۱۲- حدیث: کنز العمال میں ہے کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت بریدؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جس قوم نے زکوۃ دینا بند کیا اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کرتے ہیں اور کنز العمال میں یہ بھی ہے کہ جو قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ کو بند کر لیتے ہیں وہ آسمانی بارش سے محروم کئے جاتے ہیں۔

صبر کلید کشائش ہونے کے ثبوت میں

۲۱۳- حدیث: (طبیب الٰہی نے کہا) اللہ کا نور (معرفت) موجب دفع نقصان ہے صبر کشائش و فارغ البالی کی کنجی ہے۔

[ا] لما کان ما یدل علیه الادیث مصرحا ومقدما علیها فی هذا التخریج والذی یلیه لم یحتج الی تقریر مدلولاتها. بعد مردها کما کان فیما قبل الا للضرورة بعد زیادة حرف الفاء ثم بعد هذین التخریجین بماد الی الطریقه السابقة ۱۲ منه

---

(۲۱۲) روایت کیا اس کو ترمذی نے مرفوعاً (یہ تو مصرعہ اولی کا ماخذ ہے آگے مصرعہ ثانیہ کا ماخذ ہے) اور (وہ یہ ہے کہ) ابن ماجہ نے مرفوعاً ایسی روایت کی ہے کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ فحش افعال کا شائع ہو جانا طاعون کا سبب ہے اور طبرانی نے مرفوعاً ایسی روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ زنا سبب ہے ظہور (یعنی کثرت) موت یعنی وباء کا۔

(۲۱۳) مصرعہ معنی الصبر مفتاح الفرج مقاصد حسنہ میں ہے کہ دیلمی نے اس (متن) کو بلا سند حضرت حسین بن علیؓ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور قضاعی کی روایت میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے کہ صبر کے واسطے دفع بلا کا انتظار کرنا عبادت ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۱۴- حدیث: استعینوا فی الحوائج بالکتمان اور مقاصد حسنہ میں یہ الفاظ ہیں کہ اپنی حوائج کے پورے ہونے پر اخفاء سے استعانت کرو کیونکہ ہر صاحب نعمت پر (بعضے) لوگ حسد کرتے ہیں اور اس (کی سند) میں سعید بن سلام عطار ہے اس کے بارے میں عجلی نے لاباس بہ کہا ہے اور احمد وغیرہ نے اس کو کاذب کہا ہے چنانچہ یہ بھی مقاصد میں ہے اور ایسا اختلاف ایسے مضامین میں مضر نہیں۔

صاحب کلید کا قول

۲۱۵- حدیث: من تقرب منی شبرًا الخ

صاحب کلید کا قول

۲۱۶- حدیث: حدیث اذا خالط بشاشۃ القلوب۔

بدبخت کی تعریف پر غضب کا نزول

بدبخت کی تعریف سے عرش بھی گریز کرتا ہے نیک بخت ایسی تعریف سے بدگمان ہوتے اور پناہ مانگتے ہیں۔

مصرعہ می بطرزد عرش از مدح شقی

۲۱۷- حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے حق تعالیٰ غضبناک ہوتے ہیں اور عرش کانپنے لگتا ہے۔

ضمیر کی آواز کی اہمیت

آنکہ گفت استفت قلبک مصطفیٰ — آں کسے داند کہ پربود از وفا

---

(۲۱۵) روایت کیا اس کو مسلم نے اسی طرح مشکوٰۃ میں۔

(۲۱۶) روایت کیا اس کو بخاری نے ہرقل کے قول سے اور حضرت ابن عباس نے اس کی تقریر فرمائی (یعنی اس کو ثابت قرار دیا) چنانچہ اس کو ابی سفیان سے نقل کیا ہے اور رد نہیں کیا پس یہ حدیث (ابن عباسؓ پر) موقوف ہے۔

(۲۱۷) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوٰۃ میں اسی طرح ہے۔

۲۱۸- حدیث: حضرت وابصہ بن معبد سے۔

فائدہ: اس استفتاء پر یہ فیصلہ ان مواقع میں ہے کہ حکم تو صاف ہے مگر محل حکم مشتبہ ہے یعنی اس میں تردد ہے کہ یہ جزئیہ خاصہ اس کلی میں داخل ہے یا نہیں جس سے حکم خاص متعلق ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۱۹- حدیث: ان لنفسک علیک حقا الخ عبداللہ بن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ کیا یہ خبر مجھ کو (صحیح) نہیں پہنچی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ سے رہتے ہو اور رات میں (نوافل وغیرہ میں) قیام بھی کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ واقعی آپ نے فرمایا ایسا مت کرو روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور قیام بھی کرو اور سو کر آرام بھی کرو اس لئے کہ تمہارے جسد کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۲۰- حدیث: من الاسراف الخ ترغیب وترہیب میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی منجملہ اسراف کے ہے کہ جس چیز کو جی چاہے اس کو کھالو۔

---

(۲۱۸) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وابصہ تم (میرے پاس) اس لئے آئے ہو کہ نیکی اور گناہ کے متعلق (مجھ سے) پوچھو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں وابصہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر میرے سینہ پر مارا (توجہ اور اثر بڑھانے کیلئے) اور فرمایا اپنے نفس سے استفتاء کر لیا کرو اپنے قلب سے استفتاء کر لیا کرو اس کو تین بار فرمایا (پس) نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس مطمئن ہو جائے اور قلب مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور سینہ میں تردد پیدا کرے اگرچہ لوگ تم کو فتویٰ دیں۔ روایت کیا اس کو احمد نے مشکوۃ میں اسی طرح ہے

(۲۱۹) روایت کیا اس کو بخاری نے اسی طرح مشکوۃ میں الخ۔

(۲۲۰) اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں اور بیہقی نے اور حاکم نے اس سند کی تصحیح کی۔ ایک دوسرے متن کے لئے اور اوروں نے اس کی تحسین کی۔

فائدہ: کیونکہ اس کا الزام بعض اوقات موقوف ہوگا ایسے اہتمام پر جس میں حدود کی بھی رعایت نہ رہے گی اور یہی اسراف ہے۔

اخلاص وسر کا بیان صاحب سر رسول اللہؐ سے

گفت زان فصلے حذیفہ باحسن　　　تابداں شدوعظ و تذکیرش حسن

۲۲۱- **حدیث:** میری نظر سے نہیں گزرا کہ کسی نے حضرت حذیفہ سے حضرت حسن سماع کی تصریح کی ہو۔ بجز اس کے جوزبیدی کے شرح احیاء میں مسلسلات حافظ ابی مسعود سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان اصبہانی سے (جس کی انہوں نے نظام الملک کے نام سے تخریج کی ہے) منقول ہے زبیدی نے کہا ہے کہ وہ مسلسلات میرے پاس ہیں اور اس میں وہ عبارت ہے کہ میں نے ابوالوفاء مہدی بن احمد بن محمد طراز واعظ سے اخلاص کے متعلق سوال کیا اور حسن بصری کے اس قول تک سند بیان کی کہ میں نے حضرت حذیفہ سے سوال کیا کہ اخلاص کیا چیز ہے الخ اور اس کے آخر میں اخلاص کی تفسیر اللہ تعالیٰ سے یہ مذکور ہے کہ وہ میرے اسرار میں سے ایک سر ہے جس کو اس شخص کے قلب میں ودیعت رکھتا ہوں جس کو اپنے بندوں میں سے دوست رکھتا ہوں میں کہتا ہوں کہ لکھے ہوئے صحیفہ سے روایت کرنے کے باب میں کلام معروف ہے لیکن مواعظ اور رقاق کے امثال میں وہ مضر نہیں۔

صاحب کلید کا قول

۲۲۲- **حدیث:** تا حذیفہ مشکوۃ میں حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اور لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی تحقیق کیا کرتے اور میں ان سے شر کی تحقیق کیا کرتا اس خوف سے کہ مجھ پر آنہ پہنچے۔ الحدیث

صاحب کلید کا قول

۲۲۳- **حدیث:** النوم اخوالموت بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت

---

(۲۲۲) روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے قولہ لاصلوۃ ثم الاللحضور رواہ الدیلمی مرفوعاً لاصلوۃ لمن لا یتخشع کما فی کنز العمال لاصلوۃ ثم الا بحضور القلب دیلمی نے مرفوعاً روایت کیا کہ اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو خشوع نہ کرے جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔ پس یہ روایت بالمعنی ہے۔

جابر سے مرفوعاً روایت کیا کہ نوم نظیر ہے موت کی اور اہل جنت کو موت نہ آئیگی (اس سے مفہوم ہوا کہ وہ سوویں گے بھی نہیں) اور سنداس کی ضعیف ہے جیسا کہ جامع صغیر میں ہے۔ 9

صاحب کلید کا قول

۲۲۴- حدیث: الدنیا سبحن المومنین حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مومن کا جیل خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۲۵- حدیث: انا عندالمنکسرۃ قلوبھم شرح احیاء میں ہے کہ ابونعیم نے حلیہ میں اپنی سند سے مالک بن دینار سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟ ان لوگوں کے پاس ڈھونڈوں جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں۔

صاحب کلید کا قول

۲۲۶- حدیث: خیار ھم فی الجاھلیتہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ بھی معدن ہیں جیسے سونے اور چاندی کے معدن ہوتے ہیں جو جاہلیت میں اچھے تھے (باعتبار اخلاق وغیرہ کے) وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔

صاحب کلید کا قول

۲۲۷- حدیث: اذا سمعتم. حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہونے والی باتوں کا مذاکرہ کررہے تھے اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی پہاڑ کی نسبت سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اس کو (چاہئے) تصدیق کرلو اور جب تم کسی شخص

---

(۲۲۴) روایت کیا اس کو مسلم نے اسی طرح ہے مشکوۃ شریف میں۔ (۲۲۶) روایت کیا اس کو مسلم نے۔
(۲۲۷) روایت کیا اس کو احمد نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔

کی نسبت سنو کہ وہ اپنی جبلی خصلت سے ہٹ گیا تو اس کی تصدیق مت کرو کیونکہ وہ پھر اپنی جبلت ہی کی طرف عود کر آوے گا۔

صاحب کلید کا قول

۲۲۸- حدیث: المرء مع من احب حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی آپ نے فرمایا کمبختی مارے (یہ ترحم کی راہ سے فرمایا) اور تو نے اس کے لئے کیا سامان کر رکھا ہے اس نے عرض کیا میں نے اور تو کچھ سامان نہیں کیا مگر اتنی بات ہے کہ مجھ کو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت ہے آپ نے فرمایا کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھ کو محبت ہوگی۔

صاحب کلید کا قول

۲۲۹- حدیث: لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اسی طرح ہے مشکوۃ میں اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔ طاعت صرف امر مشروع میں ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۳۰- حدیث: استطعمتک فلم تطعمنی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت میں فرمائیں گے اے ابن آدم۔ میں مریض ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی وہ عرض کریگا۔ کہ اے میرے رب میں آپ کی عیادت کس طرح کرتا حالانکہ (یہ امر محال ہے کیونکہ) آپ رب العالمین ہیں (جس پر مرض کا طاری ہونا محال ہے اور عیادت اسی پر مبنی ہے وہ بھی محال ہے) ارشاد ہوگا تجھ کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ مریض ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی تجھ کو معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس

---

(۲۲۸) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اسی طرح مشکوۃ میں۔ (۲۲۹) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔ (۲۳۰) روایت کیا اس کو مسلم نے۔

پاتا۔(اس لئے اس کی عیادت سے میرا قرب ایسا ہی میسر ہوتا جیسا بفرض محال میری عیادت سے ہوتا پھر فرماویں گے کہ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا۔الیٰ آخرالحدیث (اس میں ایسا ہی سوال وجواب ہوگا)

صاحب کلید کا قول

۲۳۱- حدیث: فاذا احببته الخ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا دست وپا ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور جس سے وہ چلتا ہے۔

۲۳۲- حدیث: ان الله خلق آدم علی صورته. حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (باعتبار صفات باطنی کے) اپنے ظہور پر پیدا کیا (اور باعتبار صورت ظاہری کے ایسا پیدا کیا کہ) ان کا طول ساٹھ ہاتھ تھا الخ۔

خطاب میں مخاطب کی رعایت

۲۳۳- حدیث: کلمواالناس علی قدر عقولهم۔حضرت علی نے فرمایا کہ لوگوں سے ایسی قرب الفہم بات کہو جس سے وہ مانوس ہوں۔(ان سے بہت باریک باریک باتیں جو دین میں ضروری بھی نہیں مت کرو کیونکہ وہ ان کا انکار کریں گے تو) کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ خدا کی اور خدا کے رسول کی تکذیب کی جائے (کیونکہ جب وہ خدا اور رسول کی فرمائی ہوئی ہیں تو وہ ان کا انکار خدا اور رسول کی تکذیب ہے جیسے متشابہات وغیرہ میں بلاضرورت کلام کرنا)

---

(۲۳۱) روایت کیا اس کو بخاری نے ابوہریرہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے اللہ تعالیٰ سے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ میرے بندے نے میرا قرب کسی ایسی چیز سے حاصل نہیں کیا جو میرے نزدیک اس چیز سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ (۲۳۲) روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔ (۲۳۳) روایت کیا اس کو بخاری نے اور دیلمی نے مرفوعاً بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ ہم کو حکم کیا گیا کہ ہم لوگوں سے ان کی عقل کے موافق کلام کریں جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے۔

لوگوں کے مدارج کالحاظ

۲۳۴- حدیث: قوله امرنا ان ننزل الناس منازلهم ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بسند صحیح حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبہ پر رکھا کریں اور اس کو اپنے مقدمہ میں تعلیقاً روایت کیا ہے جیسا کہ مقاصد میں ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۳۵- حدیث: اذا راؤ الخ اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کیا میں تم کو تمہارے اچھے لوگوں کی خبر نہ دوں لوگوں نے عرض کیا ضرور خبر دیجئے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تم میں اچھے لوگ وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو خدا تعالیٰ یاد آ جائے۔

صاحب کلید کا قول

۲۳۶- حدیث: حدیث من سن فی الاسلام الخ جس کا ترجمہ یہ ہے جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرے تو اس کو اس اچھے طریقہ کا اجر بھی ملے گا اور اس شخص کا بھی اجر ملے گا جو اس کے بعد اس پر عمل کرے بدوں اس کے کہ ان لوگوں کے اجر میں سے کچھ گھٹ جاوے (یعنی دونوں کو پورا پورا ثواب ملے گا) اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کرے اس پر اس طریقہ کا بھی گناہ ہو گا اور اس شخص کا بھی گناہ ہو گا جو اس کے بعد اس پر عمل کرے بدوں اس کے کہ ان لوگوں کے گناہ میں سے کچھ گھٹ جائے (یعنی دونوں کو پورا پورا گناہ ہو گا)

---

(۲۳۵) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں اور حکیم نے حضرت ابن عباسؓ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ یاد آ جائیں اور بیہقی نے بسند حسن مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم میں اچھے لوگ وہ ہیں کہ جب ان پر نظر پڑے تو ان کی وجہ سے خدا تعالیٰ یاد آ جائے الحدیث جیسا کہ جامع صغیر میں ہے۔ (۲۳۶) روایت کیا اس کو مسلم نے (مشکوٰۃ)

صاحب کلید کا قول

۲۳۷- حدیث: ھذا جبل الخ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہ احد رونما ہوا آپؐ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

مومن کی احتیاط تجربہ کے بعد

گوش من لایلدغ المومن شنید　　قول پیغمبر بجاں و دل گزید

۲۳۸- حدیث: قولہ لایلدغ الخ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں کٹواتا۔

صاحب کلید کا قول

۲۳۹- حدیث: المومن غر کریم حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن بھولا صاحب کرم ہوتا اور فاجر مکار لئیم ہوتا ہے۔ (ترمذی)

توکل کے ساتھ اسباب کا تعلق

گفت پیغمبر بآواز بلند　　با توکل زانوئے اشتر بہ بند

۲۴۰- حدیث: مقاصد میں ہے حدیث اعقلھا وتوکل (روایت کیا اس کو ترمذی نے زہد میں اور علل میں اور بیہقی نے شعب میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن ابی الدنیا نے توکل میں مغیرہ بن ابی قرہ سدوسی کی روایت سے کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا کھلی چھوڑ کر توکل کروں۔ آپؐ نے فرمایا اس کو باندھ دو اور توکل کرو۔ ترمذی کا قول ہے کہ عمرو بن علی فلاسی نے جو ترمذی کے شیخ ہیں کہا ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے پھر ترمذی نے کہا کہ یہ غریب ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت سے بجز اس

---

(۲۳۷) روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (مشکوٰۃ)　(۲۳۸) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (مشکوٰۃ)

طریق کے ہم اس کو نہیں پہچانتے اور قطان نے جو اس کو منکر کہا ہے وہ حضرت انسؓ کی روایت سے اور یہ حدیث عمرو بن امیہ ضمیری سے بھی مروی ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے قریب روایت کیا ہے۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابو نعیم نے بھی جعفر بن عمرو بن امیہ سے روایت کیا ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنی ناقہ کو کھول کر توکل کروں آپ نے فرمایا باندھ کر توکل کرو۔

خالق ومخلوق کا تعلق

ماعیال حضرتیم وشیر خواہ گفت الخلق عیال للالہ

۲۴۱- حدیث: الخلق عیال للآلہ. الخ جامع صغیر میں ہے کہ ابو یعلی نے اپنے مسند میں اور بزار نے حضرت انسؓ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ خلق تمام اللہ تعالیٰ کی عیال (یعنی زیر پرورش) ہیں سو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کی عیال کو زیادہ تر نفع پہچانے والا ہو۔

تقدیر سے بھاگنا اور تقدیر میں پھنس جانا

گفت عزرائیل درمن اینچنیں یک نظر انداخت پراز خشمگیں

۲۴۲- حدیث: قولہ نگریستن عزرائیل علیہ السلام الخ امام سیوطیؒ کی کتاب شرح الصدور میں ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اسی سند سے یعنی عبداللہ بن نمیر نے اعمش سے انہوں نے خیثمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کے اہل مجلس میں سے ایک شخص کی طرف دیکھنے لگے اور تکنے لگے جب ملک الموت چلے گئے اس شخص نے کہا یہ کون تھے۔ حضرت سلیمان عم نے فرمایا یہ ملک الموت تھے۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف اس طرح نظر کرتے تھے جیسے میرا ہی قصد کرتے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے۔ کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو ہوا پر سوار کر دیجئے تا کہ مجھ کو ہند میں اتار دے آپ نے ہوا کو

بلایا اور اس شخص کو اس پر سوار کر دیا اور اس نے ہند میں اتار دیا پھر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے جلیسوں میں سے ایک شخص کی طرف تک رہے تھے (یہ کیا بات تھی) انہوں نے کہا کہ میں اس پر تعجب کر رہا تھا مجھ کو حکم ہوا تھا کہ اس کی روح ہند میں قبض کروں اور وہ آپ کے پاس حاضر تھا۔ (اس پر تعجب تھا کہ اس حکم کی تعمیل کیسے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سامان کر دیا)۔

اچھے مال کی خوبی

نعم مال صالح گفت آں رسول　　　　مال را کز بہر دیں باشی حمول

۲۴۳- **حدیث**: امام احمد نے اس کو روایت کیا جیسا کہ کنوز الحقائق میں ہے۔

فائدہ: یعنی نیک مال نیک آدمی کے لئے اچھی چیز ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۴۴- **حدیث**: ارشاد الخ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کا ایک تعلق اور اثر ہے آدمی کے ساتھ اور فرشتے کا ایک تعلق اور اثر ہے۔ سو شیطان کا اثر تو بری بات کا وعدہ اور حق کی تکذیب اور فرشتے کا اثر اچھی بات کا وعدہ اور حق کی تصدیق، سو جو شخص اس (مابعد کے) اثر کو محسوس کرے۔ سو وہ یقین کرلے کہ یہ من جانب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جو شخص دوسری حالت محسوس کرے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے شیطان رجیم سے۔

مشورہ جس سے لیا جائے اس کی ذمہ داری

گفت پیغمبر بکن اے رای زن　　　　مشورت کا لمستشار مؤتمن

۲۴۵- **حدیث**: قولہ گفت پیغمبر الیٰ قولہ کا لمستشار موتمن۔

فائدہ: یعنی جس سے مشورہ لیا جائے اس کو چاہیئے کہ امین ہو نہ مشورہ میں خیانت کرے نہ اس راز کو کسی پر ظاہر کرے۔

---

(۲۴۴) روایت کیا ترمذی نے مشکوٰۃ　(۲۴۵) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

صاحب کلید کا قول

۲۴۶- **حدیث**: اذا غزا. حضرت کعب ابن مالکؓ سے (روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ (سفر جہاد کا ارادہ فرماتے تھے کسی اور طرف کے سفر کی صورت ظاہر فرماتے تھے (جس کی مثال سعدی کے اس شعر میں ہے)۔

سکندر کہ باشرقیاں حرب داشت ۔ درخیمہ گویند در غرب داشت

جبرئیل کی طرح عقل کی پرواز کے حدود

۲۴۷- **حدیث**: جبرئیلؑ کی عقل نے کہا اے سرور عالمؐ اگر میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں گا۔

شعر مثنوی

عقل چوں جبرئیل گوید احمد ۔ گر یکے گامے نہم سوزد مرا

خصائص کبریٰ میں معراج کی ایک طویل حدیث میں ابن ابی حاتم کی روایت سے منقول ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام مجھ کو آگے لے چلے یہاں تک کہ شجرہ (سدرۃ المنتہیٰ) تک پہنچے پھر مجھ کو ایک بادل نے چھپالیا جس میں ہر قسم کے رنگ تھے۔ سو جبرئیل نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گیا اور نشر الطیب میں ہے کہ ابوالحسن بن غالب نے ابوالربیع ابن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حضرت ابن عباسؓ سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچے پھر ٹھہر گئے۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے۔ انہوں نے کہا اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں۔ شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

بدو گفت سالار بیت الحرام ۔ کہ اے حامل وحی و برتر خرام

چو در دوستی مخلصم یافتی ۔ عنانم زصحبت چرا تافتی

---

(۲۴۶) روایت کیا اس کو بخاری نے مشکوٰۃ میں۔

بگفتا فراتر مجالم نماند بماندم کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

بیماری کو دعوت دینا

گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ رنج آرو تا بمیرد چوں چراغ

شعر مثنوی گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ الخ۔

۲۴۸- حدیث: مقاصد حسنہ میں ہے کہ یہ حدیث کہ تم بیماروں کی سی صورت مت بناؤ کہ سچ مچ بیمار ہو جاؤ گے۔

صاحب کلید کا قول

۲۴۹- حدیث: المومن مراۃ المومن

صاحب کلید کا قول

۲۵۰- حدیث: اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ

جہاد کی قسمیں اور مجاہد نفس کی اہمیت

قد رجعنا من جہاد الاصغریم بانبی اندر جہاد اکبریم

قول مثنوی رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر۔

۲۵۱- حدیث: دیلمی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ غزوہ کرنے والے حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا تم

---

(۲۴۸) ذکر کیا اس کو ابن ابی حاتم نے علل میں حضرت ابن عباس سے اور ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دیلمی نے اس کو ابی حاتم رازی کی جہت سے بسند بیان کیا ہے کہ ہم سے عاصم بن ابراہیم نے منذر بن نعمان سے انہوں نے وہب ابن قیس سے اس کو مرفوعاً روایت کیا اور ہر حال میں یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچی۔ اگرچہ ہمارے بعض اصحاب کے کلام میں واقع ہوئی ہے۔ اھ میں کہتا ہوں کہ صحت کے درجہ تک (جو کہ ثبوت کا اعلیٰ درجہ ہے) نہ پہنچنے سے مطلقاً عدم ثبوت لازم نہیں آتا اگرچہ سند ضعیف ہی سے ہو۔

(۲۴۹) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا جیسا کہ جامع صغیر میں ہے۔ (۲۵۰) روایت کیا اس کو ترمذی وغیرہ نے جیسا کہ جامع الصغیر میں ہے۔ (۲۵۱) اسی طرح ہے کنز العمال میں

بہت اچھا آنا آئے (کیونکہ) جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے یعنی مجاہدہ کرنا بندہ کا اپنے ہوائے نفسانی سے۔

صاحب کلید کا قول

۲۵۲- حدیث: اعدی عدوک الخ میں کہتا ہوں کہ روایت کیا اس کو بیہقی نے مرفوعاً ان الفاظ سے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان میں ہے جیسا کہ کنوز الحقائق میں ہے۔

خوف خدا کے باعث ہر چیز کا خوف زدہ رہنا

شعر مثنوی

ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزید ترسد از وے جن وانس و ہر کہ دید

۲۵۳- حدیث: مقاصد حسنہ میں ہے کہ یہ حدیث کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔

صوفیہ کی ہم نشینی اللہ کی ہم نشینی ہے

۲۵۴- حدیث: قول صاحب مثنوی من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اهل التصوف، مولف تشرف کہتا ہے کہ جن بعض رسائل سے یہ تخریج نقل کر رہا ہوں اس میں اس قول کی تخریج نہیں کی یہ میں نے بڑھایا ہے کہ یہ الفاظ تو منقول نہیں دیکھے گئے لیکن دوسرے منقول الفاظ سے یہ قول ماخوذ ہو سکتا ہے وہ ماخوذ الفاظ یہ ہیں انا جلیس من ذکرنی.

---

(۲۵۳) روایت کیا اس کو ابوالشیخ نے ثواب میں اور دیلمی قضاعی نے واثلہ سے اور عسکری نے حسین بن علیؓ سے مرفوعاً اور عسکری کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے خائف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس سے خائف کر دیتا ہے اور یہ حدیث عسکری کے نزدیک ابن مسعود سے مع زیادت دوسرے جزو کے ان ہی کا قول مروی ہے اور منذری نے اپنی ترغیب میں کہا ہے کہ اس کا مرفوع کرنا منکر ہے اور اس باب میں حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے اور بعض روایات بعض کی تقویت کرتی ہیں۔ (۲۵۴) مقاصد حسنہ میں ہے کہ اس کو دیلمی نے بلاسند حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً اسی لفظ سے روایت کیا ہے اور بیہقی کے نزدیک شعب الایمان کے باب ذکر میں حسین بن حفص کی روایت سے اور وہ سفیان سے اور وہ عطاء بن ابی مروان سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ابی بن کعب نے روایت کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ایک سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاحب کلید کا قول من عرف نفسه فقد عرف ربه

۲۵۵- حدیث: روایت کیا اس کو دیلمی نے مرفوعاً ان الفاظ سے اذا عرف نفسه عرف ربه اسی طرح ہے کنوز الحقائق میں مولف تشرف کہتا ہے کہ مقاصد میں ابوالمظفر بن سمعان کا قول اس حدیث کی نسبت نقل کیا ہے انه لایعرف مرفوعاً وانما یحکی عن یحییٰ بن معاذ یعنی من قولہ اور نووی کا قول نقل کیا ہے۔ انہ لیس ثبات واللہ اعلم مگر باوجود غیر ثابت کہنے کے اس کے معنی کو اس تاویل سے صحیح کیا ہے۔ من عرف نفسه بالحدوث عرف ربه بالقدوم و من عرف نفسه بالغناء عرف ربه بالبقاء اھ

غیرت کی فضیلت

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق ... برود غیرت بریں عالم سبق

۲۵۶- حدیث: قول مثنوی ان سعد الغیور الخ۔ خرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اے گروہ انصار کے بے شک سعد بہت غیرت دار ہیں اور میں ان سے بھی زیادہ غیرت دار ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت دار ہیں۔ اور بخاری اور امام احمد نے مغیرہ بن شعبہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (آپ نے ارشاد فرمایا کہ) کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو اور میں ان سے بھی زیادہ غیرت دار ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اے موسیٰ میں اس شخص کا جلیس ہوں جو میرا ذکر کرے اور ابوالشیخ کے نزدیک عبداللہ بن عمیر کی روایت سے اور وہ کعب سے روایت کرتے ہیں اور ثور بن یزید کی روایت سے اور وہ عبدہ سے روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا کہ یا موسیٰ انا جلیس من ذکر نی اھ اس حدیث سے حدیث متن اس طرح ماخوذ ہو سکتی ہے کہ حدیث مقاصد سے حق تعالیٰ کا جلیس اہل ذکر ہونا ثابت ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ دوسرا مقدمہ عقلی بدیہی ہے کہ اگر ایک ہی شخص کے دو جلیس ہوں تو وہ باہم بھی جلیس ہوتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ ذاکر کا جلیس ہے اور دوسرا شخص بھی ذاکر کا جلیس ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کا بھی جلیس ہوگا اور اہل ذکر و اہل تصوف مرادف ہیں تو اہل تصوف کے جلیس کا جلیس حق ہونا ثابت ہو گیا اور یہی تفصیل ہے حضرت مرشدیؒ کے ارشاد کی کہ حدیث میں اہل التصوف کا تو لفظ نہیں مگر اہل الذکر کا لفظ ہے۔ آہ سو لفظ اہل الذکر کے ورود کی یہ صورت ہے جو احقر نے لکھی غرض یہ روایت بالمعنی ہے جو کہ مثل روایت باللفظ کے معتبر ہے۔

غیرت دار ہیں اور غیرت الٰہیہ کے سبب اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کی باتوں کو حرام فرمایا ہے ان میں جو ظاہر ہیں وہ بھی اور جو باطن ہیں وہ بھی اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر محبوب ہو اسی طرح ہے کنز العمال میں۔

اللہ کب اپنا ہو سکتا ہے

چوں شدی من کان اللہ ازولہ　　　حق تراباشد کہ کان اللہ لہ

۲۵۷- **حدیث: قول مثنوی من کان للہ کان اللہ** طبرانی نے صغیر میں اور ابن ابی الدنیا نے اور ابن ابی الدنیا کے طریق سے بیہقی نے شعب میں مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص سب سے منقطع ہو کر اللہ عز وجل ہی کا ہو رہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشقتوں میں کفایت فرماتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص بالکل دنیا ہی کا ہو رہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی کے حوالے کر دیتا ہے اھ اس کی اسناد منقطع ہے اور اس (کی) سند میں ابراہیم بن اشعث ہے جس میں ابو حاتم نے کلام کیا ہے جیسا کہ عراقی نے کہا ہے۔ اسی طرح ہے شرح احیاء میں۔

اصحاب کرام کا مقام اور ان کی پیروی

مقتبس شوزود چوں یابی نجم

۲۵۸- **حدیث:** قولہ گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم مشکوٰۃ میں حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کی بھی اقتدا کر لو (دین کا) راہ پالو گے۔

صحابہ تابعین، تبع تابعین کی فضیلت

گفت طوبیٰ من رانی مصطفیٰ　　　والذی ینظر کمن وجھے بری

۲۵۹- **حدیث:** عبید بن حمید نے ابو سعید سے اور ابن عساکر نے واثلہ سے مرفوعاً بسند حسن روایت کیا ہے کہ بڑی خوشحالی ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھ کو

---

(۲۵۸) روایت کیا اس کو رزین نے۔ (۲۵۹) اسی طرح ہے سیوطی کی جامع صغیر میں۔

دیکھا ہے اور اس کے لئے بھی جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور اس کے لئے بھی جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا ہے۔

مبداء فیاض کی فیاضیاں

۲۶۰-حدیث: ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا الیھا.

قولہ طبرانی نے بسند ضعیف محمد بن سلمہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ بے شک تمہارے ایام عمر میں تمہارے رب کے کچھ فیوض ہوتے ہیں سو تم اس کے لئے آمادہ رہا کرو شاید اس میں سے کوئی فیض تم کو پہنچ جائے پھر اس کے بعد تم کبھی بھی شقی نہ ہو اسی طرح ہے جامع صغیر میں۔

ام المومنین حضرت عائشہ کو حمیرا سے خطاب اور ہمکلامی کا حکم اور حضرت بلالؓ سے اقامت صلوٰۃ سے راحت پہنچانے کا حکم

مصطفیٰ آمد کہ ساز دہمدلے
کلمینی یا حمیرا کلمی

۲۶۱-حدیث: قولہ کلمینی یا حمیراء و قولہ ارحنا یا بلال الخ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حمیرا فرمانا نسائی میں سند صحیح سے مروی ہے جیسا عمدۃ القاری میں ہے اور کلمینی فرمانا نظر سے نہیں گزرا لیکن مضمون حدیث مسلم سے لیا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے تھے اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے تھے ورنہ لیٹے رہتے تھے تو آپ کا ان سے باتیں کرنا گویا ان کو باتیں کرنے کا حکم دینا ہے (جو مدلول ہے کلمینی کا) اور شرح احیاء میں ہے کہ روایت کیا احمد اور ابوداؤد اور بغوی نے خزاعہ کے ایک شخص سے اور طبرانی کبیر اور مختار ضیاء میں اس شخص کے نام کی تصریح ہے یعنی سلمان بن خالد خزاعی اور خطیب نے اس کو حضرت علیؓ اور حضرت بلالؓ سے روایت کیا ہے اور ان سب کے الفاظ یہ ہیں کہ یا بلال اقم الصلوٰۃ وارحنا بھا یعنی نماز کی اقامت کرو اور اس کے ذریعہ سے ہم کو راحت دو اور اس لفظ

(اقامت کا جس کو اس جماعت نے نقل کیا ہے ظاہر مفہوم یہ ہے کہ مراد اس سے اقامت ہو اگرچہ اقامت صلوٰۃ اذان اور اقامت دونوں کو عام ہے اھ اور اسی شرح احیاء میں یہ بھی ہے کہ صاحب قوت نے کہا کہ ارحنا کا استعمال جب باء کے ساتھ ہو جیسا اس حدیث میں ہے (ارحنا بھا) تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس شئے کے ذریعہ سے راحت دینا اور جب من کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس شئے کا بوجھ اتار دینا اھ اشرف کہتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی کچھ تحقیق شطر اول میں گزر چکی ہے۔ حدیث اول کی تو کتاب کسر الشھوتین میں اور حدیث ثانی کی کتاب الصلوٰۃ میں۔

مومن کے لئے بہار کا زمانہ

۲۶۲- حدیث: قول مثنوی اغتنموا برد الربیع فانه یعمل باید انکم کما یعمل باشجارکم واجتنبو ابرد الخریف فانه یعمل بابدانکم کما یعمل باشجارکم۔

اس کے قریب قریب وہ روایت ہے جس کو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاذؓ سے مرفوعاً بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ بنی آدم کے قلوب جاڑوں میں نرم ہو جاتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو گارے سے پیدا کیا اور گارا جاڑوں میں نرم ہو جاتا ہے۔

فائدہ: دوسری روایت مشیر ہے کہ مقصود مدح اس بردکی ہے جو مشابہ ربیع کے ہو اور برد خریف اس کے مشابہ نہیں پس اس کے لئے حکم مقابل ہو گا واللہ اعلم۔

اسطوانہ کے بارے میں روایتی حکایت

قول مثنوی۔ استن حنانہ الخ اس قصہ میں کئی جزو ہیں جو روایات ذیل کے مجموعہ سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

۲۶۳- حدیث: پہلی روایت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد قسم

---

(۲۶۲) اور امام احمد نے اپنی مسند میں بسند حسن اور ابویعلی نے ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جاڑا مومن کیلئے ربیع ہے۔

(۲۶۳) روایت کیا اس کو امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اور ترمذی نے بھی۔

اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو اپنے سے چمٹا نہ لیتا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم (فراق) میں اسی حالت (گریہ و نالہ) میں رہتا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جاتی۔

۲۶۴- حدیث: دوسری روایت: ترمذی کی روایت میں ہے بس اتنی ہی بات ہوئی کہ اس (میز) پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور کلام فرمایا اور اس ستون نے آپ کو (اپنے پاس) نہ پایا (بس اس میں سے رونے کی آواز شروع ہو گئی)

۲۶۵- حدیث: تیسری روایت: بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تھے تو کھجور کے ایک تنہ سے لگ کر کھڑے ہوتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے اس تنہ کی آواز (گریہ کی) سنی۔

۲۶۶- حدیث: چوتھی روایت: حضرت سعد کی بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہاں تک کہ منبر پر بیٹھ گئے پس جب آپ کو اس تنہ نے نہ پایا تو ایسی دردناک آواز سے رویا کہ لوگوں کو پریشان کر دیا۔

۲۶۷- حدیث: پانچویں روایت: ابوالقاسم بغوی کی روایت میں ہے کہ اس (ستون) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو تجھ کو جنت میں لگوا دوں سو نیک لوگ تیرا پھل کھایا کریں اور اگر تو چاہے تو ہم پھر تجھ کو ہرا بھرا کر دیں جیسا تو پہلے تھا۔ اس نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

۲۶۸- حدیث: چھٹی روایت: محمد بن سعد کی روایت میں وارد ہے کہ وہ ستون ایسا چلایا کہ پھٹ گیا اور شق ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے) اترے اور اس پر اپنا دست مبارک پھیرا یہاں تک کہ (رونے سے) تھم گیا اور آپ جب نماز پڑھتے تھے تو اس ستون کی طرف پڑھتے تھے (یعنی اس کو سترہ بناتے تھے)۔

۲۶۹- حدیث: ساتویں روایت: امام احمد نے اپنے مسند میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے تو اپنی کمر

ایک لکڑی سے لگا لیتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے آپ نے فرمایا کہ ایک منبر بناؤ (تا کہ اونچے کھڑے ہونے سے آواز دور تک پہنچ سکے) لوگوں نے آپ کیلئے منبر بنایا الخ۔

۲۷۰- **حدیث: آٹھویں روایت:** اور دارمی میں بریرہؓ کی روایت سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف کان لگایا اس کی بات سننا چاہتے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ مجھ کو جنت میں لگا دیجئے۔

اہل خیر کے لئے دعاء

قوله اے خدایا منفقان را سیر دار　　ہر درم شان را عوض دہ صد ہزار

۲۷۱- **حدیث:** بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں بندوں کو صبح ہوتی ہو (اور ظاہر ہے کہ ہر دن ایسا ہی ہوتا ہے) مگر دو فرشتے (آسمان سے) نازل ہوتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو عوض دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ نہ کرنے والے کو تلف (نقصان) دے اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں۔

صاحب کلید کا قول

۲۷۲- **حدیث:** **الفقر فخری** مقاصد حسنہ میں ہے کہ یہ غلط اور موضوع ہے اور دیلمی نے معاذ بن جبل سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا میں فقر ہے اور اس کی سند میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اھ

عورتوں کی عاقل کی مغلوبیت اور جاہل مرد کا عورتوں پر غلبہ

قول مثنوی

پیغمبر کہ زن بر عاقلاں　　غالب آمد سخت بر صاحبدلاں

۲۷۳- **حدیث:** **انهن يغلبن العاقل ويغلبهن الجاهل** ابوداؤد نے ابن عمر سے روایت کیا کہ میں نے کسی ذی عقل پر غالب آجانے والا تم عورتوں سے جو کہ ناقص العقل

---

(۲۷۰) اور کل روایات شرح احیاء میں ہیں

1 والدین بھی ہو زیادہ کسی کو نہیں دیکھا الحدیث اس سے روایت مذکور کے معنی مستفاد ہوتے ہیں۔

محبت کے اثر سے اندھا و بہرا ہو جانا

۲۷۴- حدیث: قول مثنوی حب یعمی و یصم حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اربعین میں ان کی سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ تمہارا کسی چیز سے (حد سے زیادہ) محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے (کہ محبوب کی برائی چشم و گوش میں نہیں آتی)

صاحب کلید کا قول

۲۷۵- حدیث: غالباً سیوطی الی قولہ قیامت ترمذی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ۔ بس ابد تک جو ہونے والا ہے اس کی (کتابت کی) ساتھ وہ (قلم) جاری ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مراد (ماھو کائن الی الابد سے) وہ چیزیں ہیں جو قیامت تک ہونے والی ہیں (پس ابد سے مراد قیامت ہوئی) اور اسی طرح ابو ہریرہؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے جیسا کہ حاشیہ ترمذی میں علی قاری سے منقول ہے۔

عورتوں سے مشورہ لینے اور ان کے مطیع نہ بننے کا حکم

۲۷۶- حدیث: قول صاحب مثنوی شاوروھن الخ مقاصد حسنہ میں ہے کہ حدیث شاوروھن و خالفوھن میں نے مرفوعاً نہیں دیکھی لیکن عسکری کے نزدیک حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ عورتوں کی مخالفت کرو کیونکہ ان کی مخالفت میں برکت ہے۔ محصلاً اور فوائد مجموعہ میں مرفوعاً ہے کہ مرد ہلاک ہو جائیں گے جس وقت عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں گے کیونکہ ان کے خلاف میں برکت ہے۔

فائدہ: مترجم کہتا ہے کہ یہ باعتبار اکثر عورتوں کے اور اکثر امور کے ہے ورنہ جس عورت میں فہم اور دین ہو اور اس کی رائے دل کو لگے وہ مستثنیٰ ہے خود حضور صلی اللہ

---

(۲۷۶) روایت کیا اس کو طبرانی اور حاکم نے۔

علیہ وسلم نے بعض امور میں حضرت ازواج مطہرات سے مشورہ لے کر عمل فرمایا ہے۔

کاتب وحی کے مرتد ہونے کے ثبوت میں

۲۷۷- حدیث: قول صاحب مثنوی مرتد شدن کاتب وحی الخ

لباب النقول سورہ انعام میں ہے ابن جریر نے عکرمہ سے اس آیت کے ذیل میں **ومن قال سانزل مثل مآ انزل اللہ** نقل کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی سرح کے باب میں نازل ہوئی الخ پھر فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ حاضر ہوئے اور اسلام کی تجدید کی۔

صاحب کلید کا قول

۲۷۸- حدیث: سیکون الخ مشکوٰۃ میں مرفوعاً ہے۔ تم سے پہلی امتوں میں صاحب الہام لوگ تھے سو اگر کوئی میری امت میں ایسا ہو (اور ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ امت سب امم سے افضل ہے) تو عمر (بھی) ضرور ہیں روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

حقیقت ایمان اور اس کی روشنی میں

۲۷۹- حدیث: قول صاحب مثنوی۔ اصبحت مومنا حقاً یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ اخر القصہ۔

صاحب تشرف کہتا ہے کہ یہاں دو قصوں میں خلط واقع ہو گیا ہے اور میں دونوں کو رحمۃ مہداۃ کی کتاب الایمان سے (الگ الگ) نقل کرتا ہوں سو ایک قصہ تو یہ ہے کہ محمد بن صالح انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عوف بن مالکؓ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ اے عوف بن مالک تم نے کس حالت میں صبح کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں پختہ مومن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ (جس سے اس قول کا حق ہونا معلوم ہوتا ہے) سو (تمہارے اس قول) کی کیا حقیقت ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے آزاد کر دیا اور راتیں جاگنے میں گزاریں اور دوپہر پیاس میں

گزاری (غالباً روزہ مراد ہے کہ اس میں دوپہر کو زیادہ پیاس لگتی ہے اور کثرت استحضار عالم آخرت سے میری یہ حالت ہے کہ) گویا میں اپنے پروردگار کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور گویا میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ اس میں باہم ملاقات کررہے ہیں اور گویا اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ اس میں چیخ چلا رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (واقعی) تم نے (حقیقت کو) پہچان لیا یہ فرمایا کہ (واقعی) تم کو (حقیقت کی) تلقین کی گئی (پس تمہارا دعویٰ ایمان حق ہے) پس اسی پر جمے رہنا اور دوسرا قصہ یہ ہے کہ زید خیر سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ مجھ کو خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی علامت (نشانی) ایسے شخص کے متعلق جس کو وہ چاہیں (یعنی اس سے محبت کریں) کیا ہے اور (اسی طرح) اللہ تعالیٰ کی علامت ایسے شخص کے متعلق جس کو وہ نہ چاہیں کیا ہے آپ نے مجھ سے (یعنی زید سے) فرمایا اے زید تم نے کس حالت میں صبح کی میں نے عرض کیا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ امر خیر سے اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں (اور) اگر اس پر (خیر پر) قدرت پاتا ہوں تو اس کی طرف دوڑتا ہوں اور اگر وہ (یعنی خیر) مجھ سے فوت ہو جاتی ہے تو اس پر مغموم ہوتا ہوں اور اس کی طرف مشتاق ہوتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے اس شخص کے متعلق جس کو وہ چاہتے ہوں اور اگر تم اس کے خلاف کے لئے چاہتے تو اسی کے لئے تم کو تیار کرتے (یعنی ویسا ہی سامان کر دیتے) روایت کیا اس کو رزین نے۔

فائدہ: یہ دونوں روایتیں شطر اول کے کتاب الرجا کے اول میں اور ختم کے قریب میں قدرے تفاوت سے گزر چکی ہیں۔

سعادت وشقاوت کا آغاز

السعید من سعد بطن امہ   والشقی من شقی فی بطن امہ

۲۸۰- حدیث: قول صاحب مثنوی الشقی الخ اس کو امام سیوطیؒ نے جامع صغیر میں طبرانی کی صغیر سے بسند صحیح ان الفاظ سے مرفوعاً وارد کیا ہے کہ سعید وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں سعید ہو جائے اور (اسی طرح) شقی وہ ہے جو

اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہو جائے۔

ثبوت اس ارشاد میں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے

چوں ابیت عندربی فاش شد　　یطعم ویسقی کنایت راش شد

۲۸۱- حدیث: **قول صاحب مثنوی** ابیت عند ربی. امام بخاری نے حضرت ابی ہریرہؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (صوم) وصام سے اپنے آپ کو بچانا یہ دو بار فرمایا عرض کیا گیا آپ تو (صوم میں) وصال فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے (اس لئے مجھ کو ظاہری کھانا پینا ترک کر دینا مضر نہیں اور تم کو مضر ہوگا سو عمل کا اتنا ہی بار اٹھاؤ جس کی طاقت رکھتے ہو۔

ثبوت مدینۃ العلم کی روایت کا

۲۸۲- حدیث: **قوله انامدینة العلم و علی بابها** حاکم اور طبرانی اور ابوالشیخ وغیرہم نے سب نے ابی معاویہ الضریر کی روایت سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں سو جو شخص علم میں داخل ہو وہ دروازہ سے داخل ہو اور سند کی تفصیل مقاصد حسنہ میں ہے۔

اللہ واسطے ہی کی محبت وعداوت وغیرہ سے کامل ایمان نصیب ہونے کے ثبوت میں

۲۸۳- حدیث: **قول** - من احب للہ وابغض للہ۔ یہ حدیث کہ جو شخص اللہ ہی کے لئے محبت کرے اللہ ہی کے لئے بغض رکھے اللہ ہی کے لئے دے اللہ ہی کے لئے دینے سے ہاتھ روکے اس نے ایمان کو کامل کر لیا اس کو علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں ابی امامہ سے مرفوعا ابوداؤد سے اور ضیا مقدسی کی روایت سے وارد

کیا ہے پھر اس کی تصحیح کی ہے۔

ثبوت میں کہ ہمارے اندر نبی مرسل نہیں سما سکتے

۲۸۴- حدیث: قول صاحب مثنوی لایسع فینا بنی مرسل الخ
صاحب تشرف کہتا ہے کہ اس حدیث کی تحقیق شطر اول کتاب عجائب القلوب کی پانچویں چھٹی حدیث کے بعد گزر چکی ہے اور اسی طرح مثنوی کی بعض دوسری احادیث کی تحقیق بھی۔

تخریج بعض الروایات الوارده فی الدفتر السادس من المثنوی المعنوی او شرحه کلید من نفس کلید

صاحب کلید کا قول

۲۸۵- حدیث: علماء امتی انبیا بنی اسرائیل میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث گو لفظاً منقول نہیں۔ لیکن معنی صحیح ہے جیسا کہ مقاصد حسنہ میں تحقیق کیا ہے۔

صاحب کلید کا قول

۲۸۶- حدیث: قال اللہ تعالیٰ اعطیهم من حلمی و علمی بیہقی نے اس امت کی فضیلت میں ام الدرداؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہا اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایک ایسی امت قائم کرنے والا ہوں کہ جب ان کو کوئی محبوب حالت پیش آئے گی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اگر ان کو کوئی ناگوار حالت پیش آئے گی تو وہ اس میں ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے حالانکہ ان میں نہ حلم ہوگا نہ عقل ہوگی انہوں نے عرض کیا اے رب یہ بات ان کو کیسے میسر ہوگی حالانکہ انہیں حلم ہوگا نہ عقل ہوگی ارشاد ہوا کہ میں ان کو اپنے حلم اور علم میں سے دیدوں گا اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں

فائدہ: یعنی ان کے علم و حلم ضعیف سے کام لینے میں اکتساب کا حصہ کم ہوگا وہب کا حصہ زیادہ ہوگا دوسری امتوں میں اس کا عکس ہے یہ وجہ ہے تخصیص کی ورنہ جس میں علم و حلم ہوا ہے وہ عطائے حق ہی ہے۔

قول صاحب کلید

۲۸۷- **حدیث:** آل محمد کل تقی اسکو جامع صغیر میں طیالسی سے وارد کیا ہے اور کنوز الحقائق میں طبرانی سے۔

فیضان رحمانی منجانب یمن

۲۸۸- **حدیث: قول مثنوی** ہمچو احمد کو برد بواز یمن اشارہ ہے اس حدیث کی طرف کہ میں رحمٰن کا دم اس طرف سے پاتا ہوں اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث کے معنی کی تحقیق شطر اول میں کتاب الصلوٰۃ سے ذرا پہلے گزر چکی ہے۔

نور الٰہی کی خلق پر ضیا پاشی

۲۸۹- **حدیث: قول مثنوی** واں گلے کز رش حق نورے نیافت یہ اشارہ ہے اس حدیث مرفوع کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا سو جس کو اس نور میں سے کچھ پہنچ گیا وہ ہدایت پالے گا اور جس کو وہ نور نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوگا۔

فائدہ: یہ پہنچنا نہ پہنچنا اضطراری نہیں حق تعالیٰ کا اختیاری ہے۔

سخاوت و بخل کے اخروی نتائج

۲۹۰- **حدیث: قول صاحب مثنوی** نے نبی فرمود جود محمدہ الخ

یہ اشارہ ہے اس حدیث مرفوع کی طرف اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ سخاوت ایک درخت ہے جنت میں سو جو شخص سخی ہوتا ہے وہ اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑے ہوئے ہے وہ شاخ اس کو نہ چھوڑے گی جب تک کہ اس کو جنت میں داخل نہ کرے گی اور بخل ایک درخت ہے دوزخ میں سو جو شخص بخیل ہوتا ہے وہ اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑے

---

(۲۸۸) اس کو طبرانی نے روایت کیا اسی طرح ہے کنز العمال ج ٦ صفحہ ۲۰۵ میں

(۲۸۹) روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں۔

(۲۹۰) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں۔

ہوئے ہے وہ شاخ اس کو نہ چھوڑے گی جب تک کہ اس کو دوزخ میں داخل نہ کرلے گی۔

۲۹۱- **حدیث: صاحب کلید کا قول**۔ دربارہ رمل کے مسلم کی مرفوع حدیث ہے کہ انبیاء میں ایک نبی تھے جو خطوط بنایا کرتے تھے (جیسے رمل میں خطوط ہوتے ہیں) سو جس کا خط (رمل) ان (کے خط) کے موافق ہو ٹھیک ہے (اور جس کا موافق ہونا معلوم نہ ہو وہ ممنوع ہے اور چونکہ کوئی سند صحیح موجود نہیں اس لئے موافقت ثابت نہیں اس لئے جواز بھی نہیں اسی طرح ہے مشکوۃ میں

سن رسیدگی کی اہمیت

۲۹۲- **حدیث: قول صاحب مثنوی** مصطفیٰ فرمود الٰی قولہ برنایا صبی مقاصد حسنہ میں ہے اس حدیث کی تحقیق میں کہ کوئی نبی چالیس برس کی عمر سے کم میں نبی نہیں بنائے گئے۔

۲۹۳- **حدیث: صاحب کلید کا قول** حاشیہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو واقعات تم کو بعد موت کے پیش آنے والے ہیں اگر تم کو انکی پوری خبر ہو جائے تو کبھی کھانا رغبت سے نہ کھاؤ (اور بضرورت حفاظت جان کھانا اور بات ہے اور نہ کسی گھر میں سایہ ڈھونڈھنے کیلئے داخل ہو اور جنگلوں کی طرف نکل جاؤ اپنے سینے کوٹتے ہوئے اور اپنی جانوں پر (یعنی حالت پر) رویا کرو۔

بیع میں دھوکا کھانے کا انتظام

۲۹۴- **حدیث: قول صاحب مثنوی فاجتهد فی البیع ان**

---

(۲۹۲) ابن الجوزی نے اس کو موضوع کہا ہے۔

(۲۹۳) روایت کیا اس کو ابن عسا کرنے ابوالدرداء سے اسی طرح ہے منہج قوی میں۔

(۲۹۴) (اسی طرح ہے ہدایہ میں اور حاکم نے اس کا مضمون روایت کیا ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز تک اختیار مقرر فرمایا اور اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بیع کر دیا کرو اور یوں کہہ دیا کرو کہ دھوکہ کی بات نہیں اور روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے اور ابن ماجہ نے اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں اسی طرح ہے ابن حجر کے نصب الرایہ میں۔

لا یخدعوک اشارہ ہے اس حدیث کی طرف کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیع میں دھوکا کھا جاتا ہوں (پھر بعد میں پچھتاتا ہوں) آپ نے فرمایا جب بیع کیا کرو یوں کہہ دیا کرو کہ دھوکہ کی بات نہیں اور مجھ کو تین دن تک اختیار ہے (خواہ بیع کو باقی رکھوں خواہ فسخ کردوں)

عالم کی نیند کا عبادت ہونا

۲۹۵- حدیث: قول صاحب مثنوی۔ نوم عالم الخ منادی کے کنوز الحقائق میں غربی سے منقول ہے کہ عالم کا سونا عبادت ہے اور اس کا سانس تسبیح ہے۔

فائدہ: عالم سے مراد عارف ہے چونکہ اس کی نیت مباحات میں بھی دین ہی کی ہوتی ہے اسلئے اس کو نوم پر بھی ثواب ملتا ہے اسی طرح اس کو سانس میں اسکے من اللہ نعمت ہونیکا استحضار رہتا ہے جو حقیقت ہے شکر کی اس لئے اس پر بھی مثل تسبیح کے ثواب ملتا ہے۔

مومن، حافظ، نمازی کی آتش دوزخ سے نجات

۲۹۶- حدیث: قول صاحب مثنوی درسرخی بجلس کشیدن بادشاہ فقیہے را۔ الخ نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست۔ نار را با ہیچ مغزے کار نیست۔ ور بود ہر مغز نار شعلہ زن۔ بہر نجس دان نہ بہر سوختان۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ مومنین دوزخ سے رہائی پا کر ایک پل پر روک لئے جائیں گے یہاں تک مضمون چلا گیا ہے کہ جب صاف اور پاک کر دیئے جائینگے اس وقت انکو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی اور مرقات میں ابوامامہ سے روایت ہے قرآن مجید کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ ایسے قلب کو دوزخ کا عذاب نہ دیں گے جس نے قرآن مجید کو یاد کیا ہوگا روایت کیا اس کو شرح سنت میں اور یہ حکماً مرفوع ہے۔ پھر میں نے زبیدی کی شرح احیاء میں حکیم ترمذی کی روایت سے جو نوادر الاصول میں ذکر کی ہے اور امام رازی کی روایت سے جوان کے فوائد میں ہے ابوامامہ سے مرفوعاً دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے قلب کو عذاب نہ دیں گے جس نے قرآن یاد کیا ہوگا اور بخاری و مسلم کی حدیث

میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نار پر اس بات کو حرام کیا ہے کہ وہ سجدہ کے اثر کو کھائے پس آدمی کے تمام بدن کو آگ کھالے گی۔ بجز اثر سجدہ کے

سچائی کا یقین اور جھوٹ کا شک

۲۹۷- حدیث: قول مثنوی حدیث الصدق طمانینة والکذب ریبة حاشیہ میں ہے کہ حدیث ترمذی اور احمد ونسائی سے روایت کی گئی ہے اور ترمذی نے اس کی تحسین کی اور حاکم نے اس کی تصحیح کی۔

مومن سے دوزخ کی آگ کا بجھنا

۲۹۸- حدیث: قول صاحب مثنوی حدیث جزیا مومن فان نورک اطفا ناری۔ اس کو مقاصد حسنہ باب التاء میں مرفوعاً کبیر طبرانی سے اور کامل ابن عدی سے اور نوادر الاصول حکیم ترمذی سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ دوزخ مومن سے قیامت کے روز کہے گی کہ اے مومن (جلدی سے) گزر جا' تیرا نور میرے شعلہ کو بجھائے دیتا ہے اور اس میں ایک راوی منصور بن عمار ہے۔ اس کے باب میں بعض نے کہا ہے کہ قوی نہیں اور بعض نے منکر الحدیث کہا ہے اور بعض نے اس حدیث کے بارے میں یہ کہا ہے کہ مجھ کو امید ہے کہ یہ صحیح ہوگی یہ اس کا خلاصہ مضمون ہے۔

۲۹۹- حدیث: قول صاحب کلید حدیث الخ مقاصد حسنہ میں خطیب سے اور جعفر سراج سے اور ابن مرزبان سے اور دیلمی سے اور طبرانی سے اور خرائطی اور بیہقی سے مع ایسی تضعیف کے جو تعدد طرف سے منجبر ہوسکتی ہے اس کو وارد کیا ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں جو شخص عاشق ہوجائے پھر عفیف رہے (کہ کوئی فعل خلاف شرع نہ کرے حتیٰ کہ معشوق کا تصور تک قصداً نہ کرے اور اس سے بات چیت کرنا یا اس کو دیکھنا تو بڑی بات ہے) اور عشق کو پوشیدہ رکھے (تا کہ معشوق بدنام نہ ہو) اور (فراق پر) صبر کرے پھر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے۔

بوڑھیوں کا دین لائق تقلید ہونا

۳۰۰- حدیث: قول صاحب مثنوی دین عجائز را گزید اشارہ ہے روایت مشہورہ کی طرف کہ تم بوڑھیوں کے دین کو لازم پکڑو۔ مقاصد حسنہ میں ان الفاظ کی تو نفی کی ہے مگر اس مضمون کو اس حدیث سے ثابت مانا ہے جو دیلمی کے نزدیک محمد بن عبدالرحمٰن بن البیلمانی کی روایت سے ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب آخری زمانہ ہوگا اور اہوا مختلفہ پیدا ہو جائیں تو اس وقت دیہاتیوں اور عورتوں کا دین اختیار کیجو۔ (یعنی دین میں سادگی اختیار کرنا بہت تدقیق سے کام مت لینا کہ اس سے شبہات پیدا ہوتے ہیں) اور ابن البیلمانی بہت ضعیف ہے اور زرین کے نزدیک حضرت عمر کی روایت ہے کہ تم لوگ بہت صاف طریقہ پر چھوڑے گئے ہو کہ اس کی رات بھی مثل اس کے دن کے ہے (یعنی اس کا کوئی جزو تاریک نہیں) تم لوگ دیہاتیوں کے اور لڑکوں اور معلموں کے دین پر رہنا (کہ یہ لوگ چوں و چرا نہیں کرتے چنانچہ دیہاتیوں کا حال تو ظاہر ہے اور لڑکوں سے مراد کم عمر لڑکے جو عادۃً کم علم ہوتے ہیں اور معلموں سے مراد ایسے لڑکوں کے معلم جن کو میاں جی کہتے ہیں۔ ان سب کی عدم تدقیق میں ایک ہی شان ہے) تخریج روایت دفتر سادس مثنوی وکلید ختم ہوئی۔

ضمیمة فی تحقیق بعض الروایات المتفرقة المذکورة فی رسائل القوم

۳۰۱- حدیث: لولاک لما خلقت الافلاک میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں ملی مگر اس کا مضمون اس حدیث سے ثابت ہے جس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی (اے محمد) اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اس حدیث کو مواہب میں ابن طغریک کی

طرف منسوب کر کے اس لفظ سے وارد کیا ہے کہ اگر وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا یہ آدم علیہ السلام سے خطاب کیا گیا۔ اور نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو پیدا کرتا۔ اسی طرح کہا ہے علامہ محمد مراد مکی نے مکتوبات مجددیہ کی عربی میں دفتر اول کے حصہ ثانیہ کے حاشیہ میں اور اس سے زیادہ میرے رسالہ طرائف وظرائف میں ہے۔

۳۰۲- حدیث: من کثر سواد قوم فھو منھم یعنے جو شخص کسی قوم کے مجمع کو بڑھائے وہ ان ہی میں سے ہے۔

۳۰۳- حدیث: جس سے شیعوں پر اور جو صوفیہ اہل رسوم میں سے قبور کی نقلیں بناتے ہیں ان کے طریقے پر چلتا ہو ایسے صوفیہ پر احتجاج کیا جا سکتا ہے حضرت امیر المومنین علیؓ سے روایت ہے کہ جس نے کوئی قبر ایجاد کر لی یا کوئی نقل بنالی (اس میں مصنوعی قبر اور تعزیہ وضریح وغیرہ سب آ گئے) وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس کو من لا یحضرہ الفقیہ کے باب النوادر میں وارد کیا ہے اسی طرح ہے رسالۃ النجم دور جدید نمبر ۳ جلد ۳ صفحہ ۱۲ میں۔

تخریج بعض الروایات من المقاصد الحسنہ مع التلخیص علے ترتیب الحروف الھجائیتہ

مقاصد حسنہ کی روایات کی تلخیص کی تخریج حروف ہجا کی ترتیب پر

(حرف الالف)

فضیلت کتاب اللہ

۳۰۴- حدیث: کتاب اللہ کی ایک آیت محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے۔ میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوا اور طبرانی نے ابن مسعود کی روایت سے موقوفاً وارد کیا ہے کہ کتاب اللہ کی ہر آیت ان تمام چیزوں سے افضل ہے جو آسمان وزمین میں موجود ہیں اھ۔

---

(۳۰۲) علامہ محمد مراد نے جن کا ابھی ذکر ہوا کتاب مذکور کے حاشیہ میں کہا ہے کہ روایت کیا اس کو ابو یعلی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً اس زیادت کے ساتھ اور (وہ زیادت یہ ہے کہ) جو شخص کسی قوم کے عمل سے راضی ہوتا ہے وہ بھی اس کا شریک ہوتا ہے جو اس پر عمل کرتا ہے۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اس مسئلہ سے گونہ تعرض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن میں کون افضل ہے جس روایت کی دلالت اس پر صریح ہے وہ تو ثابت نہیں اور جو ثابت ہے اس کی دلالت عموم سے ہے جس میں بدلیل احتمال تخصیص کا بھی ہے اب دلیل میں وجود وعدم دونوں کا احتمال ہے اس لئے مسئلہ مختلف فیہ ہے جس میں تین قول ہیں۔

(۱) افضلیت قرآن کی مطلقاً (۲) افضلیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلقاً (۳) تفصیل اس طرح کہ کلام کے دو مرتبے ہیں نفسی اور لفظی۔ اول آپ سے افضل ہے کیونکہ صفات الٰہیہ میں سے ہے اور موجود غیر مخلوق افضل ہے مخلوق سے اور ثانی سے آپ افضل ہیں کیونکہ وہ مخلوق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں ایک بار میں نے زمانہ طالب علمی میں اس مسئلہ کو اکابر کی خدمت میں پیش کیا یہ تینوں جواب حاصل ہوئے فالاول من مولانا الگنگوہی والثانی من مولانا محمد یعقوبؒ والثالث من مولانا سید احمد الدہلوی اور ان جوابوں کے بعد حضرت گنگوہی اتفاق سے مدرسہ دیوبند میں تشریف لائے پھر کسی طالب علم نے پوچھ لیا۔ مولانا نے وعظ میں ایسے سوالات پر نکیر فرمایا اور حقیقت میں مسلک محقق واحوط واسلم یہی ہے کہ بلا ضرورت کوئی سوال نہ کیا جائے خصوص ایسے نازک مسائل جن میں بحث کرنا صفات الٰہیہ تک راجع ہو جائے اور وہ بھی دلائل تخمینیہ وظنیہ سے جن میں غلطی کا احتمال بہت قریب ہو آیت **مالیس لک بہ علم** عموماً اور حدیث نہی عن الخوض فی مسئلہ القدر خصوصاً ایسے مباحث سے ناہی ہے۔

ابدال کا ہونا

۳۰۵ - حدیث: ابدال کی حدیث کے بالفاظ مختلفہ حضرت انسؓ سے مرفوعاً کئی طریق ہیں اور سب ضعیف ہیں پھر ان اسانید کو بیان کر کے یہ کہا ہے کہ ان سب مذکورہ سابق سے احسن وہ طریق ہے جو امام احمد کے نزدیک تشریح بن عبید سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے سامنے اہل شام کا ذکر ہوا اور حضرت علیؓ عراق میں تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ان پر لعنت کیجئے۔ اے امیر المومنین انہوں نے فرمایا نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ابدال شام میں

ہوتے ہیں اور وہ چالیس شخص ہیں کہ ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اعدا سے انتقام لیا جاتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹایا جاتا ہے اھ اور اس حدیث کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں بجز شریح کے مگر وہ بھی ثقہ ہیں اور ان کا سماع ان حضرات سے بھی ثابت ہے جو حضرت علی سے بھی قدیم تر ہیں (اس لئے حضرت علیؓ سے ان کا سماع مستبعد نہیں) پھر سخاوی نے اس حدیث کے حضرت علیؓ پر موقوف ہونے کو ترجیح دی۔

فائدہ: یہ حدیث اصل ہے اس قول کی جو صوفیہ میں مشہور ہے یعنی ابدال کا ہونا اور ان کا چالیس ہونا اور ان کا صاحب کرامات ہونا جیسے ان کی برکت سے بارش کا ہونا اور دشمنوں کا دفع ہونا اور عذاب کا ٹل جانا البتہ حدیث ان کے اور تصرفات سے ساکت ہے جیسے طی ارض اور ہوا پر اڑنا وغیرہ وغیرہ لیکن حدیث اس کی نفی بھی نہیں کرتی اور تواتر واقعات کا اس کا اثبات کرتا ہے اس لئے ان تصرفات کا بھی انکار نہ کیا جائے گا۔

طلاق ناپسندیدہ ہے

۳۰۶- حدیث: حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔

فائدہ: راز اس میں یہ ہے کہ بعض اشیاء معصیت تو نہیں ہوتیں لیکن مشابہ معصیت کے ہوتی ہیں سو معصیت نہ ہونے کی بنا پر تو وہ مباح ہوتی ہیں اور مشابہ معصیت ہونے کے سبب سے وہ مبغوض ہوتی ہیں کیونکہ یہ مشابہت مبغوضیت کو مقتضی ہے اور طلاق ایسی ہی چیز ہے چنانچہ اس کا معصیت نہ ہونا تو ظاہر ہے باقی مشابہ معصیت ہونا وہ اس لئے ہے کہ اس کی صورت ظلم کی صورت ہے یعنی ایذا و اضرار و ایحاش لیکن ظلم نہیں ہے کیونکہ اس کا مقصد اپنے کو ظلم سے بچانا ہے نہ کہ دوسرے کو ضرر

---

(۳۰۶) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں احمد بن یونس سے انہوں نے معروف بن واصل سے انہوں نے محارب ابن دثار سے انہوں نے اس کو ان الفاظ سے مرفوع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایسی چیز کو حلال نہیں کیا جو اس کے نزدیک طلاق سے زیادہ ناپسند ہو اور یہ مرسل ہے۔

میں واقع کرنا اور اسی مقام سے تم مشائخ کو دیکھتے ہو کہ اپنے تابعین کو بہت سے ایسے مباحات سے روک دیتے ہیں جن کی ایسی ہی شان ہو جیسے شغل رابطہ ہے جس کی صورت شاغل کے نزدیک مخلوق کے مقصود (بالذات) ہونے کی سی صورت ہے۔ جو بعید نہیں کہ کسی شاغل کو شرک میں واقع کردے۔

اختلاف امت کی حکمت

۳۰۷- **حدیث**: میری امت کا اختلاف رحمۃ اللہ ہے۔ اس کو بیہقی نے مدخل میں سلیمان ابن کریمہ کی روایت سے نقل کیا ہے وہ جویبر سے روایت کرتے ہیں اور وہ ضحاک سے اور وہ ابن عباسؓ سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کو جو حکم کتاب اللہ سے ملا ہے اس کو ترک کرنے میں تو کسی کے پاس کوئی عذر نہیں اور اگر وہ حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو میری سنت پر (عمل کرنا چاہئے) جو (باعتبار ثبوت کے) نافذ ہو (کتاب اللہ میں یہ قید نہ لگانا اس وجہ سے ہے کہ اس کا ثبوت تو بنا بر تواتر قطعی ہے) اور اگر میری سنت بھی نہ ہو تو جو میرے اصحاب کے اقوال ہوں (ان پر عمل کیا جائے کیونکہ) میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے سو جس کو بھی لے لو گے راہ پالو گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے اور اسی طریق سے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور دیلمی نے بھی اپنی مسند میں برابر اسی کے لفظ سے اور جویبر (راوی) بہت ضعیف ہے اور ضحاک (کی روایت) ابن عباس سے منقطع ہے۔

فائدہ: یہی حالت اختلاف مسالک شیوخ کی وہ بھی رحمت ہے بلکہ اس میں اختلاف مذکور حدیث سے بھی زیادہ توسیع ہے کیونکہ مشائخ میں حلال وحرام کا اختلاف نہیں اور اہل فتاویٰ کا اس میں بھی اختلاف ہے اور اختلاف مشائخ کے رحمت ہونے کا راز یہ ہے کہ (طالبین کی) استعدادیں مختلف ہیں پس ایک شخص ایک مسلک سے مستفید ہوتا ہے دوسرا دوسرے سے جیسا کہ اہل فتاویٰ کے اختلاف کے رحمت ہونے کا یہ راز ہے کہ امت پر وسعت ہو جائے۔

تربیت رسول

۳۰۸- **حدیث:** مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ادب سکھلایا سو خوب ادب سکھلایا اس کو عسکری نے امثال میں سدی کے طریق سے نقل کیا ہے انہوں نے ابو عمارہ سے انہوں نے حضرت علیؓ سے ایک قصہ کے وارد کرنے کے بعد روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم سب (یعنی آپ اور ہم) ایک ہی دادا کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر میں ہمارا سب کا نشو ونما ہوا مگر آپ اہل عرب سے ایسی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں کہ ہم اس کا اکثر حصہ نہیں سمجھتے (چنانچہ بہت حدیثوں میں صحابہ کا لغات کی تفسیر کا پوچھنا منقول ہے) آپؐ نے فرمایا کہ حق عزوجل نے مجھ کو ادب سکھلایا ہے۔ پھر خوب ادب سکھلایا ہے (اصل وجہ تو یہ ہے) اور (اس کے ساتھ ہی پھر کچھ ظاہری سامان بھی اس کا مہیا فرمادیا چنانچہ) میرا نشو ونما (ارضاع کی تقریب سے) بنی سعد میں ہوا (اس لئے ان کی زبان سے بھی اس میں اضافہ ہوا)۔

فائدہ: حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق صحیح ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ اکثر اس شخص کے کمالات ظاہر میں بھی ترقی فرماتے ہیں جیسے ادراکات اور فصاحت اور قوت اور لطافت اور نظافت اور انتظام اور ہر شے میں اعتدال اور یہ بالکل مشاہدے اور اس ترقی میں بعض ایسے اسباب ظاہرہ کا جمع ہو جانا بھی معین ہو جاتا ہے جو اوروں کے لئے جمع نہیں ہوتے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رضاع کے سلسلہ میں بنی سعد میں نشو ونما پانا مقدر فرمادیا (جہاں لغات کی واقفیت میں اور وسعت ہوگئی)۔

مہمان کی تعظیم

۳۰۹- **حدیث:** جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے اس کا اکرام کرو۔

---

(۳۰۹) اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سعید بن مسلمہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے انہوں نے اس کو اسی طرح مرفوع کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

فائدہ: یہ امر مشائخ میں مثل عادت لازمہ کے ہے اس میں وہ مسلمان اور کافر میں فرق نہیں کرتے اور مقتضی اطلاق حدیث کا بھی یہی ہے مگر جس کو دلیل شرعی نے مستثنیٰ کردیا ہو جیسے محارب اسلام الابضرورت۔

اعلان محبت

۳۱۰- **حدیث:** جب کسی کو اپنے بھائی (مسلمان) سے محبت ہو (جس کا منشا دین ہو نفس نہ ہو جیسا لفظ اخاہ اس طرف مشیر ہے) تو اس کو چاہئے کہ اس کو خبر کر دے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے (تاکہ اس کو بھی محبت ہو جائے پھر اس سے اس کی محبت بڑھ جائے اور اسی طرح اس دوسرے کی بھی)

فائدہ: چونکہ اس خبر دینے کی خاصیت یہ ہے کہ محبت اور بڑھ جاتی ہے (جیسا کہ ابھی مذکور ہوا) اس بنا پر اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق سے اللہ کے واسطے محبت کرنا یہ خود حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کے منافی نہیں جس کا راز یہ ہے کہ مقدمہ مقصود کی طرف رہنمائی کیا کرتا ہے اس سے مانع نہیں ہوتا اور ایسی محبت اہل طریقہ کو اپنے شیوخ کے ساتھ اور جو لوگ شیوخ کی طرف منسوب ہوں ان کی ساتھ مثل امر طبعی کے ہوتی ہے (جس کا مطلوب ہونا حدیث سے مفہوم ہوتا ہے)

نماز عشاء اور طعام شب

۳۱۱- **حدیث:** جب عشاء کا وقت اور شب کا کھانا دونوں جمع ہو جائیں تو کھانے کو مقدم کرو۔

فائدہ: علماء نے اس حدیث کو شدت اشتیاق (طعام) پر محمول کیا ہے اور اس تقدیر پر یہ اصل ہے صوفیہ کے اس معمول کی کہ وہ جمعیت باطن کا اور تشویش سے بچنے کا

---

(۳۱۰) اس کو بخاری نے ادب مفرد میں روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی اور الفاظ ابوداؤد کے ہیں اور ترمذی نے بھی اور نسائی نے بھی اور اوروں نے بھی ان سب نے ابن عبید کی حدیث سے اور انہوں نے مقدام معدیکرب سے اس حدیث کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ (۳۱۱) عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ اس لفظ سے حدیث کی کوئی اصل نہیں اور اصل حدیث کی بخاری و مسلم کی روایت سے اس لفظ سے ہے کہ جب شب کا کھانا (دسترخوان پر) رکھا جائے اور نماز بھی تیار ہو تو کھانے کو مقدم کرو۔

خاص اہتمام کرتے ہیں اور یہ طریق (باطن) میں ایک اصل عظیم ہے مگر کوئی خاص دلیل اس کے معارض ہو جائے تو دلیل ہی پر عمل کیا جائے گا۔ 11

قابل شخصیتیں

۳۱۲- حدیث: (تین شخصیتوں پر (خاص طور پر) رحم کرو ایک وہ شخص جو کسی قوم میں پہلے معزز ہو اور اب ذلیل ہو گیا ہو۔ اور ایک وہ جو پہلے غنی تھا اور اب محتاج ہو گیا ہو اور تیسرا وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو۔

فائدہ: میں کہتا ہوں یہ مضمون مرفوعا بھی ان لفظوں سے وارد ہوا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کو ان کے درجوں پر رکھیں اور یہ حدیث رسالہ ہذا کے شطر ثانی میں مثنوی کے دفتر اول کی روایات کی تخریج میں گزر چکی ہے ان تین شخصیتوں پر رحم کرنا ان کو ان کے درجوں پر رکھنا ہے (جیسا کہ ظاہر ہے) اور اس قسم کی رعایتیں رکھنا اس جماعت میں مثل امر فطری کے ہے۔

تقدیس ارض

۳۱۳- حدیث: مقدس زمین کسی کو مقدس نہیں بناتی آدمی کو صرف اس کا عمل مقدس بناتا ہے۔ امام مالک نے موطا میں یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ ابودرداء نے سلمان فارسیؓ کو لکھا کہ ارض مقدسہ کی طرف آؤ سلمانؓ نے ان کو لکھا کہ مقدس زمین الخ اور اس حدیث کو ذکر کیا (مطلب یہ کہ پھر آنے سے کیا فائدہ) اور یہ حدیث باوجود موقوف ہونے کے منقطع بھی ہے (کیونکہ یحییٰ بن سعید کی ابودرداء سے بلاواسطہ روایت نہیں) لیکن مجالستہ دینوری کے نویں جز میں یحییٰ بن سعید کی روایت سے ہے کہ وہ عبداللہ بن ہبیرہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ابوالدرداء نے لکھا الخ

---

(۳۱۲) ابن جوزی سے یہ موضوعات میں منقول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ فضیل بن عیاض کے کلام سے معروف ہے اور حاکم کی جہت سے اس کی سند بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن محمد بن الفضیل سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے دادا سے سنا ہے وہ کہتے تھے میں نے سعید بن منصور سے سنا ہے وہ کہتے کہ فضیل بن عیاض نے کہا کہ کسی قوم کے اس معزز پر رحم کرو جو ذلیل ہو گیا اور اس غنی پر جو محتاج ہو گیا اور اس عالم پر جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو۔

(تو انقطاع نہ رہا) اور اس حدیث کو ذکر کیا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ارض جہاد کی طرف آؤ اور مقاصد میں اول اس حدیث پر جرح کیا ہے کہ اپنے مردوں کو قوم صالحین کے درمیان دفن کیا کرو کیونکہ میت کو برے پڑوس سے ایسی اذیت ہوتی ہے جیسے زندہ کو برے پڑوسی سے اذیت ہوتی ہے پھر بعد جرح کرنے کے کہا ہے کہ (گویا یہ حدیث مجروح ہے) لیکن عمل سلف وخلف کا ہمیشہ سے اسی پر رہا ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بے اصل نہیں ہے) باقی اس مضمون میں جو مروی ہے کہ ارض مقدسہ کسی کو مقدس نہیں بناتی آدمی کو صرف اس کا عمل مقدس بناتا ہے وہ اس (عمل) کے منافی نہیں۔

فائدہ: وجہ منافی نہ ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ اصل تقدس تو عمل ہی سے ہے مگر اس سے کسی زمین کی فضیلت وبرکت کی نفی نہیں ہوتی اور اہل طریق کا یہی معمول ہے کہ اس کا اعتنا کرتے ہیں (یعنی صلحاء کے پاس دفن کرنے کا)۔

تعارف ارواح

۳۱۴- **حدیث:** روحیں مجتمع لشکر ہیں سو ان میں سے جن میں تعارف ہو گیا ان میں الفت ہو جاتی ہے اور جن میں تعارف نہیں ہوا ان میں اختلاف ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اصل ہے اس مسئلہ کی نفع باطنی میں مناسب کو دخل ہے کیونکہ نفع باطنی کا مدار مشاہدہ سے الفت پر ہے اور الفت کا مدار مناسبت پر ہے۔ جس کو تعارف سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حکمت قیلولہ

۳۱۵- **حدیث:** سحر کے کھانے سے دن کے روزہ پر اور قیلولہ سے شب بیداری پر مدد حاصل کرو۔

---

(۳۱۴) مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الادب میں عبدالعزیز بن محمد دراوردی کی حدیث سے روایت کیا ہے انہوں نے سہل سے انہوں نے اپنے باپ سے اور نیز جعفر بن برقان کی حدیث سے انہوں نے یزید بن اصم سے اور ان دونوں نے ابو ہریرہؓ سے الفاظ مذکورہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (۳۱۵) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی صحیح میں ابی عامر عقدی کی حدیث سے وہ کہتے ہیں کہ حدیث کی ہم سے زمعہ بن صالح نے سلمہ بن دہرام سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباسؓ سے انہوں نے ان الفاظ سے مرفوع کیا ہے۔

ف: یہ اصل ہے اہل طریق کی عادت قیلولہ کی۔

رازداری دعا

۳۱۶- **حدیث**: اپنی حاجات کی کامیابی پر کتمان سے مدد حاصل کرو اس لئے کہ ہر صاحب نعمت محسود ہوتا ہے۔

فائدہ: اہل طریق کی عادت سے ہے حاجت اور فقر اور مصیبت کا پوشیدہ رکھنا بھی اور نعم اور منن کا ظاہر کرنا بھی خواہ وہ من اللہ ہوں یا من العبد ہوں (تو دونوں حدیثوں پر ان کا عمل ہے) اور امر بالکتمان کی حدیث اس کتمان (مذکور) کو بھی شامل ہے (گو اس کتمان کی علت خوف حسد نہیں) اور اس شمول سے اس کا معلل بالمحسودیۃ ہونا (جیسا حدیث میں مذکور ہے) آبی نہیں کیونکہ وہ (محسودیۃ) منجملہ حکمتوں کے ایک حکمت ہے علت نہیں (جس کے ساتھ معلول نفیاً و اثباتاً دائر ہو اور) جس کے انتفاع سے حکم (معلول) منتفی ہو جائے۔

غلبہ اسلام

۳۱۷- **حدیث**: اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

---

(۳۱۶) روایت کیا اس کو طبرانی نے اپنے تینوں معجم میں اور ابو نعیم نے طبرانی سے اور غیر طبرانی سے بھی حلیہ میں سعید بن سلام عطار کی حدیث سے وہ روایت کرتے ہیں ثور بن یزید سے وہ خالد بن معدان سے وہ معاذ بن جبل سے انہوں نے لفظ مذکور کے ساتھ مرفوع کیا۔ اور اسی طرح اس کو ابن الدنیا نے اور شعب میں بیہقی نے اور امثال میں عسکری نے اور اپنے فوائد میں خلعی نے اور مسند میں قضاعی نے روایت کیا ہے اور سعید (مذکور) کو احمد وغیرہ نے کاذب کہا ہے اور عجلی نے ان کے بارہ میں کہا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں پھر (عجلی نے) اور طریق بیان کئے ہیں۔ علاوہ طریق سعید کے پھر انہوں نے کہا کہ جو حدیثیں اظہار نعمت میں وارد ہوئی ہیں وہ مابعد وقوع نعمت پر محمول ہیں سو وہ اس حدیث کے معارض نہیں البتہ اگر (بعد وقوع نعمت کے بھی) اس کے اظہار پر حد مرتب ہو (نے لگے) تو پھر (بعد وقوع کے بھی) کتمان ہی اولیٰ ہے۔ (۳۱۷) روایت کیا اس کو دار قطنی نے اپنی سنن کے کتاب النکاح میں اور رویانی نے اپنی مسند میں اور رویانی کے طریق سے ضیاء نے مختارہ میں اور ان دونوں نے شباب بن خیاط صفری کی جہت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حشرج بن عبداللہ بن حشرج نے حدیث کی وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے حدیث کی میرے دادا سے انہوں نے عائذ بن عمرو مزنی سے انہوں نے اس لفظ سے مرفوع کیا اور طبرانی نے اس کو اوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں عمرؓ سے اور اسلم میں سہل نے تاریخ واسط میں معاذؓ سے دونوں نے اس لفظ سے اس کو مرفوع کیا ہے اور بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو تعلیقاً وارد کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا اعتقاد صوفیہ کے لئے مثل حال لازم کے ہے کیونکہ وہ حضرات بعد ثبات علی الحق کے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے اور ان میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور ابتلاء

۳۱۸- حدیث: سب سے زیادہ ابتلا والے انبیاء ہوتے ہیں پھر (ان کے بعد) جو افضل ہو پھر (اس کے بعد) جو افضل ہو۔

فائدہ: حدیث اس پر دال ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونا یہ مطرودیت کی علامات سے نہیں جیسا بعض جہلا خیال کرتے ہیں بلکہ اغلب حالات میں علامات قبول سے ہے (گو قبول کے لئے) لازم نہیں اور یہ بلا عام ہے (ہر بلا کو یعنی) بلا جسمانی کو بھی جیسے مرض اور فقراء اور بلا نفسانی کو بھی جیسے غم اور فکر خواہ دنیوی ہو یا اخروی ہو اور اہل اللہ میں سے ایسے بہت کم ہیں جو کسی نہ کسی بلا سے خالی ہوں اگرچہ خالی ہونا ممکن ہے اس طرح سے کہ کسی پر شوق غالب ہو یا رجا غالب ہو (اس لئے کوئی غم اور فکر نہ ہو) اور ساتھ ہی صحت بدنی اور وسعت مالیہ بھی ہو اس لئے جسمانی بلا بھی نہ ہو۔

خوب رویوں سے حاجت روائی

۳۱۹- حدیث: خیر (و حاجت روائی) کو خوبرو لوگوں کے پاس تلاش کرو۔

---

(۳۱۸) روایت کیا اس کو ترمذی نے اپنی جامع میں عاصم بن بزلہ کی حدیث سے انہوں نے مصعب بن سعد کی حدیث سے انہوں نے اپنے باپ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ سب آدمیوں سے ابتلا والے کون ہیں آپ نے فرمایا انبیاء پھر (ان کے بعد) جو افضل ہو پھر (اس کے بعد) جو افضل ہو الحدیث اسی طرح سے یہ حدیث نسائی کے یہاں ہے کبریٰ میں اور ابن ماجہ کے یہاں ان کی سنن کے کتاب الفتن میں اور مسند دارمی کے رقاق میں اور روایت کیا اس کو احمد بن حنبل نے اور ابن منیع نے اور ابن ابی عمر نے اپنی مسندوں میں ان سب نے عاصم کی حدیث سے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور نیز حاکم نے اس کو علاء بن مسیب کی حدیث سے روایت کیا ہے اور انہوں نے مصعب سے اور طبرانی کے نزدیک فاطمہ کی حدیث سے جس کو مرفوع کیا ہے یہ لفظ ہیں کہ سب سے زیادہ ابتلاء والے انبیاء ہیں پھر صالحین الحدیث۔

(۳۱۹) صاحب مقاصد حسنہ نے اس حدیث کا مرفوع اور ضعیف الاسانید ہونا ذکر کر کے کہا ہے کہ باوجود ضعف کے اس متن پر موضوع ہونے کا حکم درست نہیں ہو سکتا جیسا ہمارے شیخ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ پھر صاحب مقاصد نے اس باب میں سلف کے اشعار ذکر کئے ہیں۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ ایسے مضامین میں ضعف (دلیل کا) مضر نہیں اور اس حدیث کو اگر خوبصورتی پر محمول کرو تو یہ حکم باعتبار اصل یا غالب احوال کے ہے جیسا کہ علم فراستہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ ظاہری حسن علامت ہے باطنی حسن کی اور اسی طرح ظاہری زشت روی علامت ہے باطنی زشتی کی اور اس کے خلاف بھی کسی عارض سے یا احیاناً ہونا ممکن ہے اور اسی وجہ سے اس علم کے احکام کا جزم جائز نہیں اور شیخ سعدی نے اپنی بوستاں کے اس شعر میں اسی پر محمول کیا ہے ؎

گنہ عفو کرد آں یعقوب را   کہ معنی بود صورت خوب را

سو اس حدیث میں اصل ہے سعدیؒ کے تمسک کی پس صوفیہ پر تمسک بالموضوعات کا گمان نہ کیا جائے اور اگر اس کو خوشخوئی پر یعنی شگفتہ روی پر محمول کرو (یعنی ایسے شخص کے پاس حاجت لے جاؤ جو حاجت سن کر خندہ پیشانی سے پیش آئے تو یہ حکم کلی ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے اسی پر محمول کیا ہے جیسا مقاصد حسنہ میں نقل کیا ہے۔

بلاؤں میں بعض اہل اللہ کی شان

۳۲۰- حدیث: اکثر جنتی لوگ ابلہ یعنی بھولے ہوتے ہیں۔

فائدہ: تم اکثر اہل اللہ کو اس شان کا دیکھو گے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام اور جو شخص انبیاء کی طرح بندگان خدا کی سیاست واصلاح کرتا ہے ان کی دوسری شان ہے یعنی زیرکی اور

(۳۲۰) اس کو بیہقی نے شعب میں اور بزار اور دیلمی نے اپنے مسندوں میں اور خلعی نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے اور ان سب نے سلامہ بن روح ابن خالد کی حدیث سے روایت کیا ہے سلامہ کہتے ہیں کہ عقیل نے (جو کہ ان کے باپ کے دادا ہیں) کہا ہے کہ مجھ سے ابن شہاب نے حدیث بیان کی حضرت انسؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس حدیث کو ذکر کیا اور سلامہ میں قدرے ضعیف ہے اور انہوں نے اپنے باپ کے دادا عقیل سے سنا بھی نہیں صرف ان کی کتابوں سے لیا ہے لیکن یہ حدیث قضاعی کے یہاں یحیٰی بن ایوب کی روایت سے اس طرح ہے کہ ہم سے عقیل نے یہی حدیث بیان کی ہے (تو انقطاع بھی جاتا رہا) آگے ابلہ کی تفسیر ہے) اور سہل بن عبداللہ تستری سے اس کی تفسیر میں منقول ہے وہ لوگ ہیں جن کے قلوب شیدا اور حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو گئے ہیں اور ابو عثمان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا وہ وہ ہے جو اپنی دنیا میں بے سمجھ ہو اور اپنے دین میں سمجھ دار ہو اور اوزاعی سے منقول ہے انہوں نے کہا وہ وہ شخص ہے جو شر سے نابینا (یعنی بے خبر) ہو اور خیر کا بینا (یعنی باخبر) ہو ان سب اقوال کو بیہقی نے شعب میں نقل کیا ہے (مجموعہ اقوال کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ وہ حق تعالیٰ اور دین کے ساتھ زیادہ مشغول ہے اسی لئے دنیا کی طرف اس کو توجہ اور اس کی باتوں کی خبر نہیں رکھتا)۔

فراست اور ہر امر میں بیداری تا کہ حکمت سیاست مرتب ہو جو خدا نے ان کے سپرد کی ہے۔

خوف ملامت سے ترک طاعت نہ کرنا

۳۲۱- حدیث: ذکر اللہ اس کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

فائدہ: حدیث اس پر دال ہے کہ کسی کے طعن یا ملامت ریا کے خوف سے ذکر کو نہ ترک کرے اور نہ اس کا اخفا کرے اور محققین کا مسلک یہی ہے برعکس اس طریق کے جو ضعفا نے تجویز کیا ہے کہ اخفا کرتے ہیں یا تقلیل پھر اس سے شیطان کو ایک راہ ملتا ہے کہ اسکو ترک پر آمادہ کرتا ہے۔ اور یہ اس کا بڑا فریب ہے جس پر اہل بصیرت متنبہ ہو جاتے ہیں۔

رزق کا احترام

۳۲۲- حدیث: روٹی کا ادب کرو۔

فائدہ: اور اسی وجہ سے تم اکثر اہل ادب کو دیکھتے ہو کہ روٹی کو پاؤں میں آنے سے بچانے کا بہت اہتمام کرتے ہیں اور مقاصد حسنہ میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ گیہوں جب پاؤں میں آتا ہے تو خدا تعالیٰ سے شکایت کرتا ہے اور اس کے سبب قحط ہو جاتا ہے۔

صوفیا میں بعض مجدد ہوتے ہیں

۳۲۳- حدیث: اللہ تعالیٰ اس امت (کی اصلاح) کے لئے ہر صدی

---

(۳۲۱) روایت کیا اس کو احمد اور ابو یعلی نے اور بیہقی نے شعب وغیرہ میں ابن وہب کی حدیث سے انہوں نے عمرو بن الحارث سے انہوں نے دراج ابو السمح سے انہوں نے ابو الہیثم سے انہوں نے ابو سعید سے مرفوع کر کے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منسوب کر کے) اور بیہقی نے اس کی تصحیح کی عمرو بن مالک کی روایت سے وہ ابو الجوزاء سے روایت کرتے ہیں انہوں نے اس کو مرسلاً مرفوع کیا ہے کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ یہاں تک کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریا کار ہو۔ (۳۲۲) مستدرک میں حاکم سے غالب بن قطان کی روایت سے ہے وہ کریمہ بنت ہمام سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عائشہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

(۳۲۳) اس کو ابو داؤد نے ملاحم میں (اپنی سند کے ساتھ) ابو ہریرہؓ سے روایت کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی راوی کہتے ہیں کہ میرے علم میں اسی طرح (موصول) ہے اور اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور سند اس کی صحیح ہے اور اس کے سب رجال ثقہ ہیں اور اسی طرح حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور راوی کا یہ کہنا کہ میرے علم میں اسی طرح ہے یہ اس حدیث کے موصول ہونے میں شک کیلئے نہیں بلکہ اپنے نزدیک اس کے موصول ہونے کا یقینی ہونا بتلایا ہے۔

کے سرے پر ایسا شخص مقرر فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کردے گا۔

فائدہ: اور (حدیث کے موافق) ہر صدی میں ایسا شخص ہوتا رہا ہے جس نے دین کی تجدید کی ہے اور تجدید کے یہ معنی ہیں کہ دین کو ان چیزوں سے صاف کر دیا جو کہ غیر دین تھیں اور لوگوں نے دین میں داخل کر لی تھیں اور جو دین کی چیزیں دین سے خارج کر دی تھیں ان کو داخل دین کرنے کا اہتمام کیا اور بعض مجددین حضرات صوفیہ میں سے بھی ہوئے ہیں۔

حدیث سین بلال کی عدم صحت

۳۲۴- حدیث: بلال شین کی جگہ آذان میں سین کہتے تھے مزنی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہوگیا ہے اور ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا آگے سین میں بھی اس کا ذکر آئے گا پھر سین میں یہ کہا ہے کہ بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے (ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں اور یہ صحیح نہیں۔

فائدہ: اور بعض کتب تصوف میں جو پایا جاتا ہے وہ حجت نہیں مگر انہوں نے راوی کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر لکھ دیا ہے اس لئے وہ معذور ہیں۔

حرف الباء

حدیث زمان پیدائش کی صحت

۳۲۵- حدیث: میں عادل بادشاہ (نوشیروان) کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں اس کی کچھ اصل نہیں اور حلیمی نے شعب میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں اور بعض کتابوں میں جو پایا جاتا ہے۔

جیسا بوستان میں ہے ؎

سرذ گر بدورش بنازم چناں — کہ سید بد ور ان نوشیرواں

اس کا جواب ابھی (اوپر) گزر چکا ہے (یعنی حسن ظن بالراوی کی بنا پر نقل کر دیا)۔

حرف الجیم

تقدیر پر اعتقاد تقویت بخش ہے

۳۲۶- حدیث: خشک ہو چکا قلم ہونے والی چیز پر قضاعی کی مسند میں مسعر بن کدام کی روایت ہے جس کو وہ منبعث اثرم سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے کردوس سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ابن مسعود سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قلم خشک ہو چکا ہے شقی اور سعید پر اور چار چیزوں سے وہ فارغ ہو چکا صورت سے اور اخلاق سے اور وقت موت سے اور رزق سے۔

فائدہ: اس حدیث کے متحضر رکھنے سے توکل اور تفویض میں قوت ہوتی ہے جس کو تم صوفیہ میں دیکھتے ہو۔

حرف الحاء

حب الوطن داخل ایمان نہیں ہے

۳۲۷- حدیث: وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوا۔

فائدہ: عذر وہی ہے جو ابھی ان بلالا میں اور بعثت میں گزرا۔

تیز مزاجی

۳۲۸- حدیث: تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے۔ یہ حدیث حسن بن سفیان کی مسند میں لیث کی جہت سے منقول ہے وہ زوید بن نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابومنصور فارسی سے کہا کہ اگر تمہارے اندر تیز مزاجی نہ ہوتی (تو خوب ہوتا) انہوں نے فرمایا مجھ کو اس تیزی کے بدلہ اتنا اتنا ملے تب بھی میرے لئے موجب مسرت نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیزی

---

(۳۲۶) اور اسی طرح روایت کیا ہے اس کو دیلمی نے اس لفظ سے کہ قلم چل چکا ہے بعوض اس لفظ کے کہ قلم خشک ہو چکا اور کلمہ تعرف کے تحت میں کہا ہے کہ طبرانی سے اس کی سند کے ساتھ ابن عباس سے ایک طویل حدیث میں یہ بھی ہے کہ قلم خشک ہو چکا ہے ہونے والی چیز پر۔

میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے (اور بعض نے ان کا نام یزید بن منصور کہا ہے اور ان کو صحابی کہا ہے) اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں۔ کوئی شخص تیزی کا مستحق قرآن والے سے زیادہ نہیں بوجہ عزت قرآن کے۔

فائدہ: بعض اہل اللہ میں ایسی تیزی پائی جاتی ہے اور اس کی حقیقت حق پر غیرت ہے اور اس کے ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلیف ہے۔

حرف الخاء

خدمت خلق کی حدود وفضیلت

۳۲۹- حدیث: مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عیال (کے مشابہ) ہے سو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے۔

تو مخلوق مثل اس کی عیال کے ہوئی۔

فائدہ: اور اسی معنیٰ کو مولانا رومی نے لفظ اطفال سے تعبیر کیا ہے اور اپنے اس قول میں

اولیا اطفال حقند اے پسر   غائبی و حاضری بس باخبر

اور یہ بھی مجاز ہی پر محمول ہے (بطور تشبیہ کے) اور وجہ جامع (تشبیہ کی) تربیت ہے۔ جسمانی تو کل مخلوق کے لیے اور روحانی خاص اولیاء کے لئے اور نفع عام ہے دنیوی ہو یا دینی اور یہ خصلت (نفع رسانی مخلوق) اہل اللہ کے لئے مثل

---

(۳۲۹) روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب میں ان سب نے ابراہیم کی روایت سے اور وہ اسود سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن مسعود سے مرفوعاً اسی لفظ سے (جو اوپر مذکور ہوا) نیز اس کو بیہقی اور ابو نعیم اور ابو یعلی اور بزار اور طبرانی نے اور حارث بن ابی اسامہ اور ابن ابی الدنیا اور عسکری نے اور بھی بعضوں نے یوسف ابن عطیہ کی جہت سے روایت کیا ہے وہ ثابت سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انسؓ سے مرفوعاً سے کہ سب میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کی عیال کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے اور یہ حدیث دیلمی کے نزدیک بشیر ابن رافع کی روایت سے اور وہ یحییٰ بن کثیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن سلمہ سے اور وہ ابی ہریرہؓ سے جنہوں نے اس کو مرفوع کیا ہے ان الفاظ سے ہے کہ خلق اللہ سب اللہ کی عیال ہے اور اس کی حفاظت (اور ذمہ داری) میں ہیں (یہ بمنزلہ تفسیر عیال کے ہے) پس سب سے زیادہ محبوب مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے اور اس کلام کا محمل جیسا عسکری نے کہا ہے مجاز اور توسع پر ہے گویا جب اللہ تعالیٰ بندوں کے رزق کا ضامن اور کفیل (یعنی ذمہ دار) ہے

امر طبعی کے ہے وہ آدمیوں کو بھی نفع پہنچاتے ہیں مومن کو بھی کافر کو بھی بلکہ مواشی اور بہائم کو بھی ان کے حوائج میں خواہ وہ حاجت دنیوی ہو یا دینی ہو مگر اذن شرعی کے بعد اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کو افضل الاعمال شمار کرتے ہیں جیسا شیخ شیرازی فرماتے ہیں۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست به تسبیح و سجاده و دلق نیست

یعنی

طریقت فقط خدمت خلق ہے نہ تسبیح و سجادہ و دلق ہے

اور یہ حضرات ان سب امور میں حدیث پر عمل کرنے والے ہیں اور اذن شرعی (کی جو اوپر قید لگائی ہے اس) میں مبتدی صاحب طریق کے لئے شیوخ کی اجازت بھی داخل ہوگئی سو ان کے لئے اذن شیوخ کی بھی ضرورت ہے کیونکہ حدود شرعیہ کو شیوخ ہی جانتے ہیں اور وساوس نفسانیہ کی ان ہی کو بصیرت حاصل ہے جو ایسے اعمال میں مل جاتے ہیں جن کی صورت تو طاعت خداوندی ہوتی ہے اور ان کی حقیقت طاعت نفس ہوتی ہے خوب سمجھ لو اور (اپنی رائے پر عمل کرنے میں) جلدی مت کرو۔

اعتدال مطلوب ہے

۳۳۰ - حدیث: سب امور میں افضل اوساط ہیں۔ روایت کیا اس کو سمعانی نے ذیل تاریخ بغداد میں سند مجہول کے ساتھ حضرت علیؓ سے مرفوعاً ان ہی الفاظ سے اور یہ حدیث ابن جریر کے نزدیک ان کی تفسیر میں مطرف بن عبداللہ اور یزید بن مرہ جعفی کا قول ہے۔

فائدہ: اور محققین کی تربیت کا اسی اصل پر مدار ہے۔

---

(۳۳۰) اور اسی طرح بیہقی نے مطرف سے نقل کیا ہے اور دیلمی نے بلا سند ابن عباس سے مرفوعاً ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ سب اعمال میں افضل اوسط ہے اور (یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن مضمون صحیح ہے کیونکہ) اس سب (مضمون) کی شہادت حق تعالیٰ کا ارشاد دیتا ہے کہ وہ لوگ نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (اور اس کے علاوہ اور آیات واحادیث بھی)۔

ذکر خفی کی فضیلت

۳۳۱- **حدیث:** سب سے افضل ذکر وہ ہے جو خفی ہو اور سب سے افضل رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے۔

فائدہ: اور یہ حدیث اصل ہے ان لوگوں کی جو ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں اور اس میں قول فیصل یہ ہے کہ فی نفسہ تو یہی افضل ہے اور جہر کی فضیلت ایسے مصالح سے ہے جو خفی سے حاصل نہیں ہوتیں یا ذوق وشوق کے غلبہ سے (بلا قصد) جہر ہو جائے اور اس حدیث کو مع میرے لکھے ہوئے مضمون کے دیکھ لو جو قریب ہی گزری ہے یعنی اکثروا ذکر اللہ حتیٰ یقولوا مجنون.

حرف الدال

مولانا روم کے بعض اشعار کا مآخذ

۳۳۲- **حدیث:** لوگوں کی مداراۃ کرو جب تک تم ان کے گھر میں ہو۔
مجھ کو یہ حدیث معلوم نہیں ہوئی لیکن زوجہ کے باب میں یہ حدیث آئی ہے کہ اس کی مداراۃ کرو تو اس کے ساتھ بسر کر سکتے ہو (اور زیادہ کاوش کرنے سے بوجہ اس کے ضعف عقل کے یا شقاق ہوگا یا افتراق)

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ جب (اس حدیث میں) زوجہ کی مداراۃ کا حکم وارد ہوا ہے اس وجہ سے کہ اس کی عقل ضعیف ہے اور اس کے ساتھ گزر کرنے کی تم کو حاجت ہے تو جس شخص کی حالت ضعیف عقل اور اس کے حاجت واقع ہونے میں زوجہ کی سی حالت ہو (اشتراک علت سے) یہ حکم اس کی طرف بھی متعدی ہو جائے گا پس یہ

---

(۳۳۱) روایت کیا اس کو ابو یعلی اور عسکری نے محمد بن عبدالرحمان ابن ابی لبابہ کی روایت سے انہوں نے سعد ابن ابی وقاص سے اور انہوں نے مرفوع کیا ہے۔ ان ہی لفظوں سے اور تصحیح کی اس کی ابن حبان اور ابو عوانہ نے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ عمل کا اخفا کرنا اور شہرت اور انگشت نمائی نہ ہونا اس کی ضد سے بہتر ہے اور دنیا اور دین میں اسلم ہے اور (اسی طرح) مال قلیل جو آخرت سے غافل نہ کرے اس کثیر سے بہتر ہے جو اس سے غافل کرے۔
(۳۳۲) روایت کیا اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں سمرہ ہے۔

حدیث معناً ثابت ہوگئی اور یہی حدیث مولانا رومی کے اس شعر کا ماخذ ہے

لاتخالفهم حبيبى دارهم　　　يا غريبا نازلاً فى دارهم

اور یہی طریقہ ہے حکماء اہل اللہ کا کہ بدعقلوں کی مداراۃ کرتے ہیں جس میں بڑی حکمت اپنے قلب کو تشویش سے محفوظ رکھنا ہے جس کی صاحب طریق کو سخت حاجت ہے۔

طالب کی دلالت شیخ کامل کے ساتھ ہے

۳۳۳- حدیث: کسی اچھی بات کا بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اس کا کرنے والا (یعنی ثواب میں)

فائدہ: اس میں یہ بھی داخل ہوگیا کہ کسی طالب کو کسی شیخ کامل کا پتہ بتلادے بلکہ یہ تو سب اچھی باتوں کی اصل ہے (کیونکہ شیخ کامل ہی کی بدولت سب اچھی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

''دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' کی صحت کی تحقیق اور اس کے معنی

۳۳۴- حدیث: دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے۔ (میں اس پر آگاہ نہیں ہوا۔

فائدہ: میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون قرآن مجید میں موجود ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تجھ کو (دنیا میں) جو دے رکھا ہے تو اس میں آخرت کی بھی جستجو کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر۔

حرف الراء

حدیث ردالشمس کی تحقیق

۳۳۵- حدیث: حضرت علیؓ کے لئے (جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(۳۳۳) روایت کیا اس کو عسکری نے اور ابن جمیع نے اور اس کے طریق سے منذری نے طلحہ بن عمرو کی روایت سے وہ عطا سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن عباس سے مرفوعاً ایک حدیث میں جس کے الفاظ یہ ہیں ہر نیک کام صدقہ ہے اور اچھی بات بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اس کا کرنے والا اور اللہ تعالیٰ پریشان آدمی کی مدد کرنے کو محبوب رکھتا ہے (اور روایت کیا اس کے مضمون کو مسلم نے ابو مسعودؓ سے (ایک طویل حدیث میں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی اچھی بات بتلادے اس کو کرنے والے ہی کے برابر اجر ملے گا۔

خدمت میں مشغول ہونے کے سبب عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے) آفتاب کا واپس ہو جانا (جس سے وہ وقت میں نماز پڑھ سکے) احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اس کی کچھ اصل نہیں اور ابن الجوزی نے ان کی موافقت کی اور اس کو موضوعات میں لائے ہیں لیکن طحاوی اور صاحب شفاء نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن مندہ اور ابن شاہین نے اسماء بنت عمیس کی روایت سے اس کی تخریج کی ہے میں کہتا ہوں سیوطی نے تعقبات علی الموضوعات کے باب المناقب میں (اسماء کی اس حدیث کی ان راویوں کے بارہ میں جن کے سبب حدیث مجروح کی گئی ہے کہا ہے کہ فضیل ثقہ راستبارز ہے اس سے مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے احتجاج کیا ہے اور ابن شریک کی توثیق بجز ابو حاتم کے اوروں نے کی ہے اور اس سے بخاری نے ادب میں روایت کی ہے اور ابن عقدہ اکابر حفاظ سے ہے اور اس کی لوگوں نے توثیق کی ہے۔ اھ مختصراً

فائدہ: (جب ایسا حاذق واقع بھی ہو چکا ہے اور تخصیص بالنبی کی کوئی دلیل نہیں) پس تم ایسے واقعہ کی جلدی تکذیب مت کرو جو بعض اولیاء کی دعا سے حبس شمس کا قصہ منقول ہے جیسا حضرت قلندر صاحب کی حکایت مشہور ہے کہ انہوں نے (ناراض ہو کر) یہ دعا کر دی تھی یا الٰہی تا قیامت بر نیاید آفتاب (پھر لوگوں کے معاف کرانے پر دعا کر دی تھی) پھر جب ان کی دعا سے وہ طلوع ہوا ہے تو ٹھیک سر پر تھا۔ (یعنی دوپہر کا وقت تھا) سو اس صورت میں واقعہ حبس سے بھی سہل ہے کیونکہ وہ صورۃ حبس تھا لیکن معنی وحقیقۃ حجاب تھا یعنی باوجود طلوع کے نظر نہیں آیا (اور ممکن ہے کہ یہ نظر نہ آنا خاص اسی بستی میں ہو) سو یہ تصدیق سے بہت قریب ہے۔

مومن کا لعاب شفاء ہے

۳۳۶- حدیث: مومن کا لعاب شفا ہے اس کا مضمون صحیح ہے (گو الفاظ ثابت نہیں) چنانچہ صحیحین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے لعاب سے شفا حاصل کرنے کی دعا مذکور ہے۔

فائدہ: اسی سے سور المومن شفا کا مضمون بھی ثابت ہو گیا اور اہل طریق میں بزرگوں کی کھائی ہوئی چیز سے برکت حاصل کرنا کثرت سے معتاد ہے۔

حرف الزائے

سالک سے اخفاء تجلی کی حکمت

۳۳۷- حدیث: ناغہ کر کے ملاقات کیا کرو محبت میں ترقی کرو گے۔

فائدہ: اور اس سے بعض اوقات سالک سے تجلیات کے استتار کی حکمت بھی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ عارف شیرازی نے فرمایا ہے۔

گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور

حرف السین

سردار خادم ہوتا ہے

۳۳۸- حدیث: جو کسی قوم کا سردار ہو وہ ان کا خادم ہے۔ (یعنی اس کو خادم ہونا چاہئے)

فائدہ: اس کے ضعف کا تدارک اس سے ہوتا ہے کہ عموماً سلف کا اس پر عمل رہا ہے خصوص اہل طریق کا ہر زمانہ میں رہا ہے کہ وہ سب کی خدمت کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنے خادموں کی بھی جس خدمت کی ان کو حاجت ہو (اور کسی حدیث پر اس طرح عمل کرنا علامت ہے کہ حدیث کی کچھ اصل معتد بہ ہے ورنہ غیر ثابت پر عمل کیوں کرتے)۔

---

(۳۳۷) روایت کیا اس کو بزار نے اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندوں میں اور حارث کے طریق سے ابونعیم نے حلیہ میں طلحہ بن عمرو کی روایت سے وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً (پھر مقاصد میں کئی سندیں ذکر کرنے کے بعد) کہا ہے کہ ان اسانید کے مجموعہ سے حدیث میں قوت ہوتی ہے اگرچہ بزار نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں لیکن یہ ہمارے قول کے منافی نہیں (کیونکہ صحت کی نفی سے ثبوت کی نفی نہیں ہوتی)۔

(۳۳۸) روایت کیا اس کو ابو عبدالرحمان سلمی نے اپنی کتاب آداب الصحبۃ میں یحییٰ بن اکثم کی روایت سے انہوں نے مامون رشید سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے انہوں نے عقبہ بن عامر سے انہوں نے اسی لفظ سے مرفوع کیا ہے اور اس کی سند میں ضعف اور انقطاع ہے۔

حرف الصاد

ضعفا کے ساتھ اپنی تعلیمات میں اہل اللہ کی رعایت

۳۳۹- حدیث: پل صراط تلوار کی تیزی کی طرح ہے یا بال کی باریکی کی طرح۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ اس کا مستبعد ہونا اس سے دفع ہوتا ہے جو اس باب میں صوفیہ میں سے بعض اہل لطائف نے کہا ہے کہ صراط صورت مثالیہ ہے طریق دینی معتدل کی اور چونکہ وسط حقیقی غیر منقسم ہوتا ہے اس لئے صراط ایسی مشکل میں ظاہر ہوگا جو بال سے بھی باریک ہے کیونکہ بال تو عرض میں منقسم ہوتا ہے نیز چونکہ وسط حقیقی پر قائم رہنا ہر چیز سے زیادہ دشوار ہے کیونکہ اس کے دونوں طرفوں یعنی افراط وتفریط کی طرف مائل ہو جانے سے بہت کم سالم رہتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کوئی ایسا شخص نہیں جو دین کا سختی سے مقابلہ کرے مگر اس پر دین ہی غالب ہوگا۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مستقیم رہو اور تم سے اس کا احاطہ نہ ہو سکے گا اگرچہ اللہ اپنے عفو ورحمت سے بندہ سے ادنیٰ درجہ کے عمل کو بھی قبول فرمالیتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ٹھیک رہو اور قریب رہو اور کچھ صبح کچھ شام اور کچھ رات کے حصے سے مدد لیا کرو (یعنی ان اوقات میں کچھ نفل عبادت کرلیا کرو) پس اس دشوار ہونے کے سبب وہ صراط ایسی صورت میں ظاہر ہوگا جو تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ پس اس تقریر سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور اس قسم کے نکات کا بیان کرنا ایک طریق ہے جس کے موافق اہل اصلاح ضعفاء کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں ورنہ ان کا اصل طریق ان امور میں بلا کیف تسلیم کر لینا ہے۔

---

(۳۳۹) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب میں حضرت انس سے مرفوعاً اور کہا کہ یہ اسناد ضعیف ہے بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث زیاد نمیری سے روایت کی گئی ہے انہوں نے انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ صراط بال کی باریکی کی طرح ہے یا تلوار کی تیزی کی طرح اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے ختم ہوا کلام بیہقی کا۔

حرف العین المھملة

عفت کی اہمیت واثرات

۳۴۰- **حدیث:** تم عفیف رہو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی اور اپنے باپوں سے اچھا سلوک کرو تمہارے بیٹے تم سے اچھا سلوک کریں گے۔

فائدہ: مقصود (زنا و عفت کے) اصل اثر کا بیان کرنا ہے۔ اگرچہ کسی مرض کے سبب اس کا ترتب نہ ہو اور غالباً یہ حدیث عارف رومیؒ و شیخ شیرازیؒ کے اقوال (مذکورہ حصہ عربی) کا ماخذ ہوگا اور حضرات اہل طریق کے اقوال میں سے کوئی قول کم پایا جاتا ہوگا جو نصوص کی طرف صراحتاً یا اشارۃً مستند نہ ہوتا ہو۔

فضیلت علماء

۳۴۱- **حدیث:** میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں ہمارے شیخ نے کہا ہے اور ان کے قبل دمیری اور زرکشی نے کہا ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں بعض نے اتنا اور زیادہ کیا کہ یہ حدیث کسی معتبر کتاب میں بھی معلوم نہیں ہوئی۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ لیکن اس کا مضمون صحیح ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علماء وارث ہیں انبیاء کے مقاصد میں اس حدیث کے باب میں کہا ہے کہ اس کو احمد و ابوداؤد و ترمذی نے اور دوسروں نے بھی ابوالدرداء سے ان ہی الفاظ میں مرفوعاً روایت کیا ہے مع اس زیادت کے کہ انبیاء نے میراث میں نہ دینار چھوڑا نہ درہم چھوڑا صرف علم کو میراث میں چھوڑا ہے اور اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم وغیرہما نے صحیح کہا ہے اور حمزہ کنانی نے حسن کہا ہے اور ان کے غیر نے ضعیف کہا ہے بوجہ اس کے کہ اس کی سند میں اضطراب ہے لیکن اس کے

---

(۳۴۰) اس کو طبرانی نے حضرت جابرؓ سے اور دیلمی نے حضرت علیؓ سے مرفوعاً اس طرح روایت کیا ہے کہ تم زنا مت کرو تمہاری بیبیوں کی لذت جاتی رہے گی (کیونکہ لذت اشتیاق سے ہوتی ہے اور جب دوسری جگہ اشتیاق ختم ہوگیا پھر لذت کہاں نیز معصیت کی نحوست بھی اس نعمت کے سلب کا سبب بن جاتی ہے) اور تم عفیف رہو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی فلاں خاندان والوں نے زنا کیا ان کی عورتوں نے بھی زنا کیا۔

شواہد متعدد ہیں جن سے اس کو تقویت ہو جاتی ہے۔

حرف الفاء

حدیث فقر کی تحقیق

۳۴۲۔ حدیث: فقر میرا فخر ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں۔

فائدہ: میں کہتا ہوں لیکن فقر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں اور فضیلت ہی کی چیزوں سے فخر ہوتا ہے۔ پس یہ فخر والی حدیث فضیلت والی حدیثوں کی مدلول التزامی ہے (پس معنی بے اصل نہ ہوئی)۔

حرف القاف

قلب خانہ خدا ہے

۳۴۳۔ حدیث: قلب خانہ خدا ہے مرفوع میں اس کی کوئی اصل نہیں میں کہتا ہوں مطلب یہ ہے کہ لفظاً اس کی کوئی اصل نہیں کیونکہ مقاصد کے حرف میم یا وسعنی سمائی الخ کی تحقیق میں یہ مضمون ہے کہ طبرانی نے ابوعتبہ خولانی سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اہل ارض میں اللہ تعالیٰ کے بہت ظروف ہیں اور تمہارے رب کے ظروف اس کے صالح بندوں کے قلوب ہیں اور ان سب میں اس کو زیادہ محبوب وہ قلوب ہیں جو سب میں زیادہ نرم اور رقیق ہوں اور اس کی سند میں بقیہ بن ولید ہے جو مدلس ہے لیکن اس نے حدثنی یا حدثنا صریحاً کہا ہے (پھر تدلیس مضر نہیں) نیز میں کہتا ہوں کہ ظروف اور خانہ دونوں معنی قریب قریب ہیں اور دونوں میں ذکر یا محبت وغیرہ مقدر کیا جائے گا (یعنی بیت محبتہ الرب وآنیۃ محبتہ اللہ) کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ وہ کسی شے میں حلول فرمائے اور اس پر محمول کیا جائے گا بعض عشاق کا یہ قول۔ پرتو حسنت الخ یا اور کوئی قول جس میں انہوں نے کہیں ارض اللہ کہیں محل تجلی کہیں اس کا ہم معنی کہہ دیا ہے۔

---

(۳۴۲) ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ غیر ثابت اور موضوع ہے۔

حرف الکاف

محتاجی قریب ہے کہ کفر ہو جائے

۳۴۴- حدیث: محتاجی قریب ہے کہ کفر ہو جائے۔

حدیث کنت کنزاً مخفیاً کی تحقیق

۳۴۵- حدیث: میں ایک خزانہ تھا جس کو کوئی نہیں پہچانتا تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کو اپنی پہچان دی۔ پھر انہوں نے مجھ کو پہچانا ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی سند معلوم ہوئی نہ صحیح نہ ضعیف اور زرکشی اور ہمارے شیخ (بھی اس حکم میں) ابن تیمیہ کے تابع ہوئے۔

فائدہ: لیکن یہ مضمون صحیح ہے اور حدیث ان اللہ جمیل یحب الجمال سے مستنبط ہے جیسا کہ احقر نے اپنی بعض تالیفات میں بیان کیا ہے چنانچہ النکت الدقیقہ کے مضمون ہشد ہم میں بھی مذکور ہے۔

---

(۳۴۴) اور اس کو احمد بن منیع نے یزید رقاشی کے طریق سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حسن سے یا انس سے مرفوعاً اور یہ حدیث ابونعیم کے حلیہ میں اور ابومسلم کشی کے سنن میں اور ابوعلی بن سکن کے مصنف میں اور بیہقی کے شعب میں اور ابوعدی کے کامل میں (اسی) یزید کے طریق سے حضرت انس سے مروی ہے بدوں شک کے (جیسے پہلے حسن کا بھی شک تھا) اور یزید ضعیف ہے اور نسائی کے یہاں ابن حبان نے تصحیح بھی کی ہے اور ابوالہیثم کی جہت سے اور ابوسعید خدری سے مرفوعاً اس طرح روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور فقر سے ایک شخص نے کہا اور یہ دونوں برابر ہیں فرمایا ہاں اور یہ سب روایتوں میں صحیح ہے اور اس کے قبل جو مرفوع روایت تھی وہ ضعیف الاسناد ہے میں کہتا ہوں کہ وہ ضعیف حدیث بھی معناً صحیح ہو گئی اور یہ (فقر کا کفر کے قریب ہونا) اس وقت ہے جب یہ شخص صبر و رضا اختیار نہ کرے اور حق تعالیٰ پر اعتراض کرے نیز میں کہتا ہوں کہ نسائی میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پناہ مانگتا ہوں کفر اور دین سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ دین کو کفر کی برابری کرتے ہیں فرمایا ہاں اور یہ بھی ماقبل کے قریب ہے اس لئے کہ فقر عادتاً دین کو مستلزم ہے اور دین (من وجہ) کفر کو نصاً مستلزم ہے کیونکہ اس میں بعض خصال نفاق کے پائے جاتے ہیں جیسے وعدہ خلافی وغیرہ پس فقر کو کفر تک پہنچانے کا مضمون ثابت ہو گیا اور یہی مضمون تھا کاد الفقر الخ کا)

حرف اللام

خرقہ صوفیا علیؓ سے چلا آتا ہے

۳۴۶- **حدیث:** خرقہ صوفیہ کا پہننا اور حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے پہننا ابن دحیہ اور ابن الصلاح نے کہا کہ بالکل ثابت نہیں اور اسی طرح ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ اثبات خرقہ کے جتنے طریق ہیں انہی سے ایک بھی ثابت نہیں اور کسی خبر صحیح یا حسن یا ضعیف میں وارد نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورۃ متعارفہ بین الصوفیہ پر اپنے کسی صحابی کو خرقہ پہنایا ہو اور نہ کسی صحابی کو یہ حکم دیا کہ وہ ایسا کریں اور جو کچھ اس باب میں صریح روایتیں آئی ہیں سب سے اصل میں (صریح) کی قید سے مفہوم ہوا کہ کلیات سے استنباط ہو سکتا ہے) پھر کہا ہے کہ اس دعوے میں ہمارے شیخ ہی متفرد نہیں بلکہ ان سے پہلے بھی ایک جماعت اس طرف گئی ہے حتیٰ کہ جن بزرگوں نے پہنا ہے اور پہنایا ہے (وہ بھی اس کو روایت سے ثابت نہیں فرماتے) جیسے دمیاطی اور ذہبی اور ہکاری اور ابوحبان اور علائی اور مغلطائی اور عراقی اور ابن الملقن اور انباسی اور برہان حلبی اور ابن ناصر الدین الخ۔

فائدہ: لیکن باوجود اس کے لبس خرقہ امر مباح ہے جب اس کو مسنون نہ سمجھا جائے بلکہ وہ ایک رسم صالح ہے جو بہت سے مصالح پر مبنی ہے جیسے فارغین علوم درسیہ کو عمامہ باندھنا اہل مدارس میں ایک رسم ہے۔

قوالی اور وجد وغیرہ کی تحقیق

۳۴۷- **حدیث:** قدلسعت حية الهوى كبدى دو شعروں کے ختم تک اور وہ دو شعر یہ ہیں

قدلسعت حیۃ الھویٰ کبدی　　فلا طبیب لها ولا راقی

الا الحبیب الذی شغفت بہ　　فعنده رقیتی وتریاقی

اور یہ کہ یہ اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھے گئے (اس کے متعلق) ابن

تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابو محذورہ نے یہ اشعار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھے اور آپ نے وجد فرمایا حتیٰ کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے شانہ سے گر گئی اور اس کو فقراء صفہ نے باہم تقسیم کر لیا اور اپنے کپڑوں میں اس کے پیوند لگا لئے سو یہ قصہ باتفاق محدثین غلط ہے اور جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب موضوع ہے۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ یہ بھی علماء صوفیہ کے نزدیک اغراض محمودہ کے لئے ایک امر فی نفسہ مباح ہے مگر خاص شرائط کے ساتھ جو ان کے نزدیک مقرر ہیں اور ان کے کلمات میں منضبط ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس پر کوئی فساد ظاہری یا باطنی مرتب نہ ہو یہ کلام تھا سماع اور وجد اور تواجد میں باقی خرقہ کا برکت کے لئے تقسیم کر لینا پس وہ لبس خرقہ کی طرح جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا ہے ایک رسم ہے جو اعتقاد برکت سے ناشی ہے اور چونکہ برکت کا حاصل کرنا اغراض محمودہ سے ہے اس لئے یہ خرقہ کا پارہ پارہ کر دینا اسراف اور اتلاف میں داخل نہیں سو تم صوفیہ کے بارہ میں گو وہ متقدمین میں سے نہ ہوں ادب اور انصاف کا لحاظ رکھنا اور اعتراض اور کجروی سے بچنا۔

ادنیٰ سے اشرف کو نفع پہنچتا ہے

۳۴۸- حدیث: اگر اللہ کے وہ بندے نہ ہوتے (جو بڑھاپے سے) جھک گئے ہیں اور دودھ پینے والے بچے نہ ہوتے اور چرنے والے بہائم نہ ہوتے تو تم لوگوں پر (معاصی کی سزا میں) مینہ کی طرح عذاب برستا۔

فائدہ: یہ حدیث اس پر دال ہے کہ ادنیٰ سے اشرف کو نفع پہنچ جاتا ہے (چنانچہ بہائم تک سے آدمی کو یہ نفع پہنچا کہ ان کی بدولت وہ عذاب سے محفوظ رہا) اور اسی وجہ سے اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اپنے کو ہر شخص سے کمتر سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بہائم سے بھی اور نفع دنیوی پر نفع دینی کا قیاس ہو سکتا ہے (کہ وہ بھی ادنیٰ سے شریف کو بعض اوقات پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ بکثرت مشاہد ہے)

---

(۳۴۸) روایت کیا اس کو طیالسی اور طبرانی اور ابن مندہ اور ابن عدی اور دوسرے محدثین نے مالک بن عبیدہ ابن مسافع دیلمی کی روایت سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے اور ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے دونوں نے اسی لفظ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

برکات توکل

۳۴۹- حدیث: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے جیسا توکل کا حق ہے تو تم کو اللہ تعالیٰ اس طرح رزق دیتا جیسا کہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ صبح کو (گھونسلوں سے) بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر جاتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے توکل کی برکت معلوم ہوئی کہ پرندوں کی طرح روزی کیسی آسانی سے ملے اسی کا گویا ترجمہ کیا ہے۔ فرمایا عطارؒ نے

برتوکل گر بود فیروزیت حق دہد مانند مرغان روزیت

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل میں ترک اسباب شرط نہیں اور حدیث اول میں اس طرف اشارہ بھی ہے اس لئے کہ پرندہ بھی ایک گونہ کسب سے خالی نہیں کیونکہ آشیانہ سے طلب رزق کے لئے نکلنا ایک قسم کا کسب ہی ہے ابن عباس اور حضرت عمر کے قول میں تو اس کی تصریح ہے ہاں ترک اسباب ظنیہ کی بھی خاص شرائط کے ساتھ دوسری نصوص میں اجازت آئی ہے۔

سائل کا اطلاق کس پر ہوتا ہے

۳۵۰- حدیث: سائل کے لئے حق ہے اگرچہ گھوڑے ہی پر آیا ہو۔

---

(۳۴۹) روایت کیا اس کو احمد اور طیالسی نے اپنے مسندوں میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی ابوتمیم جیشانی کی روایت سے اور وہ حضرت عمرؓ سے اسی لفظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور تصحیح کی اس کی ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم نے اور عسکری کی روایت وہب ابن منبہ کی جہت سے یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے متوکل کے بارے میں پوچھا گیا (کہ متوکل کون ہے) انہوں نے فرمایا کہ جو شخص کھیتی کرے اور مٹی میں اپنا تخم ڈالے (یعنی اسباب معاش کو اختیار کرے) اور معاویہ بن قرہ کی طریق سے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اہل یمن کے بعض لوگوں سے ملے فرمایا تم کون ہو کہنے لگے متوکل ہیں فرمایا تم (اس دعویٰ میں) جھوٹے ہو کہ تم متوکل ہو، متوکل تو صرف وہ شخص ہے جو دانہ زمین میں ڈالے اور ڈال کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرے (اپنی تدبیر پر اعتماد نہ کرے)

(۳۵۰) روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے حسین بن علی ہاشمی سے مرفوعاً اور اس کی سند جید ہے جیسا کہ عراقی نے کہا ہے اور دوسروں نے بھی ان کا اتباع کیا ہے اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے لیکن ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے اس کے بعد (مقاصد) میں کہا ہے کہ ابن عباس اور زید بن اسلم سے مروی ہے جس کو مرسلاً مرفوع کیا ہے ان الفاظ سے سائل کو دو اگرچہ گھوڑے پر آیا ہو اس کو مالک نے موطا میں (بقیہ فوائد اگلے صفحہ پر)

فائدہ: ان روایت کے ظاہر الفاظ میں تائید ہے بعض اہل دل کے اس معمول کی کہ وہ ہر اس شخص کو دے دیتے ہیں جوان سے مانگے خواہ محتاج ہو یا غنی اور فقہا نے سائل غنی کے دینے سے منع کیا ہے کیونکہ ایسے شخص کا سوال کرنا معصیت ہے اور یہ دینا اس کی اعانت کرتا ہے معصیت پر۔ اور وہ حدیث کو اس حالت پر محمول کرتے ہیں کہ گھوڑا وغیرہ اس کی حاجت اصلی میں مشغول ہو اور جو شخص اس میں توسع کرتا ہے وہ اس دلیل سے یہ عذر کر سکتا ہے کہ دینے والے کا قصد تو اعانت علی المعصیۃ کا نہیں ہے اس کا قصد صرف اس کی حاجت کا پورا کرنا ہے اگر چہ اس سے بطور تسبب کے معصیت لازم آ جائے اور لازم کا حکم ملتزم کا سا نہیں ہوتا بہر حال مسئلہ میں گنجائش اجتہاد کی ہے سو کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے کو ملامت کرے۔

حرف المیم

شعائر محبوب سے محبت

۳۵۱- حدیث: آب زمزم اسی چیز کے لئے نافع ہے جس کے لئے پیا جائے۔

(بقیہ فوائد صفحہ سابقہ) اسی طرح روایت کیا ہے اس کے بعد (مقاصد میں) کہا ہے کہ دار قطنی کے یہاں حسن بن علی ہاشمی کی جہت سے اعرج سے اور وہ ابو ہریرۃؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں یہ ہے کہ تم میں کوئی شخص سائل کے دینے سے انکار نہ کرے اگر چہ اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہوں اور (دار قطنی نے) کہا ہے کہ اس روایت میں حسن اعراج سے متفرد ہیں اور یہ مسند الفردوس میں بھی ہے اس کے بعد (مقاصد میں) ابن النجار سے ان کی سند سے ابو عبداللہ سے وارد کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو عمر بن عبدالعزیز نے کچھ مال دیا کہ میں اس کو مقام رقہ میں تقسیم کر دوں میں نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ مجھ کو ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں کہ میں پہچانتا نہیں اور ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی ہیں (تو میں تقسیم کے وقت کیسے امتیاز کروں گا) انہوں نے فرمایا ارے بھائی جو شخص تیری طرف ہاتھ پسارے تو اس کو دیدے۔

(۳۵۱) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے عبداللہ بن المؤمل کی روایت سے کہ انہوں نے ابو الزبیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت جابر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر اس حدیث کا ذکر کیا اور اس کی سند ضعیف ہے (پھر چند روایات اس باب میں ذکر کر کے کہا) اور ان سب سے احسن وہ حدیث ہے جس کو فاکہی نے ابن اسحاق کی روایت سے ذکر کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد ابن عبداللہ بن الزبیر نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی کہ حضرت معاویہ نے حج کیا اور ان کے ساتھ ہم نے بھی حج کیا سو جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھی پھر صفا کی طرف جاتے ہوئے زمزم کے پاس گزرے اور فرمایا کہ اے لڑکے میرے لئے اس میں سے ایک ڈول نکال انہوں نے ایک ڈول نکالا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس لائے انہوں نے پیا بھی اور اپنے چہرے اور سر پر ڈالا بھی اور یہ کہتے جاتے تھے کہ زمزم شفا ہے اور وہ اسی چیز کو نافع ہے جس کے لئے بھی پیا جائے۔ بلکہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث باوجود موقوف ہونے کے حسن ہے (اور اس کے قبل ایک روایت موقوفہ کے متعلق کہا ہے کہ) لیکن ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی (بقیہ فوائد اگلے صفحہ پر)

فائدہ: آب زمزم سے برکت حاصل کرنا صوفیہ میں مثل امر اجماعی کے ہے اور ان کے لئے داعی اس کا ان روایات کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت ہے اور اس کے شعائر کی یعنی مکہ کی اور بیت اللہ کی اور اس کے مقبولین کی محبت یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کی۔

جسے مسلمان اچھا سمجھے اسے اللہ بھی اچھا سمجھتا ہے

۳۵۲- حدیث: جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔

فائدہ: یہ حدیث تقریباً اس میں نص ہے کہ مراد مسلمین سے حدیث میں اصحاب ہیں پھر سب صحابہ مراد لئے جائیں تو حدیث خاص ہوگی اجماع کے ساتھ اور اگر مطلق صحابہ مراد لئے جائیں تو دوسرے دلائل سے اس میں اجتہاد کی بھی قید ہوگی پس حدیث قیاس کے حجت ہونے کو مفید ہوگی اگر اس پر یہ سوال کیا جائے کہ قیاس کا حجت ہونا صحابہ کہ ساتھ خاص نہیں پھر اس تخصیص کی کیا وجہ ہم جواب دیں گے کہ تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ ان کی رائے دوسرے مجتہدین کی رائے پر مقدم ہے اور یہ وجہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر چلتی ہے کہ صحابہ کی تقلید (مجتہد پر بھی) واجب ہے اور جب حدیث کے معنی واضح ہو گئے تو بدعات اور رسوم (کے استحسان) میں اہل غلو کا اس حدیث سے استدلال کرنا باطل ہو گیا۔

(بقیہ فوائد صفحہ سابقہ) (پھر کہا ہے) اور مرتبہ اس حدیث کا یہ ہے کہ ان طرق کے جمع ہو جانے سے وہ احتجاج کے قابل ہو سکتی ہے اور اس کا تجربہ اکابر کی ایک (بڑی) جماعت نے کیا ہے۔

(۳۵۲) روایت کیا اس کو احمد نے کتاب السنۃ میں اور جس نے اس کو مسند کی طرف منسوب کیا اس نے غلطی کی (اور یہ روایت) ابی وائل کی حدیث سے ہے وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قلوب میں نظر فرمائی سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا اور آپ کو رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا پھر بندوں کے قلوب میں نظر فرمائی سو آپ کے لئے اصحاب کو منتخب فرمایا اور ان کو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کا وزیر بنایا پس جس چیز کو (یہ) مسلمان (یعنی اصحاب) اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے اور جس چیز کو (یہ) مسلمان بری سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بری ہے اور یہ حدیث موقوف اور حسن ہے اور اسی طرح اس کو بزار اور طیالسی اور طبرانی اور ابونعیم نے حلیہ میں ابن مسعود کے ترجمہ میں روایت کیا ہے بلکہ یہ حدیث بیہقی کے نزدیک اعتقاد میں دوسرے طریق سے ابن مسعود سے مروی ہے۔

مسح العینین کی تحقیق

۳۵۳- حدیث: جب موذن اذان میں اشهدا ن محمد الرسول اللہ کہے اس کو سن کر زبان سے یہ کہے اشهدان محمد اعبده ورسوله رضیت بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیه و سلم نبینا اور شہادت کی دو انگلیوں کے پوروں کے اندرونی حصہ کو چوم کر دونوں آنکھوں پر پھیر لے میں (اس کے متعلق) کہتا ہوں کہ صاحب مقاصد اس باب میں کئی قسم کی روایات لائے ہیں ایک مرفوع دیلمی سے وہ ابوبکر صدیق کی حدیث ہے۔ اس کو ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں اور (علی الاطلاق) یہ بھی کہا ہے کہ مرفوع کے باب میں ان روایات کے متعلق کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔ دوسری قسم جو خضر علیہ السلام سے منقول ہے ابوالعباس احمد بن ابی بکر رداد یمانی صوفی کی کتاب موجبات الرحمتہ وعزائم المغفر ۃ سے ایسی سند سے جس میں بہت سے مجہول راوی ہیں اور اسی کے ساتھ انقطاع بھی ہے (پس یہ بھی صحیح نہ ہوئی) تیسری قسم جو حضرت حسن پر موقوف ہے فقیہ محمد بن سعید خولانی سے ان کی سند کے ساتھ چوتھی قسم جو مشائخ سے خود ان کے اقوال منقول ہیں جیسے محمد بن بابا اور مجد جو ایک قدیم مصری ہیں اور بعض شیوخ عراق یا عجم کے اور ابن صالح اور محمد بن ابی نصر بخاری (یہ چار قسمیں ہوئیں ان میں سے) قسم اول (یعنی مرفوع میں تو اس عمل کی فضیلت میں یہ وارد ہوا ہے کہ میری شفاعت اس کے لئے ثابت ہوگی اور باقی روایات میں صرف یہ ہے کہ اس کی آنکھیں آشوب اور کوری سے محفوظ رہیں گی اور اگر درد ہو تو جاتا رہے گا۔ یہ خلاصہ ہے مقاصد کے مضمون کا باقی رہا اس کا حکم سو (قواعد شرعیہ سے) ظاہر ہے وہ یہ کہ عمل باعتقاد ثواب (اور دین کا کام سمجھ کر) کیا جائے جس کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوئی تو بدعت اور زیادت فی الدین ہے (ان میں سے کیونکہ غیر دین کو دین سمجھنے کا یہی حکم ہے) اور اس زمانہ میں جو لوگ یہ عمل کرتے ہیں انہیں اکثر کا (عام طور سے) یہی اعتقاد ہے سو اس کے بدعت ہونے میں

کوئی شک نہیں اور گر صحت بدنیہ (یعنی حفاظت چشم) کی نیت سے کیا جائے۔ وہ ایک قسم کی طبی تدبیر ہے سو وہ فی نفسہ جائز ہے (کیونکہ یہ اعتقاد فاسد نہیں) لیکن اگر یہ سبب ہو جائے ایہام قربت کا جیسا عوام زمانہ سے یہی احتمال غالب ہے تو اس سے مطلقاً (بطور انتظام واجب کے) منع کیا جائے گا۔

شرکاءِ ہدیہ

۳۵۴- حدیث: جس کو کوئی ہدیہ دیا جائے اور اس کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوں وہ سب اس میں شریک ہیں۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ حدیث کا یہ مضمون اس صورت میں ہے جبکہ ہدیہ دینے والے کا مقصود سب لوگوں کے شریک کرنے کا ہو جیسا کھانے پینے کی چیزوں میں غالب ہے لیکن باوجود اس کے وہ ہدایہ ادب کی وجہ سے صدر مجلس کے سامنے رکھ دیا اور یہ امر قرائن سے معلوم ہو جاتا ہے۔ باقی جب اس کا مقصود خاص ہی شخص کے دینے کا ہو جیسے نقد و پارچہ وغیرہ میں غالب ہے اس وقت دوسروں کے شریک کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ملک احکام تملیک سے ہے جب تملیک خاص ہوگی ملک بھی خاص ہوگی خوب سمجھ لو البتہ اگر اس صورت میں بھی سب اہل مجلس پر تقسیم کر دے تو یہ مروت اور حقوق صحبت سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ان بزرگوں کی اکثر احوال میں یہی عادت ہے بجز اس صورت کے کہ کوئی امر قوی اس کے خلاف کو مقتضی ہو۔

---

(۳۵۴) روایت کیا اس کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور عبدالرزاق اور طبرانی نے بھی اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابن عباس اور ان میں سے صرف طبرانی نے اور ایسے ہی اسحٰق بن راہویہ نے اور ابو بکر شافعی نے غیلانیات میں حسن بن علی کی حدیث سے اور عقیلی نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ان سب نے اسی لفظ سے مرفوعاً اور عقیلی کہتے ہیں کہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچی اور ایسا ہی بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً لا کر کہا ہے یعنی اس طرح کہا ہے کہ ابن عباس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے ہم مجلس اس کے شریک ہوں گے (سو یہ صحت کو نہیں پہنچا اھ لیکن یہ عبارت (لم یصح (بخاری جیسے شخص سے حدیث کے لئے اصل ہونے کو مقتضی نہیں (کیونکہ ان کے یہاں صحت کی سخت شرطیں ہیں) بخلاف اس کے کہ عقیلی (لم یصح) کہیں (کہ وہ مقتضی بے اصل ہونے کو ہوگا) اور بہر حال ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے۔

تربیت میں رعایت سہولت

۳۵۵- حدیث: جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو جائے اس کو چاہئے کہ دونوں میں جو سہل ہو اس کو اختیار کرے (یہ الفاظ حدیث کے نہیں لیکن مضمون حدیث کے موافق ہے چنانچہ) اس مضمون کے لئے حضرت عائشہؓ کے قول سے مناسبت نکال سکتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امر میں اختیار دیا گیا ہو مگر ہمیشہ آپ نے آسان ہی صورت کو اختیار فرمایا اور یہ حدیث معروف ہے۔ (اور مناسبت ظاہر ہے)

فائدہ: اور یہی طریقہ ہے محققین اہل تربیت کا خصوص تربیت میں کہ اس میں طالب کی حالت کی رعایت کرتے ہیں اور دشوار کام کو اس پر سہل کر دیتے ہیں تاکہ طریق اس پر دشوار نہ ہو۔

دعووں کی تحقیق

۳۵۶- حدیث: جو شخص ایسی چیز کے ہونے کو جتلائے جو اس کو عطا نہیں کی گئی (خواہ مال ہو یا کمال ہو) وہ شخص ایسا ہے جیسے تمام لباس جھوٹ کا پہن لیا۔

فائدہ: سب سے زیادہ عمل کرنے والے اس حدیث کے مشائخ ہیں کہ دعویٰ کے ایہام تک سے خود بھی بچتے ہیں اور اپنے متعلقین کو بھی بچاتے ہیں (اور اس ایہام تک دوسروں کی نظر بھی نہیں جاتی)۔

کبر کا علاج

۳۵۷- حدیث: جو شخص اپنا اسباب اٹھا کر خود لے آئے وہ کبر سے مبرا ہو گیا۔

فائدہ: یہ حدیث واضح تر ماخذ ہے ایسے علاجوں کا جن کو مشائخ اپنے مریدوں کے لئے کبر کے متعلق تجویز کرتے ہیں۔

---

(۳۵۶) روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے۔ (۳۵۷) اس کو قضاعی اور دیلمی نے اپنی مسندوں میں سفیان کی روایت سے ذکر کیا ہے انہوں نے محمد بن المنکدر سے انہوں نے جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

ظالم پر رحمت کا طریقہ

۳۵۸- حدیث: جو شخص ایسے شخص پر جس نے اس پر ظلم کیا ہو بددعا کرے اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

فائدہ: اور جس طرح یہ حدیث اس عادت کی بنا ہے۔ جس پر اکثر اہل طریق ہیں کہ ظلم کرنے والے کو معاف کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اس عادت کی بھی سند ہے جس پر بعض اہل طریق ہیں کہ کچھ خفیف ضرر کی بدعا کر دیتے ہیں تا کہ صبر کرنے کی وجہ سے اس کو کوئی بڑا ضرر لاحق نہ ہو جائے بہر حال صابر اور غیر صابر دونوں کا قصد یہی ہے کہ ظالم کے ساتھ رحمت کا برتاؤ ہو لیکن رنگ رحمت کا مختلف ہے۔

راستے سے کاغذ اٹھانا

۳۵۹- حدیث: جو شخص کوئی لکھا ہوا کاغذ راستہ سے اٹھالے۔

فائدہ: اور اسی پر عمل ہے اہل ادب کا جہاں تک ان کے بس میں ہے اور ان میں جو اہل درایت ہیں۔ انہوں نے اس حکم کو ایسے کاغذات کی طرف بھی متعدی کیا ہے جن میں حروف ہوں جو مادہ ہے اذکار کا گو ہیئت نہ ہو (یعنی بسم اللہ وغیرہ لکھی ہوئی نہ ہو اور کوئی عبارت ہو مگر اس عبارت کے حروف وہی ہیں جن سے اسماء الٰہیہ وکلام الٰہی مرکب ہے) پھر اس سے آگے متعدی کیا ان حروف کے محل کے حروف کے محل یعنی سادہ کاغذ تک (اگر چہ اس میں کچھ لکھا نہ ہو) مگر ان سب مراتب میں تفاوت ہے

---

(۳۵۸) روایت کیا اس کو ترمذی وابو یعلی وغیرہما نے ابراہیم کی روایت سے وہ اسود سے اور وہ عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

(۳۵۹) روایت کیا اس کو دارقطنی نے افراد میں سلیمان بن ربیع کی۔ روایت سے انہوں نے ہمام بن یحیٰی سے انہوں نے عمرو بن عبداللہ بن ابی خثعم سے انہوں نے یحیٰی بن کثیر سے انہوں نے ابوامامہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اسی لفظ سے مرفوعاً اور ابوالشیخ کی روایت حضرت انس سے جس کو مرفوع کیا ہے یہ ہے کہ جس شخص نے زمین سے کوئی کاغذ اٹھالیا جس میں بسم اللہ تھی ادب وتعظیم کے سبب وہ صدیقین سے لکھا جائے گا۔

(یعنی جس پر بسم اللہ وغیرہ لکھی ہو اس کا سب سے زیادہ ادب ہے پھر اس کا جس میں کوئی دوسری عبارت لکھی ہو پھر خالی کاغذ کا)

وضع ملامیۃ کی مذمت

۳۶۰- حدیث: جو شخص تہمت (وشبہ) کے رستوں میں چلے گا اس کو تہمت لگائی جائے گی۔

فائدہ: اس میں اس شخص پر نکیر ہے جو طریقت کا مدعی ہو کر ایسے افعال پر جرات کرے جو ظاہراً یا حقیقتاً شریعت کے خلاف ہوں اور اپنے کو ملامتی کہے اور بعض بزرگان پیشین کی سند پکڑے اور یہ نہیں سمجھتا کہ غیر معذور کا حال معذور جیسا نہیں (یعنی ان بزرگوں کو کچھ عذر تھا اور اس شخص کو کوئی عذر نہیں) پھر وہ زمانہ شرع کا تھا۔ اس لئے ایسے فعل کا ضرر دوسروں تک نہ پہنچتا تھا۔ (دو وجہ سے ایک یہ کہ عام لوگ بھی اس فعل کو کو برا سمجھ کر اس کو اختیار نہ کرتے تھے۔ دوسرے سزائے شرعی کے خوف سے کسی کی ہمت اس کے ارتکاب کی نہ ہوتی تھی) اور ہمارا زمانہ آزادی کا ہے پس ہر نفس پرست شخص اس ملامتی کے اس فعل کی پناہ لے کر اس فعل کو کرنے لگے گا اور اس کا دین خراب ہوگا نیز جس بزرگ پر اپنے کو قیاس کرتے ہو وہ بزرگ اپنے زمانہ میں مقتدا نہ تھے۔ (کیونکہ ایسے شخص کو کوئی مقتدا نہ سمجھتا تھا) اور یہ نقال اکثر اپنے وقت کا مقتدا ہوتا ہے اس سے عوام کا دین تباہ ہوتا ہے۔

ریا و نام و نمود کی مذمت

۳۶۱- حدیث: جو شخص (اپنے اعمال خیر کو) سنانا چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ (دنیا میں یا آخرت میں) اس (کے عیوب) کو سنا دے گا اور جو شخص (اپنے اعمال خیر کو) دکھلانا چاہے گا اللہ تعالیٰ (دنیا میں یا آخرت میں اس (کے عیوب) کو دکھلا دے گا۔

---

(۳۶۰) اس کو خرائطی نے مکارم میں حضرت عمرؓ کی روایت سے خود ان کا قول کر کے نقل کیا ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو تہمت کے مقام پر قائم کرے گا سو یہ شخص اس کو ملامت نہ کرے جو) اس پر بدگمانی کرے۔ میں کہتا ہوں کنز الحقائق میں تاریخ بخاری سے روایت کیا تہمت کے موقعوں سے بچو۔

(۳۶۱) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

فائدہ: یہ حدیث صریح ہے حب جاہ وریا کی مذمت میں اور اس کا تحقق کبھی اس طور سے ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور کبھی اس طور سے ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگوں کو خبر پہنچ جائے (اور وہ سن لیں) اور حدیث دونوں کو شامل ہے اور یہ فن طریقت کے امہات مسائل سے ہے۔

جاہل عبادت گزار کی مذمت

۳۶۲- حدیث: جو شخص جہل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو وہ جتنا دین کو بگاڑے گا وہ اس سے زیادہ ہوگا جتنا سوارے گا۔ (گویا اسی کا ترجمہ ہے)

خیالات نادان خلوت نشین　　بہم برزند عاقبت کفر و دین

بعض نے کہا کہ یہ حضرت ضرار بن ازدر صحابی کے کلام سے ہے اور دیلمی کے نزدیک واثلہ بن الاسقع کی روایت سے مرفوعاً اس طرح ہے کہ عبادت کرنے والا بدوں علم کے ایسا ہے جیسا گدھا چکی میں۔

فائدہ: اور یہ حدیث اس صوفی کی بدحالی ظاہر کر رہی ہے جو حدود شرع سے ناواقف ہو۔ اور اس بدحالی کا اظہار اس وقت اور زیادہ ہو جائے گا جب یہ شخص علم اور اہل علم کی مذمت بھی کرتا ہو اور اپنے کو اس جماعت میں شمار کرتا ہو جنہوں نے پہلے بزرگوں میں سے علوم شریعت کو مدارس سے حاصل نہیں کیا اور یہ شخص اتنا نہیں جانتا کہ تحصیل شرائع کے طرق مختلف ہیں اور اصل طریق اس کا صحبت ہے (کہ علماء کے پاس رہ کر احکام کا علم حاصل کرلے) پس درس کی نفی سے علم کی نفی لازم نہیں اور اس جاہل نے تو نہ مدرسہ میں پڑھا اور نہ علماء کے پاس رہا پس کہاں یہ اور کہاں وہ بزرگان دین (ونعم ما قیل۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

عشق کی خاصیت وشرط

۳۶۳- حدیث: جو شخص (کسی پر بلا اختیار) عاشق ہو جائے پھر عفیف

---

(۳۶۳) اس حدیث کو مقاصد میں متعدد سندوں کے ساتھ وارد کیا ہے　(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رہے اور پوشیدہ رکھے پھر مر جائے وہ شہید مرے گا۔

فائدہ: اس حدیث میں دو مسئلے ہیں پہلا یہ کہ عشق غیر اختیاری مطلقاً مذموم نہیں (جیسا بعض خشک مزاج اس کو عیوب میں سے اور عاشق کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں) اور مذموم کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ شہادت تک پہنچاتا ہے اس طرح سے کہ کسی کے فعل کو اس میں دخل نہیں اور ایسی چیز (جو بدوں کسی کے فعل کے دخل کی شہادت تک پہنچا دے) مذموم نہیں ہوسکتی (یہ قید اس لئے لگائی کہ مطلقاً سبب شہادت کو غیر مذموم نہیں کہہ سکتے چنانچہ کافر کا کسی مسلمان کو قتل کر دینا اسباب شہادت سے ہے اور پھر مذموم ہے) اور اسی وجہ سے بعض اہل طریقت کو دیکھتے ہو کہ وہ اس شخص کی مدح کرتے ہیں اور اس کو اسباب وصول الی المقصود میں سے کہتے ہیں جیسا کہ عارف جامی فرماتے ہیں ؎

متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست   کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست

اور جیسا عارف رومی فرماتے ہیں

عاشقی گزریں سرد گزران سرست   عاقبت مارابداں شہ رہبر ست

اور اس حدیث کا مضمون اس کے مناسب بھی ہے اس لئے کہ شہادت وصول الی اللہ کی فرد اعظم ہے (پس شہادت کا سبب بن جانا وصول الی اللہ کا سبب بن جانا ہے) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس عشق کے محمود و موصل الی المقصود ہونے کی شرط عاشق کا عفیف رہنا اور اس کا اخفا اور صبر کرنا ہے اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ہوائے نفسانی کا تارک رہے اور (اسی کی تفصیل میں) محققین نے تصریح کی ہے کہ عشق مجازی کا عشق حقیقی کی طرف موصل ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ معشوق مجازی کی طرف اصلاً التفات نہ کرے نہ اس کی طرف نظر کرے نہ اس کا کلام سنے حتیٰ کہ اس کی طرف قلب سے بھی توجہ نہ کرے (اور اس کا تصور دل میں نہ لائے) اور یہی مراد ہے جامی کے قول

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جن میں سے بعض میں کلام کیا ہے اور بعض کو برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ (جن کو برقرار رکھا ہے ان کے متعلق) کہا ہے کہ اس کو خرائطی اور دیلمی نے اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی روایت کیا ہے اور حدیث کے لفظ ان مذکورین میں بعض کے نزدیک یہ ہیں کہ جو شخص عاشق ہو جائے پھر عفیف رہے اور پوشیدہ رکھے اور صبر کرے پھر مر جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور بیہقی کے نزدیک اس کے چند طرق ہیں۔

سے جو شعر بالا کے متصل ہی فرمایا ہے۔

ولے باید کہ برصورت نہ مانی　　وزین پل زود خود را بگذ رانی

اور عارف رومی کے قول سے جو شعر بالا کے تھوڑی دور بعد فرمایا ہے

عشقہائے کز پئے رنگے بود　　عشق نبود عاقبت ننگے بود

اور راز اس (ایصال اور شرط فراق) میں یہ ہے کہ وصول الی المقصود الحقیقی کی شرط اعظم ماسوا سے قطع تعلقات کرنا ہے اور عشق بجز محبوب کے سب سے تعلقات کو قوت کے ساتھ قطع کر دیتا ہے جیسا عارف رومی فرماتے ہیں

عشق آن شعلہ ست کو چوں برفروخت　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(تو محبوب کا ماسوا تو اس عشق سے فنا ہو گیا) پھر جب اپنے نفس کو اس سے بھی بالکل بعید کر دیا اور (مراقبات واذکار سے) ہمہ تن محبوب حقیقی کی طرف توجہ کر کے اس کے قریب کر دیا تو اس محبوب سے بھی انقطاع تعلق ہو گیا پس سب تعلقات رخصت ہو گئے اور صرف واحد محبوب حقیقی باقی رہ گیا۔ جیسا شعر بالا کے بعد مولانا رومی فرماتے ہیں۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند　　در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت　　مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

اور حاصل اس شرط کا عفاف ہے باقی کتمان وصبر یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ منجملہ عفاف یہ بھی ہے کہ محبوب کو رسوا نہ کرے (جیسا حدیث میں منجملہ حقوق عباد کے اعراض یعنی دوسروں کی آبرو کی حفاظت کو بھی فرمایا ہے) اور کتمان یہی ہے اور (نیز منجملہ عفاف) یہ بھی ہے کہ شکایت (تکلیف کی) نہ کرے اور جزع فزع نہ کرے اور صبر یہی ہے اور یہ بے صبری بھی ناجائز اور عفاف کے خلاف ہے) اور عفت کے معنی میں) قاموس کا قول کہ عف کے معنی ہیں ہر ایسی بات سے رکا جو حلال نہیں اور زیبا نہیں صریح ہے عفاف کے معنی کے عام ہونے میں (جس کا اوپر تقریر میں دعویٰ کیا گیا)

مذمت ریاء

۳۶۴- **حدیث:** جو شخص شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔

فائدہ: یہ حدیث ریاء کے مذموم ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس کا مسائل سلوک سے ہونا معروف ہے اور شہرت (جس کا ذکر حدیث میں ہے) عام ہے دنیا کی رفعت کو بھی اور دین کی رفعت کو بھی (جس قسم کی بڑائی کی بھی نیت ہو گی اس کے لئے یہی وعید ہے اور دوسری روایت جس میں صوف پہننے کا ذکر ہے رفعۃ دین میں صریح ہے (کیونکہ صوف پہننے سے بجز صوفی مشہور ہونے کے کیا نیت ہو گی) اور دین میں ریاء کرنا دنیا میں ریا کرنے سے بھی زیادہ شنیع ہے کیونکہ امور دنیویہ میں ریاء کرنے والا دنیا کو دنیا کا ذریعہ بناتا ہے اور امور دینیہ میں ریا کرنے والا دین کو وسیلہ دنیا کا بناتا ہے اور اس کا شنیع تر اور قبیح تر ہونا زیادہ ظاہر اور زیادہ واضح ہے۔

حق مرشد کی عظمت

۳۶۵- **حدیث:** جو شخص آدمیوں کے احسان کا حق ادا نہیں کرتا اس نے حق تعالیٰ کے احسان کا حق ادا نہیں کیا۔

فائدہ: اور چونکہ شکر باندازہ نعمت ہوتا ہے اور کوئی نعمت ذرائع قرب الی اللہ کی رہنمائی سے بڑھ کر نہیں تو جو شخص ایسی رہنمائی کرے اس کا احسان ماننا ہر منعم سے اعظم ہو گا (اور ایسا رہنما پیر ہے تو پیر کا حق بہت بڑا ہوا) اور مرشدوں کے حقوق کا پہچاننا مریدوں کا مثل امر طبعی کے ہو گیا ہے اور شریعت کا طبیعت بن جانا یہ انتہائی کمال ہے اس سے اس جماعت (صوفیہ) کی فضیلت سمجھ لو۔

---

(۳۶۴) روایت کیا اس کو احمد و ابوداؤد اور ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ ابن عمر سے مرفوعاً آگے کہا ہے (یعنی صاحب مقاصد نے) اور دیلمی کے نزدیک ان کی مسند میں حضرت انس سے مرفوعاً یہ ہے کہ جو شخص صوف کا لباس اس غرض سے پہنے کہ لوگ اس کو (صوفی کی صفت سے) پہچانیں اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ اس کو (قیامت میں) دو کپڑے خارش کے پہنائے گا یہاں تک کہ اس کی رگیں (گل کر) گر پڑیں گی۔

(۳۶۵) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو حسن کہا اور حارث نے بھی ابوسعید سے مرفوعاً۔

بھائی کا عیب ظاہر کرنیکے آداب 13

۳۶۶- حدیث: مومن آئینہ ہے مومن کا۔

فائدہ: اس میں اپنے بھائی کے عیب پر مطلع ہونے کا ادب (بتلایا گیا ہے) کہ صاحب عیب کو تو بتلا دے اور کسی پر ظاہر نہ کرے (جیسے آئینہ کی یہی شان ہے)

نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے

۳۶۷- حدیث: سہل بن سعد ساعدی سے مرفوعاً روایت ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

فائدہ: یہ وہ مضمون ہے جس سے مریدین کے قلب کو ڈھارس بندھتی ہے جب ان کا کوئی معمول باوجود عزم کے فوت ہو جاتا ہے اور اس وقت ان کو قلق شدید لاحق ہوتا ہے سو ان کے غم کا اس سے علاج کیا جاتا ہے اور اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو وہ ہلاکت کے قریب پہنچ جاتے جیسا کہا گیا ہے۔

بردل سالک ہزاراں غم بود　　　گرز باغ دل خلالے کم بود

اور عمل سے نیت کے بہتر ہونے کی وجہ وہ ہے جو مقاصد میں ہے کہ نیت میں ریاء نہیں اور عمل میں ریاء کی آمیزش ہو جاتی ہے اس لئے ہے کہ نیت تو زیادہ عمل کی کرتا ہے اور وقوع قلیل کا ہوتا ہے۔

حرف الواؤ

تنہائی اور خاموشی کی فضیلت

۳۶۸- حدیث: تنہائی بہتر ہے برے ہم نشینوں سے اور اچھا ہم نشین بہتر ہے تنہائی سے اور نیک بات کہنا بہتر ہے خاموشی سے اور خاموشی بہتر ہے بری بات کہنے سے۔

---

(۳۶۶) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابوہریرہ سے مرفوعاً اور یہ حدیث عسکری کے نزدیک کئی طریق سے ابوہریرہ سے مروی ہے۔ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے سو جب اس میں کوئی بات (عیب کی) دیکھے اس کو (آئینہ کی طرح) دور کردے۔ (۳۶۸) روایت کیا اس کو حاکم اور ابوالشیخ اور عسکری نے ابوذر سے مرفوعاً اور دیلمی نے ابوہریرہؓ سے

فائدہ: اس میں اس شخص کے غلو کی اصلاح ہے جو گوشہ گیری کو اور خاموشی کو علی الاطلاق ترجیح دیتا ہے (تو اس تفصیل سے اس اطلاق کی اصلاح ہو گئی) اور راز مسئلہ وحدۃ کا اپنے دین کی حفاظت کے لئے فتنوں سے بھاگنا ہے (سو جہاں ملنے جلنے میں اس فتنہ کا احتمال ہو وہاں گوشہ گیری کو ترجیح) ہے اور جہاں صحبت میں دین کی حفاظت ہو اور تنہائی میں اندیشہ ابتلاء کا ہو جیسا کہا گیا ہے۔

خیالات نادان خلوت نشین بہم برزند عاقبت کفرو دین

وہاں صحبت کو ترجیح ہے اور راز مسئلہ تکلم کا دین کی طرف مخلوق کی رہنمائی ہے تو جہاں بولنے میں اس نفع کی امید ہو وہاں تکلم کو خاموشی پر ترجیح ہے کما قیل

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیران بکشائے لاب کہ فریاد از مرد وزن برآید

حدیث غیر ثابت

۳۶۹- حدیث: میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں اس کی کچھ اصل نہیں اور حلیمی نے شعب میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں باقی سعدیؒ کا جو شعر ہے

سزد گر بدورش بنازم چنان کہ سید بدور ان نوشیروان

سو اس کا بار اس شخص پر ہے جس نے تقریراً یا تحریراً اس کی حکایت کی ہے اور شیخ معذور ہیں (کہ راوی پر حسن ظن کر کے نقل کر دیا) اور یہی عذر ہے تمام ان غیر ثابت حدیثوں میں جن کو صوفیہ اپنے کلام میں لے آئے ہیں۔

بیداری کی خوبی

۳۷۰- حدیث: مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا (یعنی من جرب المجرب حلت بہ الندامہ)

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ بیداری مومن کی شان سے ہے اور اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو بھولے پن اور بیوقوفی کو کمالات ولایت سے سمجھتے ہیں

---

(۳۷۰) روایت کیا اس کو شیخین اور ابوداؤد نے۔

(اوراس پر تعریف کرتے ہیں کہ فلاں شخص بڑے بزرگ ہیں ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ روپے کے کتنے پیسے ہوتے ہیں اگر چہ ایسا ہونا کچھ عیب بھی نہیں مگر کوئی کمال بھی نہیں) اور جو وارد ہوا ہے کہ مومن دھوکہ میں آ جانے والا اور کریم ہوتا ہے (جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ بھولا ہونا کمال اور مدح کی بات ہے) سو یہ بنا بر حسن ظن کے قبل تجربہ ہے (یعنی تجربہ کے قبل تو حسن ظن کے سبب بعض اوقات دھوکہ میں آ جاتا ہے لیکن بعد تجربہ کے پھر دھوکہ نہیں کھاتا۔ تو دونوں حدیثیں جمع ہو گئیں) یا یہ دوسری روایت اس پر محمول ہے کہ وہ شان کرم کے سبب ایسی چیز میں جو دوسرے کے لئے نافع ہو اور اپنے لئے مضر نہ ہو رعایت کرتا ہے (دوسرا آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے اس کو دھوکہ دیدیا ایک یہ صورت ہے دونوں حدیثوں کے جمع کرنے کی) یا یوں کہا جائے کہ حسن ظن (جو بھولے پن کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے) اعتقاد میں ہے (یعنی سب کے ساتھ صلاح کا اعتقاد رکھتا ہے۔ کسی کے ساتھ بدگمانی جو ناجائز ہے نہیں کرتا) اور جزم (وتیقظ) اعتماد میں ہے (یعنے معاملات میں بدوں تجربہ کے کسی پر اعتماد نہیں کرتا ایک یہ صورت ہے دونوں حدیثوں کے جمع کرنے کی) اور ان دونوں کو سعدیؒ نے دو شعروں میں جمع کر دیا ایک یہ ہے۔

ہر کرا جامہ پارسا بینی   پارسا دان و نیک مردانگار

(یہ اعتقاد کے باب میں ہے) اور دوسرا یہ ہے

نگہدارد آن شوخ در کیردر   کہ داند ہمہ خلق را کیر بر

(یہ اعتماد کے باب میں ہے) اور اسی تیقظ میں یہ بھی داخل ہے کہ جو شخص طریقت کے حاصل کرنے میں انکو ایذا پہنچاتا ہے اس طرح سے کہ ان پر سرکشی کرتا ہے (اطاعت نہیں کرتا) اور اپنی رائے کو پسند کرتا ہے (اور اسی کا اتباع کرتا ہے) وہ اس سے صحبت قطع کر دیتے ہیں (اور بدوں کافی تدارک کے پھر اس سے تعلق نہیں کرتے تو ان کا یہ عمل حدیث کے موافق ہے محل اعتراض نہیں اور اسی کے قریب ایک دوسری حدیث کا مضمون ہے

یاتی علی الناس زمان هم ذئاب فمن لم یکن ذئبا اکلته الذئاب (اور ده فی المقاصد الحسنة بروایة الطبرانی فی الاوسط عن انس مرفوعاً)

حصہ سوم

اکثر احادیث من الجامع الصغیر للسیوطی و قلیلها ومن کنوز الحقائق علیٰ ترتیب حروف المعجمه

حرف الف

نااہل کے سامنے اظہار اور اہل سے علم چھپانے کی ممانعت

۳۷۱- حدیث: علم کی آفت بھول جانا ہے اور علم کی اضاعت یہ ہے کہ اس کو ایسے شخص سے بیان کرو جو اس کا اہل ہو۔

فائدہ: اس میں طریق کے دو مسئلے مذکور ہیں۔ ایک ترغیب دینا ہے کہ علم نافع کے مذاکرہ پر اور اس علم نافع میں علوم طریقت بھی آ گئے (اور مذاکرہ کی ترغیب) اس لئے (ہے) کہ نسیان اکثر عدم مذاکرہ سے ہوتا ہے اور مذاکرہ اہل ہی کے ساتھ ہوگا کیونکہ غیر اہل کے سامنے بیان کرنے سے خود اس حدیث میں نہی ہے۔ پس حاصل اس کا اس بات کا امر ہوا کہ مسائل فن طالبین کو بتلاتے رہیں اور کسی بات کا امر کرنا اس کی ضد سے نہی ہوتی ہے طالبین سے ان مسائل کے اخفا کرنے کی ممانعت بھی ہوئی جیسے بعض بخیلوں کا شیوہ ہے جو اپنے معلومات پر اتراتے ہیں اور اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ ان علوم میں کوئی دوسرا ان کا شریک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتے جو اترانے والے فخر کرنے والے ہوں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی فرمائش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو اپنے فضل سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں اور دوسرا مسئلہ نااہلوں کے سامنے جو کہ غبی ہیں یا منکر ہیں فن کے باریک مسائل کے بیان کرنے سے ممانعت ہے اور یہ سب عادت ہے محققین کی۔

تواجد کی اصل

۳۷۲- حدیث: قرآن پڑھتے ہوئے رویا کرو (یعنی خدا تعالیٰ کی محبت یا

خشیت سے) اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

فائدہ: یہ اصل ہے تواجد کی کیونکہ رونا وجد ہے اور رونے کی صورت بنانا تواجد ہے مگر شرط یہ ہے کہ نیت صادق ہو یعنی رقت اور خشوع کا پیدا کرنا نمائش وشہرت کی نیت نہ ہو وہ تو حرام ہے۔ پس اہل تواجد میں جو صادق ہیں ان پر ملامت نہ کی جائے گی اور جو ان میں کاذب ہیں ان کی حمایت نہ کی جائے گی (اور من تشبه بقوم فهو منهم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ تواجد تشبہ ہے اہل وجد کیساتھ اور قوم عام ہے اہل خیر واہل شر دونوں کو)

رزق غیر متوقعہ وسائل سے ملتا ہے

۳۷۳- **حدیث:** اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندہ کو ایسی ہی جگہ سے رزق دینا منظور ہے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

فائدہ: جماعت صوفیہ میں اس شان کا صاف مشاہدہ ہوتا ہے تو یہ بہت صاف شہادت ہے کہ یہ ایک لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کامل ہیں۔

سب سے بری خصلت

۳۷۴- **حدیث:** سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو ضدی جھگڑالو ہو۔

فائدہ: اسی جگہ سے تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ وہ ایسے شخص سے خطاب بھی نہیں کرتے جو گفتگو میں پیچ کرنے والا ہوتا کہ گفتگو میں جھگڑے تک کی نوبت نہ آجائے (اور حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو جائیں)۔

قیام کے بعض خصائص

۳۷۵- **حدیث:** میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جتنا چاہو جیتے رہو مگر مرنے والے ضرور ہو اور جس سے چاہو محبت کرلو مگر اس سے جدا ہونے والے ضرور ہو اور جو چاہو عمل کرلو مگر اس کی جزا پانے والے ضرور ہو اور معلوم کرلو کہ مومن کا شرف (عبادت کے ساتھ) اس کی شب بیداری ہے اور اس کی

عزت اس کا لوگوں سے مستغنی رہنا ہے۔

فائدہ: (حدیث میں) پہلے جملے سے مقصود موت کا یاد رکھنا ہے اور دوسرے جملہ سے مخلوق کے ساتھ زیادہ تعلق نہ رکھنا ہے اور تیسرے جملے سے جزا کا خیال رکھنا ہے اور اس کے ساتھ ہی قیام لیل اور لوگوں سے استغناء رکھنا بھی اور یہ سب صوفیہ کا گویا شعار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

بعض اعمال طریقت

۳۷۶- حدیث: حرام چیزوں سے بچارہ تو سب آدمیوں سے زیادہ عابد ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں لکھ دیا ہے اس پر راضی رہ تو سب آدمیوں سے زیادہ غنی ہو جائیگا اور اپنے پڑوسی کے ساتھ سلوک کیا کر تو مومن (کامل) ہو جائے گا اور دوسرے لوگوں کے لئے اس چیز کو پسند کر جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو مسلمان (کامل) ہو جائے گا اور کثرت سے مت ہنسا کر کیونکہ کثرت سے ہنسا قلب کو مردہ کر دیتا ہے۔

فائدہ: یہ اعمال طریقت کے خاص مقامات سے ہیں۔

عورتوں کے معاملہ میں بعض اہل طریق کی کمزوری

۳۷۷- حدیث: دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو کیونکہ ابلیس تاک میں رہتا ہے گھات میں رہتا ہے اور وہ اپنے مختلف جالوں سے کسی جال پر متقیوں کے شکار کرنے کے لئے عورتوں (کے جال) سے زیادہ بھروسہ نہیں رکھتا۔

فائدہ: اس حدیث میں بجز اپنے محرم اور منکوحہ عورتوں کے دوسری عورتوں سے بہت سختی کے ساتھ بچنے کا حکم ہے اور اس باب میں وہ لوگ کثرت سے غلطی کرتے ہیں جو صوفیہ کی وضع میں رہتے ہیں کہ عورتوں کے معاملہ میں بہت ڈھیلا پن برتتے ہیں اور بڑے سخت فتنوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ظاہری مفاسد میں بھی (مثل نظر بد و تلذذ بالکلام وغیرہ) اور باطنی مفاسد میں بھی (مثل میلان و ہیجان) پس بچتے رہو بچتے رہو تم سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہو جاؤ گے۔

مولانا رومیؒ نے جو عورتوں کے جال ہو جانے کا ذکر فرمایا ہے یہ حدیث اس کا ماخذ ہو سکتی ہے۔

دام زفتے خواہم ایں آشکارا | کہ زعقل و صبر مردان میر بود
کہ بدہ زد تر رسیدم برمراد | کہ کند عقل و خرد را در خمار
کہ بسوزد چوں سپندایں دل بر آن | گویا خور تافت از پردہ رقیق
حذہچوں یاسمیں و نسترن | چوں تجلی حق از پردہ تنک

زاں کرشم وزاں دلان نیک شنگ

شیخ کے مرتکب منکر ہونے پر مرید کا رویہ

۳۷۸- حدیث: عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو۔

فائدہ: حدیث کے معنی میرے نزدیک یہ ہیں کہ عالم سے اگر لغزش ہو جائے اور راہ صواب سے وہ عدول کرنے لگے تو اس باب میں اس کا اقتداء مت کرو لیکن اس سے قطع تعلق کر دینے میں بھی جلدی مت کرو بلکہ اس کے رجوع کے منتظر رہو اگر وہ رجوع کرے تو وہ بدستور لائق مقتداء ہے اور اگر رجوع نہ کرے تو اس کی اطاعت چھوڑ دو۔ اور شائستہ طریق پر اس سے علاقہ قطع کر دو اور اس میں طالب کا ادب (تعلیم کیا گیا) ہے شیخ کے ساتھ جب اس سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو ظاہراً منکر ہے سو اگر وہ تاویل کو متحمل ہو تو اس کی صحبت ترک مت کرو کیونکہ نیک گمان رکھنا یہ طریق میں بہت بڑی چیز ہے خصوصاً شیخ کے ساتھ دلیل اس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا ترمذی نے کتاب التفسیر قصہ موسیٰ و خضر میں روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے موسیٰ علیہ السلام پر ہم کو اس بات کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ صبر فرماتے (اور خضر علیہ السلام پر روک ٹوک نہ کرتے) تا کہ ان کی خبریں ہم سے اور بیان کی جاتیں سو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی کیسی تمنا فرمائی کہ موسیٰ علیہ السلام سکوت فرماتے اور سکوت کو نکیر پر کیسے ترجیح دی باوجودیکہ ایسے واقعات بھی دیکھے جو ظاہراً منکر تھے (یہ تو اس صورت میں ہے جب تاویل کا احتمال ہو) اور اگر وہ امر)

تاویل کو محتمل نہ ہو تو (بھی جلدی مت کرو بلکہ) منتظر رہو کہ اگر وہ صواب کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ قبول ہے اور اگر وہ اس پر اصرار کرے تو اس کی صحبت چھوڑ دو اور کسی اور شیخ کو تجویز کر لو لیکن چونکہ اس نے تم کو تمہاری حاجت کے زمانہ میں فائدہ پہنچایا ہے تو اس کے احسان کو مت بھولو اور اس کو ایذا مت دو اور اس کی غیبت نہ کرو اور یہی ہے شائستہ طریق پر چھوڑ دینا اور یہ سب تفصیل اس میں تھی کہ اس کے ساتھ نباہ کیا جائے یا اس سے قطع تعلق کر لیا جائے رہا اس منکر میں اس کی اقتداء کرنا سو اس میں کوئی گنجائش نہیں خواہ وہ تم کو اس امر کا حکم دے یا بدوں اس کے حکم کے خود اس کی تقلید کرنے لگو (کسی طرح گنجائش نہیں) اور یہ اقتداء نہ کرنا مراد ہے (حدیث کے) جزو اول سے (کہ عالم کی لغزش سے بچو) اور اس کے ساتھ نباہ کرنا خاص شرائط کے ساتھ جو قواعد شرعیہ سے ثابت ہیں (جیسا اوپر کی تقریر میں بیان کیا گیا) مراد ہے۔ (حدیث کے جزو ثانی سے (کہ اس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو)۔

احسان کا بدلہ دعا سے

۳۷۹۔ حدیث: اپنے (محسن) بھائی کو (احسان کا) بدلہ دیا کرو۔

(اس طرح سے کہ) اس کے لئے برکت کی دعا کیا کرو۔ کیونکہ آدمی جب اس (بھائی) کا کھانا کھائے اور اس کا پانی پیئے پھر اس کے لئے برکت کی دعا کر دے تو یہ (دعا کرنا) اس کا بدلہ ہو جاتا ہے ان (کھانے پینے والوں) کی طرف سے۔

فائدہ: اس حدیث میں محسن کے لئے دعا کا حکم ہے اور یہ (امر) صوفیہ کے لئے مثل امر طبعی کے ہے جو شخص ان کے ساتھ کوئی احسان کرتا ہے یہ اس کے لئے بہت مبالغہ کے ساتھ دعا کرتے ہیں اگرچہ وہ احسان بہت ہی ادنیٰ چیز کا ہو سو یہ لوگ نعمت کی حقیقت کو دیکھتے ہیں (اور حقیقت کثیر و قلیل میں مشترک ہے) اسکی مقدار کو نہیں دیکھتے (کہ قلیل ہے)

یار باشی کی محفلوں سے بچو

۳۸۰۔ حدیث: یار باشی کی مجلسوں سے بچوں یعنی ایسے رفیقوں سے بچو جو

باہم یارانہ رکھتے ہیں اور ایسے کلام کی کثرت کرتے ہیں جو نہ ذکر اللہ ہے نہ اس کے متعلق ہے (اور بچنے کا حکم) اس لئے (ہوا) کہ ایسی مجالس میں لغو اور لہو اور اضاعۃ واجبات واقع ہوتا ہے۔

فائدہ: اور ایسی صحبت سے بچنا ہی راز ہے اس عزلت کا جو صوفیہ کا معمول ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر مجالس ایسی ہی ہوتی ہیں۔ پس ان پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ یہ تارک سنت ہیں کیونکہ شریعت میں اجتماع مطلوب ہے (اعتراض کا عدم لزوم ظاہر ہے کیونکہ ایسا اجتماع مطلوب اور مسنون نہیں بلکہ دوسرے دلائل سے منہی عنہ ہے)۔

فتویٰ دینے میں جرأت سے بچنا چاہئے

۳۸۱- حدیث: جو شخص فتویٰ دینے میں زیادہ جری ہوگا وہ دوزخ (میں جانے) پر زیادہ جری ہوگا۔

فائدہ: اسی وجہ سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ (انہیں جو علما بھی ہیں) وہ (بھی) فتویٰ دینے سے احتیاط کرتے ہیں اور اس کو ان لوگوں پر حوالہ کر دیتے ہیں جو اس میں مشغول ہیں لیکن اگر ضرورت ہی ہو جائے تو اور بات ہے۔ پس ان پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ یہ احکام کو چھپاتے ہیں۔ (جیسے بعض بیہودہ اس کا الزام دینے لگتے ہیں کیونکہ یہ وعید اس وقت ہے جب دوسرے طریق سے حاجت رفع نہ ہو سکے)۔

رزق کی جدوجہد میں انہماک نہ ہو

۳۸۲- حدیث: دنیا حاصل کرنے میں سرسری سعی کرو (زیادہ انہماک مت کرو) ہر شخص کو وہی میسر ہوتا ہے جو اس کے لئے مقدر ہے۔

فائدہ: اور یہ طریقہ صوفیہ کے لئے مثل امر طبعی کے ہے کہ تحصیل دنیا میں اہتمام شدید نہیں کرتے اور اپنے نفس کو مصیبت میں نہیں ڈالتے۔

طریقت کے لئے علم کی ضرورت

۳۸۳- حدیث: سب میں زیادہ بھوکا علم (نافع) کا طالب ہے (کہ اس

کواس کا نفع اور لذت دیکھ کر اس سے کبھی سیری ہی نہیں ہوتی) اور سب میں زیادہ شکم سیر وہ ہے جو اس کا طالب نہ ہو (بے رغبتی میں سیری سے تشبیہ دی گئی)۔

فائدہ: اس میں ان لوگوں کی اصلاح ہے جو علم دینی ضروری کا اہتمام نہیں کرتے اور وصول الی اللہ کی غرض سے سلوک کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس سے بدتر وہ لوگ ہیں جو علم کی مذمت کرتے ہیں اور اس کو طریق کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جہل اور کجی سے محفوظ رکھے۔

فرائض کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل

۳۸۴- حدیث: سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعد فرائض کے مسلمان پر مسرت کا داخل کرنا ہے میں کہتا ہوں کہ گویا یہ حدیث سنداً ضعیف ہے مگر قواعد شرع سے معلوم ہے حدیث صحیح میں حکم ہے کہ بشارت دیا کرو اور بشارت کے لئے مسرت لازم ہے اور یہ عادت حضرات صوفیہ میں مثل امر طبعی کے ہے۔

فقراء سے محبت کرو

۳۸۵- حدیث: فقراء سے محبت کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو اور عرب کے ساتھ دل سے محبت رکھ اور اپنے نفس میں تجھ کو جو عیب معلوم ہیں ان میں لگا رہنا دوسرے لوگوں کے پیچھے پڑنے سے تجھ کو مانع ہونا چاہیے۔ (یعنی اپنی اصلاح میں مشغول رہو۔ دوسروں کی عیب جوئی اور عیب گوئی میں مت لگو) میں کہتا ہوں کہ فقراء سے مراد مفلس لوگ نہیں بلکہ وہ ہیں جن میں مسکینی اور پستی کی صفت ہو اگر چہ وہ اہل ثروت ہوں اور جامع صغیر کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ علماء کے ساتھ ساتھ رہو (یعنی مجالست میں بھی اور مطاوعت میں بھی) کیونکہ وہ دنیا کے بھی چراغ ہیں اور آخرت کے بھی چراغ ہیں پس دونوں حدیثوں کا مجموعہ اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ مجالست اور اتباع اور محبت کے لئے وہ شخص منتخب ہے جو علم اور تواضع کا جامع ہو اور یہ جامعیت عالم صوفی ہی میں ہوتی ہے اور حدیث کا دوسرا جز و اس پر دال ہے کہ اپنے

شیخ کے اہل وطن سے محبت رکھنا بھی مطلوب ہے اور تیسرا جزو اس پر دال ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہنا دوسروں پر اعتراض کرنے سے مانع ہوتا ہے اور یہی مراد ہے لوگوں سے مانع ہونے سے اور دوسروں کی اصلاح کرنا مراد نہیں خصوصاً جو خود اصلاح چاہے کیونکہ اصلاح تو مامور بہ ہے تو اس سے کیسے ممانعت ہوگی البتہ اس اصلاح کے کچھ شرائط وموانع ہیں جو اپنے مقام میں منضبط ہیں۔

میل جول سے بچنے کی اصل

۳۸۶- **حدیث:** شہوۃ خفیہ سے بچو (اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ) عالم اس بات کو پسند کرے کہ اس کے پاس لوگ بیٹھا کریں۔

فائدہ: اس میں اس کی مذمت ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف کشش کرنے کی کوشش کی جائے اس طرح سے کہ ان کے ساتھ لطف ونرمی اور شیریں کلامی کا برتاؤ اس غرض سے ہو کہ لوگ اس کے تابع ہو جائیں کیونکہ یہ نفس امارہ کے امراض میں سے ہے اور گمنامی میں سلامتی ہے پھر جب نوشتہ تقدیر کا وقت آئے گا اور اس پر خلعت ارشاد پہنایا جائے گا۔ لوگ خود بخود اس طرح متوجہ ہوں گے کہ وہ اس پر (اس باب میں) زبردستی کریں گے (یعنی یہ نہ چاہے گا اور لوگ لپٹیں گے اور یہی (شہوۃ خفیہ مذکورہ) محمل ہے۔ مولانا رومی کے ارشاد کا۔

منصب تعلیم نوعی شہوتے ست
ہر خیال شہوتے در رہ بتی ست

یعنی تعلیم سے مراد وہ ہے جس سے مقصود اپنے لئے منصب حاصل کرنا ہو)

دو شہرتوں سے بچو

۳۸۷- **حدیث:** دو شہرتوں سے بچو ایک صوف سے دوسرے خز سے۔

فائدہ: (اس میں مذمت ہے جب شہرت کی اور شہرت کے لئے خاص لباس اختیار کرنے کی خواہ اظہار ترک زینت کے لئے ہو جیسے ریاکار صوفی درویشی کے اظہار کے لئے پہنتے ہیں) خواہ اظہار حسن (وزینت) کے لئے ہو (جیسے ریاکار امراء

امیرانہ لباس خالص ریشم یا مخلوط ابریشم کی خز کی دونوں تفسیریں ہیں اظہار شان کے لئے پہنتے ہیں غرض قصداً نہ امیری ظاہر کرے نہ فقیری)

اللہ کی نعمتوں کا حق ادا کرو

۳۸۸- حدیث: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مجاورت وملابست کا حق اچھی طرح ادا کرو (اور) ان کو اپنے سے بھگاؤ مت (یعنی گناہ کر کے یا بے قدری کر کے۔ کیونکہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کسی قوم کے پاس سے (معصیت یا کفران کے سبب) جاتی رہی ہوں اور پھر ان کے پاس واپس آئی ہوں۔

فائدہ: اسی وجہ سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ وہ ان نعمتوں کی بھی بڑی قدر کرتے ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں اور اتنی قدر کرتے ہیں کہ لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں (چنانچہ اگر ان کے پاس ایک پیسہ بھی آتا ہے تو بہت بشاشت سے اس کو لیتے ہیں اگرچہ اس سے دل کو لگاؤ نہیں ہوتا۔

دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو

۳۸۹- حدیث: اور لوگوں کے لئے وہی بات پسند کر جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ (ایسا کرنے سے تو (کامل) مسلمان ہو جائے گا۔

اس میں دلالت ہے حضرات صوفیہ کے کامل مسلمان ہونے پر کیونکہ وہ اس وصف میں دوسرے لوگوں پر سبقت رکھتے ہیں۔

مساکین سے محبت اور میل جول

۳۹۰- حدیث: مساکین سے محبت رکھو اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔

فائدہ: مساکین سے محبت رکھنا اور (ان کی خاطر کرنا) اور ان کے پاس بیٹھنا (اور ان کے قرب سے عار ونفرت نہ کرنا جیسا متکبرین کرتے ہیں) یہ حضرات صوفیہ کے لئے مثل امور طبیعہ کے ہے۔

جانوروں تک کا خیال کرو

۳۹۲- حدیث: (جانور پر) اسباب ذرا پیچھے ہٹا کر رکھو کیونکہ (بہت آگے بڑھا کر رکھنے سے) اس کے ہاتھ (بوجھ پڑنے سے) گویا بندھ جاتے ہیں اور (بہت پیچھے بھی مت رکھو (اس سے) گویا پاؤں بندھ جاتے ہیں۔ سبب اس ارشاد کا یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کا بوجھ اس کے ہاتھوں کی طرف بڑھا ہوا رکھا تھا اس لئے آپ نے یہ ذکر فرمایا اور مقصود آپ کا جانور کے ساتھ نرمی کرنا ہے جہاں تک ممکن ہو۔

فائدہ: اس میں صوفیہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرات ایسے دقائق کی ہر ایک کے لئے رعایت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جانوروں کے لئے بھی (جس کا سبب ترحم وانصاف کا کمال ہے)

اعمال ظاہری کی کمی بھی مضر نہیں

۳۹۲- حدیث: اپنے دین میں اخلاص پیدا کر پھر تجھ کو عمل (ظاہری) میں سے قلیل بھی کافی ہوگا۔

فائدہ: اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ اخلاص کے لئے ان کا اہتمام تکثیر اعمال کے اہتمام سے زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ بعضوں کی نسبت عام لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ ان کے اعمال قلیل ہیں۔

اور وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس شخص کا عمل باطنی قلیل نہیں جو کہ اس حدیث کی رو سے اعمال ظاہرہ زاہدہ سے افضل واکمل ہے۔

خاموشی کی فضیلت

۳۹۳- حدیث: اپنی زبان کو محفوظ رکھ مگر کلام خیر سے۔

فائدہ: اور اسی لئے اکثر صوفیہ میں سکوت کو تکلم پر غالب دیکھتے ہو کیونکہ کلام خیر قلیل ہی ہوتا ہے باقی جس کو اس کی توفیق عطا ہو جائے کہ اس کے کلام میں خیر

غالب رہتی ہو وہ تکثیر فی الکلام سے بھی پاک نہیں رکھتا اور ایسا شخص عین کثرت کلام کی حالت میں بھی اس حدیث پر عامل ہے (جیسا ظاہر ہے)۔

اجمع صفات صوفیہ

۳۹۴۔ **حدیث**: اللہ تعالیٰ نے جس (عبادت) کو تجھ پر فرض کیا ہے اس کو (اچھی طرح) ادا کر تو تمام آدمیوں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کیا ہے اس سے پرہیز کر تو سب آدمیوں سے زیادہ پرہیز گار ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے جتنا تیرا حصہ مقرر فرمایا ہے تو اس پر راضی رہ تو سب آدمیوں سے زیادہ غنی ہو جائے گا۔

فائدہ: یہ حدیث محققین صوفیہ کی خصال کی جامع ترین ہے کیونکہ وہ حضرات فرائض کا سخت اہتمام کرتے ہیں اور دوسرے (غیر محقق) لوگوں کا اہتمام نوافل میں فرائض سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں عوام میں زیادہ شہرت ہوتی ہے اس خیال سے کہ فرائض میں تو عوام وخواص سب برابر ہوتے ہیں (تو خواص کا عوام سے کیا امتیاز ہوا) اسی طرح محققین معاصی سے بچنے کا اہتمام کسب فضائل سے زیادہ کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کا اہتمام فضائل میں زیادہ ہوتا ہے جس کا وہی راز ہے کہ لوگوں میں اس سے زیادہ شہرت ہو جاتی ہے کیونکہ فضائل کی ایک صورت ہے جو مشاہدہ میں آتی ہے بخلاف ترک معاصی کے کہ اس کی کوئی صورت نہیں کیونکہ ان کے ترک عدمی ہے (جیسے غیبت نہ کرنا بدنگاہ نہ کرنا برا خیال نہ لانا، کہ سالہا سال بھی دوسرے کو ان کا پتہ نہیں لگتا بخلاف تسبیح وتہلیل ونوافل کے کہ ان کا سب مشاہدہ کرتے ہیں) اسی طرح اس حدیث میں محققین کی غناء کی بناء بیان کی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیر سمجھنا جیسے متکبرین کی عادت ہے (کہ ان کی غناء کی بناء تحقیر نعم حق ہے جو کفران ہے اسی لئے یہ لوگ بڑی چیز سے ایسی مستغنی نہیں ہوتے جیسے چھوٹی چیز سے استغناء ظاہر کرتے ہیں بخلاف عارفین محققین کے کہ وہ جیسے بڑی چیز کی قدر کرتے ہیں ویسی چھوٹی چیز کی مگر طمع نہ اس کی کرتے ہیں نہ اس کی)۔

صوفیہ کا سب سے بہتر اخلاق

۳۹۵- **حدیث:** دوسروں کے کامل حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق سرسری درجہ بھی قبول کر لو اور لوگوں سے تعرض چھوڑ دو ان خصال کی بدولت ان لوگوں سے کفایت کر لئے جاؤ گے (یعنی تم کو کوئی شر نہ پہنچائے گا)۔

فائدہ: اس میں اخلاق کا مغز بتلایا گیا ہے۔ یعنی لوگوں کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں ان کو کامل طور پر ادا کرے اور اپنے جو حقوق دوسروں کے ذمہ ہیں ان میں چشم پوشی کرے اور لوگوں (کے اقوال وافعال ومعاملات) سے کوئی تعرض نہ کرے جب تک (حساً یا شرعاً) ضرورت شدید نہ ہو۔ سو یہ اخلاق بناء ہیں راحت ظاہری وباطنی کی اور یہ اخلاق صوفیہ میں مثل امور جبلی کے ہیں (اس سے فضیلت اس جماعت کی ثابت ہوتی ہے)

آداب لباس میں نیت کا دخل

۳۹۶- **حدیث:** جب اللہ تعالیٰ تجھ کو مال عطا فرمائے تو تجھ پر وہ مال نظر بھی آنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کا اچھا اثر اپنے بندہ پر دیکھیں (اور باوجود وسعت) مفلسانہ صورت کو اور (لوگوں کے سامنے) مفلسانہ صورت بنانے کو پسند نہیں فرماتے۔

فائدہ: (اس میں تعلیم ہے کہ خوش لباسی میں یکسانیت رکھے (یعنی اظہار نعمت نہ کہ اترانا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا اور اس میں ایسے شخص کو جو کہ خوش لباسی پر قادر ہو اس کی ممانعت ہے کہ ایسا لباس پہنے جس سے شبہ ہو کہ یہ فقر وفاقہ میں مبتلا ہے اور اس حکم میں دوسرے دلائل سے یہ قید ہے کہ (خوش لباسی کے دوسرے) موانع بھی مرتفع ہوں مثلاً لباس پہن کر اینٹھ مروڑ کرنا اور اس شخص پر اس کا احتمال ہو اور اس کو غیر مزین لباس پہننے کا حکم دیا جائے گا اور اس (کے فیصلہ) میں قلب سلیم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یعنی اس سے شہادت لیں گے) جیسے کاملین کے قلوب ہوتے ہیں اور یہی معانی ہیں علامہ حفنی کے قول کے۔ (اس حدیث کے متعلق) کہ اس مضمون کا موقع اس وقت ہے جب

تو کسی ایسے شیخ کے ماتحت نہ ہو جو تیرے تزکیہ کے لئے تیری تربیت کرتا ہو (یعنی تو تربیت سے مستغنی ہو گیا ہو اور خود قلب سلیم عطا ہو گیا ہو) کیونکہ ایسے وقت میں (یعنی جب تو شیخ سے مستغنی نہ ہوا ہو) تیرے لئے اولیٰ یہ ہے کہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنے (تاکہ نفس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو جائے) پھر جب تیرا قلب (ان رذائل سے پاک ہو جائے تو تیرے لئے اولیٰ یہ ہے کہ اچھا لباس پہنے اھ اور کبھی موٹے کپڑے پہننے کو تواضع کی وجہ سے ترجیح ہو جاتی ہے (اس کی فضیلت دوسری حدیث میں آئی ہے) اور اس باب میں اہل طریق کی عادت مختلف ہے۔ بعض اچھے لباس پہنتے ہیں اظہار نعمت کی وجہ سے بعض موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے ہیں تواضع اختیار کرنے کے لئے اور ہر ایک کو اس کی نیت پر اجر ملتا ہے اور سب سنت نبویہ کے متبع ہیں (جیسا اوپر گزرا کہ دونوں میں حدیث وارد ہے) پس تو کسی پر طعن واعتراض مت کرنا۔

علم کی حرص اور اس کا تعین

۳۹۷- **حدیث**: جب مجھ پر کوئی ایسا دن آئے جس میں ایسے علم میں ترقی نہ کروں جو مجھ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے تو اس دن کے طلوع شمس میں مجھ کو برکت نصیب نہ ہو۔

فائدہ: یہ حدیث دو امر پر دلالت کرتی ہے ایک ترقی علم پر حرص کے واجب ہونے پر کیوں کہ وعید جو بے برکتی کی دعا سے مفہوم ہو رہی ہے ترک واجب ہی پر ہو سکتی ہے اور اسی مقام سے تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ منتہی فی الطریق ہو کر بھی اپنے شیوخ سے (بلا ضرورت) جدا نہیں ہوتے بوجہ حرص زیادت علوم و معارف کے دوسرے علم مطلوب کی تعیین پر دلالت کرتی ہے اور وہ علم مطلوب وہ علم ہے جس سے قرب حق میں ترقی ہو اور اس کے ماسوا دوسرے علوم اگر علم مطلوب کے خادم ہوں تو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہیں اور اگر خادم نہ ہوں تو وہ علم نہیں۔

زائر کی تکریم

۳۹۸- **حدیث**: جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی

عزت کرو اور ایک روایت میں شریف کا لفظ آیا ہے۔ 14

فائدہ: اور ایسے لوگوں کا اکرام صوفیہ کی عادات میں سے ہے۔ بدوں فرق کے ایک آنے والے میں اور دوسرے آنے والے میں اور ظاہراً اطلاق الفاظ حدیث کا یہی ہے اور اسی اطلاق کو حفنی نے لیا ہے کہ کریم کی یہ تفسیر کی ہے یعنی کسی قوم کا شریف ہو کیونکہ اگر اس کا اکرام نہ کیا جائے تو اس کو کینہ ہو جائے گا پس اس کا اکرام دفع ضرر کے لئے مطلوب ہے اگرچہ وہ کافر ہو جہاں اس کا اکرام نہ کرنے سے ضرر کا خوف ہوا ہے اور اسی طرح اگر مطلق آنے والے کا اکرام کرنا مصلحت وقت ہو۔

مصیبتوں میں بعض حکمتیں ہیں

۳۹۹- **حدیث:** جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے تو اس کو کسی مصیبت میں) مبتلا فرماتا ہے تا کہ اس کے نالہ وزاری کو سنے۔

فائدہ: اور جو شخص یہ حکمت سمجھ گیا وہ حکم قضا سے ناراض بھی نہ ہوگا اور دعا میں مشغول بھی ہوگا نہ اس کی حالت محجوب کی طرح تفریط کی ہوگی کہ شکایت کرے اور نہ مغلوب الحال کی طرح افراط کی ہوگی کہ دعا بھی نہ کرے (یعنی ابتلاء کے وقت عوام کو محجوبین کی عادات بجائے رضا بالقضا کے شکایت کی ہے اور یہ تفریط اور کوتاہی ہے۔ حکم مطلوب میں اور خواص مغلوبین کی عادت یہ ہے کہ وہ دعا کو بھی خلاف تفویض سمجھتے ہیں اور یہ افراط اور غلو ہے گو وہ اس میں غلبہ حال کے سبب معذور ہیں مگر تحقیق سے ضرور دور ہیں تحقیق یہ ہے کہ دعا اور تفویض میں کچھ تنافی نہیں کیونکہ محقق عین دعا کی حالت میں اس پر بھی عازم ہے کہ اگر یہ حاجت پوری نہ ہوئی میں اس پر بھی راضی رہوں گا تو دعا اور رضا دونوں جمع ہو گئے اور یہ عزم رضا بعدم الانجاح عزم بالمسئلۃ والالحاح کے جو کہ حدیث لیغزم المسئلۃ وحدیث ان اللہ یحب الملحین فی الدعا میں مامور بہ و مطلوب ہے نیز منافی نہیں ایک عزم حال پر ہے اور ایک عزم احتمال مال پر ہے اور دونوں میں تصادم و تزاحم نہ ہونا ظاہر ہے خوب سمجھ لو۔

التشرف-۱۴

اللہ کے نزدیک محبوب یا مبغوض ہونے کی بعض علامتیں

۴۰۰۔ **حدیث:** جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے اس کی محبت فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ اور جب کسی بندہ سے بغض فرماتا ہے تو اس کا بغض فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ پھر وہی محبت یا بغض آدمیوں کے قلوب میں ڈال دیتا ہے۔

فائدہ: یہ بڑی علامت ہے عنداللہ محبوب یا مبغوض ہونے کی اور اسی محبت اور بغض کی جو آدمیوں کے قلب میں ہوتی ہے شان ایسی ہوتی ہے جیسے فرشتوں کے قلوب میں ہوتی ہے یعنی بدوں توقع کسی نفع اور بدوں خوف کسی ضرر کے (ایسی محبت یا بغض علامت ہے حب و بغض عنداللہ کی) اور جو محبت کسی نفع یا ضرر کے سبب ہو اس کا اعتبار نہیں (وہ اس کی علامت نہیں)۔

مومن کے لئے سب سے بڑی بشارت

۴۰۱۔ **حدیث:** جب اللہ تعالیٰ موحدین کو آتش دوزخ میں (داخل کرے گا ان کو اس میں موت دے دیں گے پھر جب اس سے نکالنے کا ارادہ کریں گے اس وقت ان کو عذاب کی تکلیف پہنچا دیں گے۔

فائدہ: یہ حدیث مومنین کے لئے بڑی بشارت ہے جو ان کے لئے رجاء کو قوت دیتی ہے اور اسی وجہ سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ اہل ایمان میں سے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے اگرچہ وہ (گناہوں کے سبب) مستحق نار ہی کا ہو کیونکہ ان کی نار اہل کفر کی سی نار نہ ہوگی جیسا کہ یہ حدیث تصریحاً اس پر شاہد ہے کہ مومنین عین عذاب کی حالت میں بھی مرحوم ہوں گے تو یہ حضرات ایسے لوگوں کی تحقیر سے شرماتے ہیں جو مرحوم ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہوں اور اس مضمون کی ایک اور حدیث بھی ہے جو اسی کتاب میں مسلم و مسند احمد و ابن ماجہ سے مروی ہے جو عربی حصہ میں مع فوائد لکھ دی ہے)

خواب پریشاں کا سبب

۴۰۲۔ **حدیث:** جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس

کوخواب میں عتاب فرماتے ہیں (یعنی اس کوخواب میں کوئی پریشان واقعہ دکھلا دیتے ہیں)۔

فائدہ: یہ حدیث اس پر دال ہے کہ بعضا برا خواب بھی بندہ کے لئے اچھا ہوتا ہے چونکہ اس سے استدلال ہوتا ہے کہ اس شخص سے کوئی معصیت صادر ہوگئی ہے سو وہ اس سے توبہ کر لیتا ہے تو وہ خواب (اس طرح سے) اس کے لئے خیر ہو جاتا ہے اور اسی مقام سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ ہر غیر اختیاری واقعہ کو حکمت اور رحمت سمجھتے ہیں اور اس سے (مناسب) نفع حاصل کرتے ہیں۔

اگر خدا کی محبت چاہو

۴۰۳- **حدیث:** جب تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کریں تو دنیا کو مبغوض رکھ اور جب چاہے کہ لوگ تجھ سے محبت کریں تو زاید دنیا کو ان ہی کی طرف پھینک دو۔

فائدہ: اس فعل میں یعنی فضول دنیا کے ترک میں یہ اثر ہونا یعنی لوگوں کے قلوب میں محبت ہو جانا بالکل مشاہد ہے اور مشاہدہ بھی کس درجہ کا۔

مذہب اباحیہ کا بطلان

۴۰۴- **حدیث:** جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے اس کو گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ گناہ تو کرتا ہے مگر وہ اس کو مضر نہیں ہوتا۔ (اس طرح سے کہ وہ اس کے لئے مباح ہو جاتا ہے) جیسا فرقہ اباحیہ اس طرف گیا ہے (کہ کاملین ایسے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے لئے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہ) بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سے گناہ ہی نہیں ہوتا جس سے ضرر ہو اور اگر احیاناً صادر ہو جاتا ہے تو وہ توبہ اور استغفار کر لیتا ہے۔ جس سے اس کا ضرر محو ہو جاتا ہے اور اسی باب سے یہ حدیث ہے (اہل بدر کے خطاب میں) کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ اس میں لفظ مغفرت نص ہے کہ گناہ گناہ رہتا ہے (جب ہی تو مغفرت اس سے متعلق ہوتی ہے) اور اگر گناہ مباح ہو جاتا تو عبارت کا حق یہ تھا کہ میں نے مباح کر دیا یا حلال کر دیا۔

کم کھانے سے باطن منور ہوتا ہے

۴۰۵- **حدیث:** جب تم میں کوئی شخص کھانے میں تقلیل کرتا ہے تو اس کا باطن نور سے بھر جاتا ہے۔

فائدہ: اور یہ امر ایسا مشاہد ہے جس میں شک ہی نہیں ہو سکتا اور یہ تقلیل طعام صوفیہ کی عادات عامہ سے ہے مگر کسی خاص عارض کے سبب (اس کے خلاف ہو جاتا ہے) اور مراد قلت سے وہ درجہ مراد ہے جس میں ادائے حقوق مطلوبہ سے خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں عاجز نہ ہو جائے (اور سعدیؒ نے گویا اسی کا ترجمہ کیا ہے

اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی

جب کچھ کھاؤ تو کچھ بچا دو

۴۰۶- **حدیث:** جب تم کھانا کھاؤ تو کچھ بچا دو۔

فائدہ: اس میں جو مصلحتیں ہیں ظاہر ہیں اور بڑی دقیق مصلحت یہ ہے کہ اس میں کھانا پیش کرنے والے کی راحت ہے۔ اور اس کے اس وہم کا قطع کرنا ہے کہ کہیں کھانے کی حاجت نہ رہ گئی ہو۔ خواہ وہ پیش کرنے والا میزبان ہو یا کوئی خادم ہو۔ گھر والوں میں سے یا کوئی دوسرا اور یہ نہایت لطیف خلق ہے اور میں خدا تعالیٰ کی جس نے اس خلق کی رعایت قدیم زمانہ سے میرے قلب میں القاء فرما رکھی ہے۔ اس پر حمد کرتا ہوں کہ یہ میرا خیال حدیث کے موافق ہو گیا اور حدیث میں جو برتن چاٹنے والے کی فضیلت آئی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب چھوڑنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اور برتن میں کوئی معتد بہ مقدار طعام کی باقی نہ ہو۔

قبولیت توبہ کی علامتیں

۴۰۷- **حدیث:** جب بندہ توبہ (خالص) کرتا ہے (جو مقبول ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ اس کے گناہ (ملائکہ) حافظین اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے جوارح کو بھی (بھلا دیتا ہے) اور زمین کے نشانات کو بھی بھلا دیتا ہے۔ (یعنی جس جگہ وہ

معصیت کی تھی جو قیامت میں گواہی دیتی) یہاں تک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملتا ہے کہ اس پر گناہ کا کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوتا۔

فائدہ: مدلول حدیث کا ظاہر ہے اور اس حدیث سے اس مضمون کو بھی بطور قیاس کے جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ منجملہ علامات قبول کے توبہ یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کو بھول جاتا ہے کیونکہ قلب جس سے گناہ یاد رہتا ہے وہ بھی مثل جوارح کے ہے جیسا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے ان السمع والبصر الخ کہ ان سے سوال ہوگا تاکہ یہ صاحب اعضا پر شہادت دیں (تو شاہدوں میں قلب بھی داخل ہوگیا تو قلب سے بھی گناہ کو بھلا دیا جاتا ہے) اور یہ راز تو آخرت میں ہے اور دنیا میں اس کا یعنی بالخصوص قلب سے بھلا دینے کا یہ راز ہے کہ گناہ کا یاد ہونا بعض اوقات بعض سالکین کے لئے انشراح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے طبعی حجاب ہوجاتا ہے (اور حکمت الٰہیہ کبھی بعض کی مصلحت سے طبعی حجاب کو بھی رفع فرمادیتی ہے) اور میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ (بھول جانا) نہ لازم ہے نہ دائم ہے کیونکہ بعض سالکین کی عقل طبیعت پر غالب ہوتی ہے۔ تو ایسے شخص کو یہ یاد ہونا توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ پس یہ علامت بعض افراد قبول کی ہے نہ کہ سب کی (تو یہ ممکن ہے کہ نسیان ہوجائے اور توبہ قبول نہ ہو بلکہ نسیان بوجہ غفلت کے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ توبہ قبول ہوجائے اور نسیان نہ ہو بلکہ اس مصلحت سے یاد رہے کہ ہمیشہ استغفار کرکے مدارج قبول میں ترقی کرتا رہے۔

طبیعتوں کی رعایت

۴۰۸- **حدیث:** جب کوئی شخص اپنے بھائی (مسلمان) کے کپڑے یا بدن سے کوئی چیز (ہٹانے کے لئے) لے (جیسے کوئی تنکا وغیرہ بال میں لگ جاتا ہے اور دوسرا اس کو نکال دیتا ہے) تو چاہیئے کہ اس کو وہ چیز دکھلا دے اور ایک روایت میں لینے کی جگہ یہ ہے کہ جب کوئی (ایسی چیز) دور کرے اور لینے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بدن یا کپڑے پر سے تنکا وغیرہ الگ کردے اسی طرح ہے شرح عزیزی میں (جیسا اوپر بیان

کیا گیا) اور خفی کے حاشیہ میں (اس کی حکمت یہ بیان کی گئی) ہے تا کہ محبت کا سبب ہو کہ جب وہ دیکھے گا نہیں بعض اوقات اس کو شبہ ہوگا کہ میرے ساتھ تمسخر کرتا ہے (یعنی دیکھ کر تو سمجھے گا کہ اس کو میرا اتنا خیال ہے کہ میری ذرا سی بدنمائی بھی اس کو گوارا نہیں اس کے ازالہ کا اہتمام کرتا ہے اور اس کا موجب ازدیاد محبت ہونا ظاہر ہے ورنہ بے دیکھے شبہ ہوسکتا ہے کہ میرے بدن یا کپڑے کو نوچکر میرے ساتھ دل لگی کرتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں (اپنے رفیق کی خدمات کی) کس قدر رعایت ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور ایسی رعایتیں صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں (کسی وقت غفلت یا کوتاہی نہیں ہوتی)۔

قوت علمیہ اور قوت عملیہ میں کاملیت

۴۰۹- **حدیث:** جب کسی طالب علم کو طالب علمی کی حالت میں موت آ جائے تو وہ شہید ہو کر مرتا ہے۔

فائدہ: علم (یعنی دینی) اپنے جمیع انواع کو شامل ہے اس میں اصلاح باطن کا علم بھی آ گیا۔ پس حدیث اس پر دال ہے کہ اس میں جو شخص مشغول ہو اگر وہ اثناء سلوک میں مر جائے اس کو کامل اجر ملتا ہے اور شہید ہونے کا یہی مدلول ہے کیونکہ شہید کی حقیقت یہی ہے جو قوت عملیہ میں کامل ہو۔ جیسا صدیق وہ ہے جو قوت علمیہ میں کامل ہو۔

۴۱۰- **حدیث:** جب تیرے جی میں کوئی چیز کھٹکے تو اس کو چھوڑ دے۔

فائدہ: حدیث صراحۃً صوفیہ کے اس قول پر دلالت کرتی ہے کہ عمل میں محض فتویٰ پر اکتفاء نہ کرے بلکہ جو چیز دل میں کھٹکے اس کو بھی چھوڑ دے اگرچہ فتویٰ اس کی اباحت کا ہو جائے اور یہ ترک میں ہے جیسا کہ حدیث کے صریح الفاظ اس پر دال ہیں اور یہ فعل میں نہیں پس جس چیز کے ترک کا فتویٰ دیا جائے اس کو فعل میں نہ لایئے اگرچہ قلب اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیتا ہو پس (اس تفصیل کے بعد) حدیث میں ایسے شخص کو گنجائش نہیں (جو شریعت سے) آزاد اور طریق کا مدعی ہے (جو یوں کہتے

ہیں کہ دیکھو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے علاوہ جائز ناجائز کا معیار کوئی اور چیز ہے کہ اس کے سامنے فتویٰ بھی معتبر نہیں وجہ گنجائش نہ ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں حلال میں احتیاط کی گئی ہے۔ حرام میں وسعت نہیں دی گئی اور احتیاط خود مقاصد شرع سے ہے تو شریعت کا حجت نہ ہونا اس سے کیسے معلوم ہوا خواب سمجھ لو)۔

امور اختیاری میں اہتمام اور امور غیر اختیاری میں عدم اہتمام

۱۴۱۱- **حدیث:** جب تم کو کسی سے حسد پیدا ہو تو حد سے مت نکلو اور جب تم کو (کسی سے) بدگمانی پیدا ہو تو در پے تحقیق مت ہو اور جب تم کو (کسی کام میں) بدشگونی کا خیال پیدا ہو تو (اس) کام کو کر گزرو (یعنی اس کام سے رکو نہیں) اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ اور حد سے نہ نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ محسود کی نعمت کے زوال میں سعی مت کرو اور در پے تحقیق نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ (اس واقعہ کا تجسس مت کرو اور اس شخص کی آمد و رفت کے مواقع کی تلاش مت کرو اور اس کام کو کر گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس بدشگونی کی طرف التفات مت کرو اور اپنے مقصود کو کر گزرو شرح عزیزی اور حاشیہ خفی میں اسی طرح ہے اور لاتحققوا کے معنیٰ (جو کہ بدگمانی کے متعلق فرمایا ہے) یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس بدگمانی کو (محقق اور) یقینی مت سمجھو اور اس تجسس سے اشرار و مفسدین کے حالات کا تجسس مستثنیٰ ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں تصریح ہے کہ بندہ امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں سو ایسے امور سے فکر میں نہ پڑنا چاہئے (مثلاً یہ کہ حسد کا خیال کیوں پیدا ہوا اور یہ بدگمانی کیوں پیدا ہوئی اور یہ بدشگونی یوں پیدا ہوئی) بلکہ صرف امور اختیاریہ کا مکلف ہے۔ (اور وہ امور اختیاریہ ان امور غیر اختیاریہ کے مقتضا پر عمل کرنا ہے) پس حسد اور بدگمانی اور وسوسہ بدگمانی کا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں فرمایا کہ ان چیزوں کا نفس سے ازالہ کرنا چاہئے۔ صرف یہ حکم فرمایا کہ ان کے مقتضا پر یعنی تجاوز عن الحد اور تحقق ظن اور ترک فعل مقصود پر عمل نہ کیا جائے اور یہ مسئلہ گویا نصف سلوک ہے پس غور کرو اور شکر کرو۔

پریشان کن باتوں کی مذمت

۴۱۲- **حدیث:** جب تم لوگوں سے بات کرو ایسی بات مت کرو جو ان کو پریشانی میں ڈالے۔

فائدہ: یہ پریشانی عام ہے خواہ دنیوی ہو یا اس طرح سے کہ سننے والوں کو ہول اور اضطراب میں ڈال دے بلا ضرور خواہ دینی ہو اس طرح سے کہ یہ بات ظاہراً دین کے خلاف ہو تو سننے والے یا تو وحشت اور حیرت میں پڑیں گے (اگر نہ تصدیق کی نہ تکذیب کی) یا ضلال میں پڑیں گے اگر تصدیق کی یا تضلیل میں پڑیں گے اگر تکذیب کی اور اس حدیث میں ایسے شخص پر رد ہے جو ایسے نکات تصوف بیان کرے جہاں سامعین کی فہم کی رسائی نہ ہو جیسے مدعیوں کا شیوہ ہے جو جاہ اور شہرت بین العوام کے طالب ہیں۔ عوام کو یہ دکھلاتے ہیں کہ وہ ایسی باتیں جانتے ہیں جن کو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا۔

اہل اللہ کی ہیبت

۴۱۳- **حدیث:** جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہر چیز کو خائف کر دیتے ہیں اور جب بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اس کو ہر شے سے ڈراتا ہے۔

فائدہ: اور اس امر کا صوفیہ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ان سے سب لوگ ڈرتے ہیں حتیٰ کہ امراء اور سلاطین بھی بدوں اس کے کہ ان کے پاس کوئی سامان خوف کا ہو۔

کشف حقیقت کے لئے کھوج لگانے کے احکام

۴۱۴- **حدیث:** جب گناہ مخفی رہتا ہے صرف کرنے والے ہی کو مضر ہوتا ہے اور جب ظاہر ہو جائے پھر متغیر نہ کیا جائے تو پھر سب کو مضر ہوتا ہے (کیونکہ اطلاع کے بعد اس پر نکیر واجب تھی اور ترک واجب سے گناہ ہونا ظاہر ہے)

فائدہ: ظاہر حدیث سے صوفیہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ وہ طالبین کو حکم دیتے ہیں کہ (ہمارے سامنے) اپنے عیوب ظاہر کریں اور ان عیوب میں ان کے گناہ بھی ہوتے ہیں اور حدیث اس پر دال ہے کہ ان کا مخفی رہنا بہ نسبت ظاہر ہونے کے اسلم ہے اور

جواب یہ ہے کہ منکروہ اظہار ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو باقی جو اظہار (شیخ پر) مصلحت معالجہ کے لئے ہو وہ مطلوب ہے کیونکہ وہ مقدمہ ہے مطلوب کا اور یہ مطلوب معالجہ ہے جیسے ستر کھولنے کی بلا ضرورت ممانعت ہے اور ضرورت کے وقت بضرورت معالجہ طبیب کے روبرو اجازت ہے اور اس کی تائید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے حضرت عائشہؓ سے قصہ افک میں فرمایا تھا کہ اے عائشہؓ مجھ کو تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر پہنچی ہے سو اگر تم بری ہو تو بہت جلد اللہ تعالیٰ تم کو بری فرمائیں گے اور اگر کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کر لو اور اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا جواب میں یہ کہنا کہ اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ میں بری ہوں تو تم لوگ مجھ کو سچا نہ سمجھو گے اور اگر کسی بات کا تمہارے سامنے اقرار کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم سچا سمجھو گے (کیونکہ آپ لوگوں کے دل میں شبہ جم گیا ہے) روایت کیا اس کو بخاری نے وجہ تائید کی یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اگر کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر لو یہ سمجھیں کہ اقرار کر کے توبہ کر لو جس کی دلیل ان کا یہ قول ہے کہ اگر میں اقرار کر لوں الخ اور آپ نے ان کے اس سمجھنے پر نکیر نہیں فرمایا چنانچہ آپ نے یہ نہیں فرمایا میری مراد اقرار کرنا نہیں ہے بلکہ محض توبہ کر لینا ہے اگرچہ خفیہ ہی ہو سو تجسس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس سے مقصود محض دوسرے کے عیوب کی اطلاع حاصل کرنا ہو تاکہ اس کی تحقیر کرے اور اس کو فضیحت کرے اور یہی ہے جس سے ممانعت آئی ہے اور ایک وہ جو کسی مصلحت سے ہو مثلاً صاحب عیب کی اصلاح یا اپنے نفس سے مضرت رفع کرنا اور یہ مذموم نہیں خوب سمجھ لو۔

جس کے پاس جائیں اس کے تابع رہیں

۴۱۵- حدیث: جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کے پاس جائے تو وہ (گھر والا) اس (جانے والے) پر حاکم ہے یہاں تک کہ اس کے پاس سے واپس آجائے۔

فائدہ: اس میں مہمان کا ادب (بتلایا گیا) ہے کہ اس کو میزبان کا تابع ہو جانا

چاہئے اس پر نہ فرمائشیں کرے اور نہ اس کی مخالفت کرے اس لئے کہ گھر والا مقامی مصلحتوں کو تمام معاملات و معاشرات میں زیادہ جانتا ہے اور یہ (ادب) صوفیہ میں مثل مرط کے ہے۔ سو یہ حضرات سنت کے متبع زیادہ ہیں رہا اکثر اہل ظاہر سو ایسی باریک باتیں ان کے ذہن میں بھی نہیں آتیں اس لئے ان سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔

تواضع میں کبر و غلو کے مابین تعدیل

۴۱۶- **حدیث**: جب تم میں کوئی شخص کسی قوم کے پاس جائے اور اس کے لئے جگہ کشادہ کر دی جائے تو اس جگہ بیٹھ جائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عزت دی ہوئی ہے جس سے اس کے مسلمان بھائی نے اس کی عزت کی ہے (وہاں بیٹھنے میں تکلف نہ کرے) اور اگر اس کو جگہ نہ دی جائے تو جس جگہ وسعت ہو بیٹھ جائے (اور اس کی کوشش نہ کرے کہ ممتاز ہی جگہ بیٹھے)

فائدہ: اس میں تعلیم ہے ایسے امور میں توسط کی کہ نہ افراط کرے اس طرح کہ صدر اور بڑا بننا چاہے جیسا علماء دنیا کی عادت ہے (کہ معمولی جگہ بیٹھنے کو خلاف شان سمجھتے ہیں) اور نہ تفریط کرے اس طرح سے کہ اپنے بھائی کے اکرام کو قبول نہ کرے اور پست ترین جگہ میں بیٹھنے پر اصرار کرے۔ جیسا ان اہل طریق کی عادت ہے جو تواضع میں غلو کرتے ہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی دلشکنی ہے اور اس کی اہانت ہے کہ اس کے اکرام کو رد کر دیا۔

کافر کے لئے نفع دنیوی کی دعا ہے

۴۱۷- **حدیث**: جب تم کسی یہودی نصرانی کے لئے دعا کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تیرے مال اور اولاد میں کثرت کرے۔

فائدہ: اس میں کافر کے لئے دنیوی نفع کی دعا کرنے کی اجازت ہے مگر مغفرت وغیرہ منافع اخرویہ کی اجازت نہیں اور ہم اکابر اہل طریق کو دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی کافر ان سے دعا چاہتا ہے تو اس کے لئے ایسی دعا کرنے میں تنگی نہیں کرتے (تو ان کے اس فعل کی حدیث میں سند موجود ہے۔

جب اللہ کا واسطہ دیا جائے تو مباح سے رک جاؤ

۲۱۸- حدیث: جب تم کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو یاد دلائے تو تم رک جاؤ عزیزی نے حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ جب تم کو کوئی اللہ تعالیٰ کی وعید یاد دلائے اور تم نے کسی گناہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو تم اس گناہ کے کرنے سے رک جاؤ اور میرے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جب تم کسی کے ساتھ سختی کا مثلاً مارنے وغیرہ کا ارادہ کرو اور وہ شخص تم کو خدا کا واسطہ دے کہ اس سے نرمی کرو اور معاف کردو تو تم اس کے ساتھ شدت کرنے سے رک جاؤ۔

فائدہ: پہلے معنی کے اعتبار سے حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ناصح میں یہ نہ دیکھو کہ وہ مرتبہ میں بڑا ہی ہو (تب تم اس کا کہنا مانو) بلکہ ہر شخص کی نصیحت کو قبول کر لینا واجب ہے اگرچہ (رتبہ میں) چھوٹا اور حقیر ہی ہو، (یہ نہیں کہ اس کا کہنا ماننے سے عار کرو) کیونکہ حدیث میں یاد دلانے والے کو مطلق کہا ہے اور یاد دلانے کو مجھول کا صیغہ سے ذکر کیا ہے (تا کہ یاد والے کی تخصیص نہ رہے) اور دوسری تفسیر پر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ادب (و تعظیم) کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر مباح غیر ضروری سے بھی رکا جائے اور یہ دونوں خصلتیں صوفیہ کے امور طبیعہ میں سے ہیں سبحان اللہ کیسی قوم ہے کہ ان کے امور طبیعہ کے وہ اخلاق ہیں کہ دوسرا ان پر قادر نہیں مگر بعد مشقت شدیدہ کے۔

معالجہ نفس کو سہل کرنے کا طریقہ

۲۱۹- حدیث: جب تم میں کوئی شخص کسی حسین عورت کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی معلوم ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی بی بی کے پاس چلا آئے (یعنی اس سے ہمبستری کرے) اس لئے کہ شرمگاہ (دونوں جگہ) ایک ہی سی ہے اور بی بی کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اس (اجنبی) عورت کے پاس ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں معالجہ نفس کو سہل کرنے کا طریقہ (بتلایا گیا) ہے اور اصل معالجہ صرف یہ ہے کہ (نفس گو) اس تمنا سے (جو دوسری عورت کے ساتھ متعلق ہوئی ہے) روکا جائے اور مصلح کا اصل فرض منصبی اسی قدر ہے اور بی بی کے پاس جانا یہ اس

معالجہ کی اعانت اور تسہیل ہے اور ایسے طریق کا بتلانا یہ مصلح کے فرائض لازمہ سے نہیں یہ بتلانا (مصلح کی طرف سے) محض تبرع ہے سو طالب کو اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معالجہ اختیاری میں مشقت سے گھبراتے ہیں اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست کرتے ہیں جس میں مشقت نہ ہو مثلاً شیخ نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کو روکو مگر یہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر بتلائی جائے کہ نفس میں تقاضا ہی نہ ہو حالانکہ تقاضائے شدید نہ ہونا یہ خود موقوف ہے عمل مدید پر تو عمل کو اس پر موقوف رکھنا دور کو جائز رکھنا ہے غرض شیخ کے ذمہ سہولت کی تدبیر بتلانا نہیں ہے اور یہ لازم کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اگر لازم ہوتا تو حق تعالیٰ اس باب (عفت) میں صرف اس پر اکتفا فرماتے کہ آپ مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں کیونکہ نیچی نگاہیں رکھنا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنا حالت ہیجان میں بڑی مشقت کا عمل ہے اور باوجود اس کے حق تعالیٰ نے ایسا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جو اس مشقت کو زائل کردے پس (اس سے ثابت ہوا کہ) اس حدیث میں جو مضمون وارد ہوا ہے یا دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ جو شخص تم میں نکاح کا مقدور رکھے اس کو نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نگاہ کا زیادہ پست کرنے والا ہے اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے۔ یہ سب باب تسہیل ہے ایسی چیز نہیں ہے جس پر (مامور بہ کی) تحصیل موقوف ہو اور اس کی علت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ شرمگاہ ایک ہی ہے باوجودیکہ سکون ہیجان کا جو کہ عفت کو سہل کرنے والا ہے وہ اس علت کے استحضار پر موقوف نہیں جیسا کہ مناوی نے اطباء سے نقل کیا ہے کہ جماع کرنے سے عشق کے ہیجان کو سکون ہو جاتا ہے اگرچہ غیر معشوق کے ساتھ ہو، حاشیہ الخفی میں اسی طرح ہے باوجود اس کے پھر جو یہ ارشاد فرمایا ہے یہ اشارہ ہے ایک دوسرے مسئلہ کی طرف وہ مسئلہ یہ ہے کہ مکلف کو چاہئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے اور تزئین اور لذت کے درجہ کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں سو جو اس کے درپے ہوگا۔ اس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص نفس حاجت پر کفایت

کرے گا جس وقت حاجت پوری ہو جائے گی اس کو سکون ہو جائے گا پس یہ حاصل ہے اس ارشاد کا کہ شرمگاہ ایک ہی ہے یعنی اجنبیہ کی فرج کو بی بی کی فرج پر کوئی افزونی نہیں ہے اور دونوں میں فرق کرنا محض شیطان کا ملمع ہے (دوسرے مسئلہ کے استنباط کی تقریر میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے سنی ہے)

مصیبت زدہ کی رعایت خاطر

۴۲۰- **حدیث:** جب کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی پر کوئی مصیبت دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے (کہ اس کو اس بلا سے محفوظ رکھا) اور (یہ شکر کرنا) اس شخص کو نہ سنائیے میں کہتا ہوں کہ مصیبت عام ہے دنیوی مصیبت کو بھی جیسے مرض اور افاقہ اور دینی مصیبت کو بھی جیسے گناہ اور نہ سنانا اس لئے ہے کہ اس کو رنج نہ ہو اور اس سے وہ مصیبت مستثنیٰ ہے جو کسی حرام فعل سے مسبب ہو جیسے کسی چوری میں جس سے توبہ نہ کی ہو ہاتھ کٹ گیا (وہاں سنانے کا بھی ڈر نہیں بشرطیکہ (سنانے میں عداوت کا) اندیشہ نہ ہو یا جو گناہ ندامت کے ساتھ مقرون نہ ہو (وہ بھی مستثنیٰ ہے وہاں بھی سنانے کا کچھ ڈر نہیں) اور ان سب میں یہ شرط ہے کہ اس میں نہ شماتت ہو (یعنی دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا) اور نہ (دوسرے کی) تحقیر ہو (کہ اپنے کو متقی اور مقدس سمجھے)

فائدہ: اس حدیث میں دلالت ہے کہ مصیبت زدہ کی خاطر کی رعایت کرنی چاہئے اور اسی پر ہر اس معاملہ کو قیاس کیا جائے گا جس میں کسی کے حزن یا دلشکنی کا احتمال ہو (ایسے تمام امور سے بچنا چاہئے اور صوفیہ کے اخلاق لازمی سے ہے۔

ترک احتساب زبانی کا عذر

۴۲۱- **حدیث:** جب تم لوگوں کو اس حالت میں دیکھو کہ ان کے عہد گڑ بڑ ہو گئے اور ان کی امانتیں کم وزن ہو گئیں اور وہ اس طرح ہو گئے اور آپ نے اپنی انگلیوں میں جال بنا لیا (یعنے بھلے برے گڈ مڈ ہو گئے) اس وقت اپنے گھر کو لگ جاؤ (یعنے لوگوں سے ملنا چھوڑ دو) اور اپنی زبان پر قبضہ کر لو (یعنی سکوت اختیار کرو) اور خود نیک

بات پر عمل رکھو اور بری بات کو چھوڑ دو اور خاص اپنے کام سے کام رکھو اور عام لوگوں کے قصہ کو چھوڑ دو (یعنے اس کی اجازت ہے کہ کسی کو کچھ نہ کہو)

فائدہ: اس حدیث میں اس کی گنجائش ہے کہ امر منکر پر انکار (ظاہر) نہ کیا جائے جب غالب گمان یہ ہو کہ وہ منکر میرے انکار سے زائل نہ ہوگا یا (انکار کرنے سے) کسی ضرر کا اندیشہ ہو اور اصل مدار حکم (مذکور) کا یہی ہے کہ عدم توقع نفع یا خوف لحوق ضرر کے وقت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے) اور حدیث میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں اور یہ اس کی علامات ہیں (ان امور کا وجود علامت اس کی ہے کہ کہنے سے نفع نہ ہوگا یا ضرر لاحق ہوگا اور اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے ان کے سپرد کر دیتے ہیں ان کا یہی عذر ہے کہ وہ زمانہ کا رنگ دیکھ کر نفع سے ناامید ہیں سو اس باب میں ان پر ملامت نہ کی جائے گی وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں (چنانچہ حدیث میں ایسے وقت خود احتساب کو ساقط کر دیا ہے)

احوال کی مناسبت سے مقبولیت کے استدلال کا فساد

۴۲۲- **حدیث:** جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دنیا کی جو چیز وہ چاہتا ہے دے رہا ہے اور وہ معاصی پر جما ہوا ہے تو وہ صرف استدراج ہے (اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ اس سے حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے پر استدلال کرنے لگے)

فائدہ: حدیث اس کو بھی شامل ہے کہ بعض اوقات معاصی کے ساتھ بعض احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں جیسے وجد واستغراق وشوق اور شیفتگی اور حیرت اور اس قسم کی اور کیفیات (تو ان کی بقا سے دھوکہ میں نہ آئے کہ ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہیں پڑا کیونکہ یہ سب کیفیات دنیا ہیں دین نہیں ہیں اور دنیا کا عطا ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں) پس اس میں رد ہے اس شخص پر جو اس حالت سے دھوکا کھاتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے کہ میری نسبت مع اللہ ایسی قوی ہے کہ معاصی

کے ہوتے ہوئے بھی اس میں ضعف نہیں آیا اور اس کو یہ خبر نہیں کہ ان احوال کا نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی اور یہ احوال محض کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں جیسے فرح اور سرور (کیفیات طبعیہ ہیں حاصل یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں البتہ بعض اوقات دین میں معاون ہوجاتے ہیں اور اس (معین ہونے) سے ان کا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا۔

دنیوی کشادگی سے قبولیت کے استدلال کا فساد

۴۲۳- حدیث: جب تو اپنی یہ حالت دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جائے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جائے تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے (کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتا ہے) اور جب اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جائے اور جب دنیا کی چیزوں میں کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جائے تو تو برے حال پر ہے کہ دنیا کی فتنوں میں واقع ہونے کا خطرہ ہے اور اس مضمون کی چار صورتیں ہیں سو (دو قسمیں تو مذکور ہو گئیں اور ایک تو) وہ قسم باقی رہ گئی کہ دنیا اور آخرت دونوں دشواری سے ملیں اور (ایک) وہ قسم بھی (رہ گئی) کہ دونوں آسانی سے مل جائیں اور ان دونوں سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ ان کا حکم واضح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دوسری قسم اس ارشاد حق کا مصداق ہے۔ **ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة** اور اول قسم اس ارشاد کا مصداق ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی طرف سے گھاٹے میں رہا۔

فائدہ: اور اس حدیث سے فراخی دنیا سے عنداللہ مقبول ہونے پر استدلال کرنے کا فساد واضح ہو گیا جیسے بعض جاہل صوفی اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ والوں کو دنیا کی خوب ترقی ہو جاتی ہے اور اس سے اس سلسلہ کے مقبول ہونے پر

استدلال کرتے ہیں اور اس استدلال کی ان کو گنجائش کہاں اور اس استدلال کا فاسد ہونا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ (بعض آدمی کا یہ حال ہے کہ اس) کو جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) اکرام انعام دیتا ہے تو وہ افتخاراً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی یعنی میں اس کا مقبول ہوں کہ مجھ کو ایسی نعمتیں دیں) اور جب اس کو (دوسری طرح (آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ (شکایتاً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی (یعنی مجھ کو اپنی نظر سے آج کل گرا رکھا ہے کہ دنیوی نعمتیں کم ہو گئیں آگے اس پر ردع ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (یعنی دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت مخذولیت کی نہیں)۔

عوام کے منکر پر صوفیہ کے عدم نکیر کی عادت کا عذر

۴۲۴- **حدیث:** جب تم کسی بری بات کو دیکھو کہ تم اس کو (بالید یا باللسان) متغیر نہیں کر سکتے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہی اس کو (کبھی) متغیر کر دے۔

فائدہ: اس میں رخصت ہے سکوت کرنے کی منکر پر نکیر کرنے سے جب اس سے عاجز ہو اور فتنہ کا خوف ہو اور کسی خرابی کا اندیشہ ہو مگر دل سے کراہت رکھے میں کہتا ہوں یہی عذر ہے اکثر صوفیہ کا وہ اکثر احوال میں اپنے نکیر کو ان ہی لوگوں کے ساتھ خاص رکھتے ہیں جو اپنے کو ان کے سپرد کر دے کیونکہ اکثر عوام سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور فتنہ سے ان کا وقت مشوش ہو جاتا ہے اور عمل میں صفائی نہیں رہتی اور یہ (تشویش وقت اور تکدر عمل) موانع طریق سے ہے اس لئے وہ اپنے کو اس سے دور رکھتے ہیں۔

جو اختیار میں نہ ہو اس کی مذمت نہیں

۴۲۵- **حدیث:** جب جہاد میں مومن کا قلب (خوف سے) کانپنے لگے (مگر جہاد کو ترک نہ کرے) تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ (خشک ہو کر) جھڑ جاتی ہے۔

فائدہ: اس میں اس (مسئلہ) کی تصریح ہے کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل

1 نہ ہو وہ مذموم نہیں اگر چہ ظاہراً نقص ہو اور یہ فن کے نہایت ضروری مسائل سے ہے (وجہ دلالت ظاہر ہے کہ دل کا کانپنا علامت ہے بزدلی کی جو کہ ظاہراً نقص ہے لیکن اس پر اجر ملتا ہے جب عمل ترک نہ کرے)۔

حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے

۴۲۶- **حدیث:** جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھا کر) جواب دے دو اور وہ پھر بھی نہ جائے (لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے) تو پھر اس کو جھڑک دینے میں کچھ ڈر نہیں۔

فائدہ: حدیث صریح ہے اس مسئلہ میں کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اس کا مکلّف نہیں کہ اس حد سے آگے ایذا کا تحمل کرے اور یہی طریق وسط ہے پس (اخلاق کے باب میں نہ تفریط کرے جیسے متکبرین کا شیوہ ہے کہ (ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے) اور نہ افراط (اور غلو) کرے جیسے اہل تکلف کی عادت ہے (کہ خواہ کچھ ہی گزر جائے مگر ناگواری کے اظہار کو خلاف وضع درویشی سمجھتے ہیں۔ البتہ اس سے مبتدیوں کا تکلف مستثنیٰ ہے جو معالجہ کے لئے ہوتا ہے (کیونکہ وہ جب تک نفس کو بہت دور سے نہ روکیں اعتدال پر آ نہیں سکتا۔ سو یہ تکلف چونکہ مقدمہ ہے اعتدال کا اس لئے محمود ہے)۔

فعل سابق

۴۲۷- **حدیث:** جب تم معاویہ بن تابوت کو میرے منبر پر دیکھو (جس نے نذر کی تھی کہ میں منبر شریف پر گندگی کروں گا) تو اس کو قتل کر دو۔

فائدہ: اس میں بھی وہی مسئلہ ہے جو حدیث سابق میں تھا کیونکہ قتل بظاہر حسن خلق سے بعید ہے لیکن مستحق قتل کا قتل کرنا یہ حسن خلق کی حد میں داخل ہے کیونکہ اس میں دینی مصالح ہیں۔

زائر کے لئے آداب قصد رخصت

۴۲۸- **حدیث:** جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملنے آئے

التشرف - ۱۵

اوراس کے پاس بیٹھ جائے تو اس کو اٹھنا نہ چاہئے جب تک اس سے اجازت نہ لے لے۔

فائدہ: یہ حکم استحباب کے لئے ہے (کمافی العزیزی) اور حکمت اس کی ظاہر ہے یعنی مسلمان کے دل کا خوش کرنا اور اسی طرح جس کے ملنے کو کوئی آیا ہو اس کے لئے بھی مستحب ہے کہ اس کو اجازت دے دے بعینہ اسی حکمت کی وجہ سے اور اس قسم کی رعایتیں حضرات صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں اور یہی مطلب ہے اس قول کا جو فارسی میں مشہور ہے آمد بارادت ورفتن باجازت اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اذن لینا واجب ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں پھر وہ استحباب بھی مفید ہے عدم حرج کے ساتھ کلیات شرعیہ کے سبب۔

قول حکمت قبض کی اصل

۴۲۹- حدیث: جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی (خاص) مرتبہ مقدر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کرسکتا تھا (یعنی اس درجہ کا کوئی عمل اس کے اعمال میں نہ تھا) تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسد اور اس کے اہل اور اس کے مال میں کسی بلا میں مبتلا کر دیتا ہے پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہوا تھا۔

فائدہ: اور اسی پر علت کے اشتراک سے حالت قبض کو قیاس کیا جاتا ہے جو سالکین کو پیش آتی ہے اور وہ بعینہ اسی نفع سے طالبین کو تسلی دیتے ہیں پس یہ حدیث ان کے اس مسئلہ کی اصل ہے۔

ریاضت کے ذریعہ اصلاح اخلاق کے معنی

۴۳۰- حدیث: جب تم کسی پہاڑ کو سنو کہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو تصدیق کرلو (جب کوئی دلیل مکذب نہ ہو) اور جب تم کسی شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے ہٹ گیا تو تصدیق مت کرو (کیونکہ اس کا مکذب موجود ہے اور وہ مکذب یہ ہے کہ) وہ پھر اسی (حالت) پر آجائے گا جس پر پیدا کیا گیا ہے)۔

فائدہ: اس حدیث میں اس کی تصریح ہے جس کے حکماء اخلاق قائل ہیں کہ

ریاضت سے اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے (جیسے بعض ناواقف اس کی کوشش کرتے ہیں)۔صرف اتنی بات ہے کہ مضمحل ہو جاتے ہیں جس سے ان کی مقاومت سہل ہو جاتی ہے اور سلوک میں مقصود یہی مقاومۃ ہے کیونکہ یہ عمل اختیاری ہے اور اسی کا انسان مکلّف ہے بخلاف اخلاق کے کہ وہ ملکات غیر اختیار یہ ہیں اور اس کا مکلف بہ ہونے سے کوئی علاقہ نہیں اور جس شخص نے اس اصل کو مستحکم نہیں کیا اس کو تشویش سے کبھی نجات نہ ہوگی کیونکہ وہ بعد مجاہدات شاقہ کے بھی بعض اوقات دیکھے گا کہ اخلاق (رذیلہ درجہ تقاضا میں) زائل نہیں ہوئے پس وہ حصول مقصود سے ناامید ہو جائے گا۔

کھلے گناہ کیلئے کھلی توبہ کی حکمت

۴۳۱- **حدیث:** جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے قریب ہی توبہ جدید کر۔ پوشیدہ گناہ کے مقابلہ میں پوشیدہ توبہ اور علانیہ گناہ کے مقابلہ میں علانیہ توبہ عزیزی میں ہے شیخ نے فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ تا کہ (توبہ سے گناہ کا) مقابلہ ہو جائے نہ یہ کہ ایسا کرنا قبول توبہ کی شرط ہے (بلکہ اگر علانیہ گناہ سے خفیہ توبہ کر لی تب بھی مقبول ہے) میں کہتا ہوں کہ (حکمت مقابلہ کے علاوہ جس کی رعایت صرف اولیٰ ہے کمافی حاشیۃ الحفنی من قولہ لکن الاولی المناسبۃ اس میں اور یہی حکمت ہے کہ اس کی رعایت ضروری ہے چنانچہ) میرے نزدیک اول میں یہ حکمت ہے کہ اس میں اخفاء ہے معصیت کا (جو کہ مامور بہ ہے) اور ثانی میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس کی غیبت میں مبتلا نہ ہوں (کیونکہ گناہ کی تو سب کو خبر ہے اور توبہ کی کسی کو خبر نہیں لامحالہ لوگ غیبت کریں گے) اور (یہ بھی حکمت ہے کہ اعلان میں) اصرار (علی المعصیۃ) کی تہمت سے بچتا ہے اور نیز اپنے جہل کے اعتراف سے اور رجوع الی الحق سے جو عار ہوتی ہے اس میں اس کا بھی علاج ہے اور یہ ایک ایسا علاج ہے جو صوفیہ میں معمول ہے۔

علاج غضب کی تسہیل

۴۳۲- **حدیث:** جب تم میں کسی کو غصہ آئے خاموش ہو جائے۔

۴۳۳- **حدیث:** جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو بیٹھ جائے اگر غصہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جائے۔

۴۳۴- **حدیث:** جب کسی شخص کو غصہ آئے اور وہ اعوذ باللہ کہہ لے تو غصہ کو سکون ہو جاتا ہے۔

فائدہ: تینوں حدیثیں اس میں مشترک ہیں کہ ان سب میں علاج کی تسہیل ہے اور ایسی تسہیل مشائخ کے معمولات میں سے ہے گویہ ان کے ذمہ لازم نہیں لازم تو صرف طریق تحصیل کی تعلیم ہے لیکن تسہیل کی تعلیم ان کا تبرع اور پہلی تدبیر کا حاصل جوش کا شکستہ کرنا ہے کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بولنے سے جوش بڑھ جاتا ہے اور دوسری تدبیر کا حاصل ہیئت حملہ سے بعد اختیار کرنا ہے اور تیسری تدبیر کا حاصل ازالہ ہے سبب کا اور وہ سبب اغوا ہے شیطان کا نیز (تیسری تدبیر کا ایک جزو) ذکر اللہ ہے (کیونکہ استعاذہ ذکر بھی ہے) اور اسی ذکر اللہ کا تتمہ یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کو یاد کرے کہ جو شخص اپنے نفس کے لئے (خلاف شرع) بدلا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور یہ سب اس وقت ہے جب غیر اللہ کے لئے غصہ آئے (ورنہ وہ غصہ خود مطلوب ہے اس کے علاج کی کیا ضرورت ہے البتہ حدود میں رہنے کا اہتمام ضرور ہے)۔

بخل اور پوشیدہ رکھنے کی مذمت

۴۳۵- **حدیث:** جب تم سے مانگا جائے تو روکو مت (دیدو) اور جب تم کو کچھ دیا جائے تو چھپاؤ مت (ظاہر کردو)

فائدہ: یہ دونوں خصلتیں صوفیہ کے اخلاق لازمہ کے مثل ہیں البتہ اس کے شرائط میں بنا بر مصالح عملاً کچھ اختلاف ہے جس سے دینے میں صورۃً تفاوت معلوم ہوتا ہے۔ نیز ان حضرات کو جو کچھ ملتا ہے اس کو چھپاتے بھی نہیں (ظاہر کر دیتے ہیں) اور اس (ظاہر کر دینے) کو شکر سمجھتے ہیں معطی حقیقی کا بھی اور معطی مجازی کا بھی اور یہ (نہ چھپانا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے جو بخیلوں کی) مذمت میں فرمایا ہے

کہ وہ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

مجاہدہ میں غلو نہ ہو

۴۳۶- **حدیث:** جب کوئی تم میں شب کو (نماز میں قرآن پڑھنے) کھڑا ہو اور قرآن مجید اس کی زبان پر ثقیل ہونے لگے (یعنی نیند کے غلبہ سے زبان لڑکھڑانے لگے) اور اس کو یہ نہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے (تا کہ کچھ سو جانے سے طبیعت ہلکی ہو جائے پھر اٹھ کر پڑھنے لگے)۔

فائدہ: اس میں ادب ہے مجاہدہ کا کہ جب اس میں گرانی ہونے لگے اس کو مؤخر کر دے کیونکہ مشقت خود مقصود بالذات نہیں ہے اصل مقصود بالذات عمل کا ادا کرنا ہے اس کے طریقہ پر اور مجاہدہ اس مقصود کے موانع کا مقابلہ کرنا ہے پس جب مقصود بالغیر کے سبب خود مقصود بالذات فوت ہونے لگے تو اس مقصود بالغیر کا ترک واجب ہوگا اور محققین کا یہی طریق ہے رہے غیر محققین سو ان کا منتہی نظر صرف مشقت ہے اگرچہ اس کے سبب ایسی چیز فوت ہو جائے جو اس سے اہم ہے اور یہ بڑی غلطی ہے۔

حرکات غیر اختیاری خشوع کے منافی نہیں

۴۳۷- **حدیث:** جب کوئی تم میں نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے جوارح کو ساکن رکھے اور ادھر ادھر مائل نہ ہو جیسا یہودی مائل ہوتے ہیں اس لئے جوارح کا ساکن رکھنا نماز میں متمم ہے۔

فائدہ: حدیث اس پر دال ہے کہ جوارح کو ساکن رکھنا بھی مطلوب ہے جیسے قلب کو ساکن رکھنا اور یہی حقیقت ہے خشوع کی اور جس طرح جوارح کی حرکت رعشہ سے بدوں حرکت دینے کے خشوع کے منافی نہیں اسی طرح قلب کی حرکت بدوں حرکت دینے کے خشوع کے منافی نہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ خشوع مامور بہ ہے اور مامور بہ وہی چیز ہو سکتی ہے جو اختیار کے تحت میں ہو اور حرکت دینا تو اختیار کے تحت میں ہے اور حرکت ہونا اختیار کے تحت میں نہیں اور تحریک کے اختیاری ہونے سے عدم

تحریک کا اختیاری ہونا بھی لازم ہے پس خشوع یہی ہوگا)۔

اعمال مقصود ہیں نہ کہ احوال

۴۳۸- **حدیث**: جب تم میں کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔

فائدہ: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مقصود اس طریق میں عمل کی تکمیل ہے سنت کے موافق نہ کہ احوال جیسے دفع خطرات وغیرہ اس لئے کہ آنکھ بند کرنے کو خاص دخل ہے دفع خطرات میں اور باوجود اس کے اس سے ممانعت کی گئی ہے اور اس میں دو شخص بھی محققین میں سے اختلاف نہیں کرتے۔

غم، حزن اور قبض کی مصلحتیں

۴۳۹- **حدیث**: جب بندہ عمل میں کوتاہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو فکر میں مبتلا کرتے ہیں۔ عزیزی نے مناوی سے نقل کیا ہے کہ (یہ اس لئے ہوتا ہے) تاکہ جو مصیبت جھیل رہا ہے اس سے اس کی تقصیر کا تدارک ہو جائے اور اس کی سستی کا کفارہ ہو جائے اور اسی مضمون کی ایک حدیث یہ ہے کہ جب بندہ کے گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور اس کے پاس ایسا کوئی عمل ہوتا نہیں جس سے ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو کسی رنج میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس رنج سے اس گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

فائدہ: دونوں حدیثیں فکر اور رنج کے جس میں قبض بھی داخل ہے نعمت عظیمہ ہونے پر دال ہیں کہ ان دونوں سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ بلاؤں سے تنگ نہیں ہوتے کیونکہ وہ حکمت کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے وہ بلا ان پر سہل ہو جاتی ہے۔

سوال تعنت پر صوفیہ کی سکوت کی عادت

۴۴۰- **حدیث**: جب کوئی شخص تم میں سے اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس مسائل وغیرہ پوچھنے کے لئے بیٹھے تو اس کو چاہئے کہ سمجھنے کے لئے پوچھے (یعنی استفادہ و تحقیق مقصود ہو امتحان اور اظہار عجز اور تخجیل کرنا مقصود نہ ہو کہ یہ حرام ہے کذا فی العزیزی)۔

فائدہ: اس میں سوال کا ادب بتلایا گیا ہے اور جب سوال اس طریقہ کا نہ ہوگا تو وہ سوال ہی نہیں اس کا جواب دینا بھی ضروری نہ ہوگا اور جماعت صوفیہ اسی (معمول) پر ہیں کہ سائل متعنت کو جواب نہیں دیتے بخلاف ظاہر پرستوں کے کہ وہ سکوت کرتے ہیں) اس سے ڈرتے ہیں کہ ہم جہل کی طرف منسوب نہ کئے جائیں اس لئے جواب دیتے ہیں اور ان کا وقت ضائع ہوتا ہے اور اگر ہم قواعد شرع میں غور کریں تو ہم کو اس جواب کے حرام کہنے کی گنجائش ہے کیونکہ تعنت حرام ہے اور متعنت کو جواب دینا اس حرام کی اعانت ہے (اور اعانت حرام کی حرام ہوتی ہے)

تکمیل نماز، گفتگو میں احتیاط اور تحصیل زہد کا طریقہ

۴۴۱- **حدیث:** جب تم نماز میں کھڑے ہو تو ایسے شخص کی سی نماز پڑھو جو (دنیا کو) رخصت کر رہا ہے (اور جس کو پھر نماز میسر نہ ہوگی گویا یہ اخیر نماز ہے) اور ایسا کلام مت کرو جس سے تم کو معذرت کرنا پڑے اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ (مال و متاع) ہے اس سے ناامیدی کو دل میں جمالو۔

فائدہ: اس میں تین امر مذکور ہیں اول نماز کے کامل کرنے کا طریقہ۔ اس مراقبہ سے کہ ہم دنیا کو رخصت کر رہے ہیں اور (اس لئے) یہ نماز آخری نماز ہے پھر شاید نصیب نہ ہو) اور امر ثانی کلام میں احتیاط کرنا اور کلام سے پہلے اس کو سوچ لینا کہ ایسا کلام ہو جس سے معذرت کرنا نہ پڑے خواہ دنیا میں یا آخرت میں اور امر ثالث زہد کی تعلیم ہے۔ اور زہد کی حقیقت کا بیان ہے وہ حقیقت یہ ہے کہ اس پر عزم کرلے کہ مخلوق کے ساتھ جو کچھ متاع دنیا ہے سب سے امید قطع کر دے سو جو شخص ایسا کرے گا اس کا قلب راحت میں رہے گا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے اور یہ سب امور صوفیہ صافیہ کے اعمال میں سے ہیں۔

الداجۃ فی العقائد

۴۴۲- **حدیث:** جب آخری زمانہ ہو اور خیالات فاسدہ مختلف ہونے لگیں

تو تم دیہاتیوں اور عورتوں کا طریقہ دینیہ اختیار کرنا حنفی نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جب بدعات اور عقائد فاسدہ ظاہر ہوں اور فلاسفہ کی کتابوں کا مطالبہ کثرت سے ہونے لگے تو تم دیہاتیوں اور عورتوں کے جو مقلد محض ہوتے ہیں اعتقاد کو اختیار کرنا اور ان کتابوں کا مطالعہ مت کرنا تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔ عزیزی نے علقمی سے نقل کیا ہے کہ دیہاتیوں اور عورتوں کے اعتقاد کو اختیار کرنا کہ وہ باری تعالیٰ کو واحد لاشریک لہ اعتقاد کرتے ہیں (اور اس میں تدقیق نہیں کرتے) اور مناوی نے نقل کیا ہے کہ ان کے اعتقاد کو اختیار کرو کہ اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد کو بطریق تقلید قبول کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث اسی طریق پر دلالت کرتی ہے جس پر صوفیہ قائم ہیں کہ اصلی اہتمام اعمال کا کرتے ہیں اور علوم میں سے قدر ضروری پر اکتفا کرتے ہیں (خواہ علی التعیین ضروری ہو خواہ علی الکفایہ) اور زوائد علوم میں خوض نہیں کرتے اور آخری زمانہ یہ اس حکم کی قید نہیں کیونکہ یہ حکم دائم ہے صرف اس لئے اس کا ذکر کیا ہے کہ خیر القرون میں اس کے اہتمام کی ضرورت واقع نہ ہوئی تھی (اس وقت سب ایسے ہی تھے)۔

فقر و مال اختیار کرنے میں مسالک قوم کے اختلاف

۴۴۳- **حدیث:** جب آخر زمانہ ہوگا (یعنی خیر القرون کے بعد) اس وقت لوگوں کے لئے دراہم و دنانیر ضروری ہو جائیں گے جس سے آدمی اپنے دین اور دنیا کو قائم رکھ سکے گا۔ بخلاف خیر القرون کے کہ اکثر طبائع میں توکل کی قوت تھی اور عام طبائع میں اہل توکل کی خدمت کا اہتمام تھا اس لئے ذخیرہ رکھنے کی حاجت نہ تھی)۔

فائدہ: اور اسی جگہ سے تم بعض اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ ضرورت کی قدر مال جمع رکھتے ہیں تاکہ تشویش سے بچے رہیں اور طبائع اس میں مختلف ہیں بعض کو مال کے نہ ہونے سے تشویش ہوتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی اور مقصود (طریق) پر بڑی معین چیز جمعیت خاطر ہے اور یہ طبائع کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے بعض ایسے

ہیں جن کے خیالات مال کے ہونے سے مجتمع رہتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ مال کے ہونے سے ان کے خیالات منتشر ہو جاتے ہیں اور (علاوہ اس فطری تفاوت کے) عیال کے ہونے نہ ہونے کو بھی اس میں دخل ہے (کہ عیال ہونے سے خیالات زیادہ منتشر ہو جاتے ہیں اور عیال نہ ہونے سے کم منتشر ہوتے ہیں) اور اسی (اصل) سے ان نصوص میں تطبیق ہو جاتی ہے جن سے فقر یا رعایت غنی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسے شیخین کی حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اچھا صدقہ وہ ہے جو غنی کی قوت سے ہو (یعنی صدقہ کے بعد بھی غنی باقی رہے اس میں تصریح ہے کہ خرچ کرنے میں اس کی رعایت رکھے کہ سب خرچ نہ کردے نفس کی تسلی کے لئے کچھ ذخیرہ باقی بھی رکھنا چاہئے) اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نادار آدمی کی ہمت کرنا (اس سے فقر کے تدارک نہ کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہیں) یہ دونوں حدیثیں مشکوۃ میں صاحب مرقاۃ نے طیبی سے دونوں حدیثوں کو جمع کرنے کی توجیہ میں نقل کیا ہے کہ یہ فضیلت مختلف اشخاص اور ان کے قوت توکل اور ضعف یقین کے اعتبار سے متفاوت ہے اھ (اس کا وہی حاصل ہے جو میں نے اوپر کہا ہے طیبی نے مجمل کہا ہے میں نے مفصل پس بزرگوں کے مختلف مسالک دیکھ کر کسی پر اعتراض نہ کرنا چاہئے)۔

ذکر بالجہر اور بعض آثار ذکر کا اثبات

۴۴۴۔ **حدیث:** اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو یہاں تک کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

فائدہ: اور جنون کی طرف نسبت کرنا صرف دو سبب سے ہوسکتا ہے یا تو ذکر بالجہر سے جس میں (دوسرے دلائل سے) شرط یہ ہے کہ جہر میں افراط نہ ہو پس (اس بنا پر) حدیث ذکر جہر کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے اور یا (جنون کی طرف نسبت کرنا) بعض آثار ذکر کے غلبہ سے ہوسکتا ہے جیسے غیبت اور سکر پس (اسی بنا پر) حدیث میں اثبات ہے ان احوال کا اور یہ احوال اگرچہ (ذکر کے لئے) لازم نہیں لیکن

اکثر اوقات ذکر پر مرتب ہو جاتے ہیں اور ان دونوں امر میں کثرت کو خاص دخل ہے اس لئے کہ گاہ گاہ جہر کرنے کی طرف کوئی التفات نہیں کرتا تا کہ نسبت الی الجنون کی نوبت آوے اور اسی طرح یہ احوال بھی ذکر قلیل پر غالباً مرتب نہیں ہوتے اس لئے حدیث میں اذکروا اللہ کے ساتھ کثیراً فرمایا گیا)۔

غیر اختیاری کوتاہیوں پر غم کرنے کے مناہی

۴۴۵- **حدیث**: بندہ جب بیمار ہو جاتا ہے یا سفر کرتا ہے (اس وجہ سے اس کے معمولات میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسا ہی اجر لکھتے ہیں جیسا وہ صحیح اور مقیم ہونے کی حالت میں عمل کرتا تھا (اور پورا ثواب لکھا جاتا تھا)۔

فائدہ: اس میں وہ مضمون ہے جس سے مشائخ طالبوں کو ان کی غیر اختیاری کوتاہیوں میں تسلی دیتے ہیں کہ ایسی تقصیرات مقصود میں مخل نہیں (اور ایسی کمی سلوک میں مضر نہیں) اور طالبین کو ان تقصیرات پر رنج کرنے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ ایسا رنج قلوب کو ضعیف کر دیتا ہے اور ضعف قلب طریق میں سب سے زیادہ مضر ہے کیونکہ بڑا مدار طریق کا ہمت اور عزم پر ہے۔

مجاہدہ میں غلو نہ ہو

۴۴۶- **حدیث**: جب تم میں کوئی شخص اونگھنے لگے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب اونگھنے میں نماز پڑھے گا اس کو کیا خبر شاید ارادہ کرے استغفار کا پھر اپنے کو کوسنے لگے (مثلاً اللھم اغفرلی کہنا چاہتا اور غلبہ نعاس سے اللھم اعفرلی کہنے لگا یعنی بجائے غین معجمہ کے عین مہملہ نکل جائے جس کے معنی ہیں کہ مجھ کو خاک میں ملا دے)۔

فائدہ: یہ حدیث بھی اسی مضمون پر دال ہے جس پر وہ حدیث دال ہے جو قریب ہی گزری ہے جس کا شروع یہ ہے اذا قام احد کم من اللیل اور وہ مضمون تعدیل فی المجاہدہ ہے۔

ذاکرین کے احوال کے ساتھ ذکر کے احوال میں اختلاف

۴۴۷- حدیث: اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کرو کہ منافقین (یعنی بددین معترضین) یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔

۴۴۸- حدیث: اللہ تعالیٰ کا ذکر گمنام طور پر کرو عرض کیا گیا کہ گمنام طور پر ذکر سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ ذکر خفی۔

فائدہ: مجموع حدیثین سے وہی امر ماخوذ ہوتا ہے جس پر صوفیہ ہیں کہ ہر شخص کو وہی حکم ہے جو اس کے لئے انفع و اصلح ہو (پس بعض کے لئے جہر نافع ہے بعض کو خفی) اور تجربہ ہوا ہے کہ ابتدا سلوک میں تو جہر زیادہ نافع ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے عبادت میں نشاط پیدا ہوتا ہے جس کی ابتدا میں زیادہ حاجت ہے اور غیر ابتدا میں خفی زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں ریا کا خطرہ نہیں اور پہلی حدیث اس پر بھی دال ہے کہ محض خوف ریا سے ذکر ترک نہ کرے (ہمارے حضرت مرشد علیہ الرحمہ بکثرت یہ ارشاد فرماتے تھے)۔

لوگوں سے زیادہ دعا طلب کرنا

۴۴۹- حدیث: لوگوں سے دعائے خیر کثرت سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں کس کی زبان پر اس کے لئے دعا قبول ہو جائے یا اس پر رحمت ہو جائے۔

فائدہ: سب سے زیادہ اس پر صوفیہ عمل کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں۔

بیعت کے معاملہ میں بعض مشائخ کی توسع

۴۵۰- حدیث: بہت سے بھائی بنالو کیونکہ ہر مومن کیلئے قیامت کے روز ایک شفاعت ہوگی (شاید وہ شفاعت تمہارے ہی حق میں ہو جائے (اور وہ تعارف سے ہوگی)۔

فائدہ: اور یہی مصلحت ہے بعض مشائخ کے اس معمول میں کہ وہ قبول بیعت میں توسع کرتے ہیں جیسا کہ میرے حضرت شیخ کا یہی معمول تھا اور اسی امید (مذکور) کی تصریح فرمایا کرتے تھے اور بعض مشائخ اس میں تنگی فرماتے ہیں غیرت فی الدین اور امتحان

طالبین کے لئے اور ہر ایک کی ایک سمت توجہ ہے کہ وہ اس کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔

اہل طریق مبتدیوں پر سخت گیری نہیں کرتے

۴۵۱- **حدیث:** مسلمان ہو جا اگرچہ بے رغبتی سے ہو حفنی نے (اس کی شرح میں) کہا ہے کہ یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص سے فرمایا تھا جس کو اسلام سے یعنی اس سے کہ آپ کی نبوت کا اقرار کرے کراہت تھی تو اس وقت تو کراہت تھی مگر شہادت کی برکت سے بعد میں انشراح بھی حاصل ہو جائے گا۔

فائدہ: اس مقام سے تم اہل طریق کے محققین کو دیکھتے ہو کہ وہ مبتدیوں پر سخت گیری نہیں کرتے اور ان سے ہر عمل خیر کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ عمل کدورت سے صاف نہ ہو (یعنی اس میں خلوص نہ ہو) پھر جب ان مبتدیوں کو اس کی عادت ہو جاتی ہے تو وہ عمل ٹھیک ہو جاتا ہے اور جیسا ہونا چاہئے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔

دنیا کے ساتھ دین کے اہتمام کی فضیلت

۴۵۲- **حدیث:** سب سے اعظم اہتمام میں مومن ہے کہ اپنی دنیا کا بھی اہتمام کرتا ہے اور اپنی آخرت کا بھی۔

فائدہ: اس سے فکر (واہتمام) کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جب ضرورت سے ہو اگرچہ دنیا ہی کے متعلق ہو حظوظ نفس وفضول کے لئے نہ ہو) پس یہ بھی ایک طریق ہے وصول الی اللہ کا جیسا (بعض کے لئے فراغ عن الافکار اس کا ایک طریق ہے اور اسی مقام سے تم محققین اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ فارغ (عن التعلقات) کو مشغول (بالتعلقات) پر جب یہ شغل ضرورت سے ہو ترجیح نہیں دیتے بلکہ کبھی مشغول کو فارغ پر فوقیت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ مجاہدہ میں اشد ہے (کہ باوجود افکار دنیوی کے کہ بعض اوقات وہ مانع ہو جاتے ہیں دین کا اہتمام کرتا ہے)۔

معاشرات میں رعایت کی سہولت

۴۵۳- **حدیث:** سب میں بڑا اجر اس عیادت کا ہے جو ہلکی پھلکی ہو اور

تعزیت ایک بار ہونا چاہئے۔

فائدہ: یہ حدیث اپنے دونوں جزوؤں سے معاشرات میں سہولت کی رعایت پر دال ہے کیونکہ مریضوں کے پاس دیر تک بیٹھنا بعض اوقات اس پر ثقیل ہوتا ہے اور اسی طرح تعزیت کا بار بار کرنا غم کا یاد دلانا ہے اور مطلوب (شرع میں غم کا دل سے اتارنا ہے اور اسی (مصلحت) کے لئے تعزیت مشروع ہوئی ہے جس کی حقیقت (لغویہ وشرعیہ) ازالہ غم ہے تاکہ حزن کا اثر خفیف ہو جائے پس اس کا بار بار یاد دلانا اس کے موضوع کو منہدم کرنا ہے اور ایسی رعایتیں حضرات صوفیہ کے مثل امور طبعیہ کے ہیں جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

دین کی عزت کی فکر

۴۵۴- **حدیث:** دین کی عزت کر (یعنی ایسا کوئی کام مت کرو جس سے دین کی سبکی ہو)

فائدہ: کبھی یہ اعزاز دین بعض ایسے لوگوں کو نظر میں جو تامل سے کام نہیں لیتے کبر سے ملتبس ہو جاتا ہے پس وہ لوگ اہل اللہ پر ان کے بعض معاملات میں نکیر (واعتراض) کرنے لگتے ہیں۔

توکل میں قطع اسباب شرط نہیں

۴۵۵- **حدیث:** اونٹنی کو باندھ دے اور (پھر) توکل کر۔

فائدہ: یہ حدیث اس پر دال ہے کہ توکل قطع اسباب پر موقوف نہیں البتہ بعض احوال میں بعض اشخاص کے قطع اسباب بھی محمود ہے اور اس کی تفصیل کیلئے دوسرا مقام ہے۔

دشمنی نفس کی حدیث

۴۵۶- **حدیث:** تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔

فائدہ: یہ حدیث صوفیہ میں مشہور ہے اور یہاں اس کے وارد کرنے سے یہی مقصود ہے تاکہ اس کو بے اصل نہ سمجھا جائے۔

تکلف اور توسخ میں اعتدال

۴۵۷- **حدیث**: اپنے ہاتھوں کو دھو کر ان میں پانی پیا کرو اس لئے کہ کوئی برتن ہاتھ سے زیادہ پاکیزہ نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حدیث ترک تکلف پر دال ہے لیکن مع نظافت کے اس لئے کہ ہاتھ میں لے کر پانی پینا ترک تکلف ہے اور ان کا دھونا تحصیل ہے نظافت کی اور یہی اعتدال ہے۔ درمیان دو طرفوں کے ایک تکلف دوسرا میلا کچیلا ہونا جو کہ دونوں مذموم ہیں۔

زینت کی ضرورت و حکمت

۴۵۸- **حدیث**: اپنے کپڑے دھولیا کرو اور اپنے بال لے لیا کرو اور صفائی رکھا کرو کیونکہ (اکثر) بنی اسرائیل ایسا نہ کرتے تھے (بلکہ میلے کچیلے رہتے تھے شاید اس کو زہد سمجھتے ہوں) سو ان کی عورتیں زنا کرنے لگیں (کیونکہ خاوندوں سے ان کو نفرت ہوئی اور دوسرے زینت کرنے والوں کی طرف رغبت کرنے لگیں)

فائدہ: اس سے ضروری زینت کا مطلوب ہونا معلوم ہوئی اور اس کی ایک حکمت تو وہ ہے جو حدیث میں مذکور ہے (اور یہ حکمت خاص بی بی والوں کے لئے ہے) اور دوسری حکمت اظہار ہے حق تعالیٰ کی نعمت کا جیسا متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے (اور یہ حکمت عام ہے بی بی والوں کے لئے اور غیر بی بی والوں کے لئے)

صوفیہ کے بعض اخلاق

۴۵۹- **حدیث**: سب اعمال سے افضل (یعنی بعض اعتبارات سے) یہ ہے کہ تو اپنے بھائی مسلمان پر سرور کو داخل کرے یا اس کی طرف سے کوئی دین ادا کرے یا اس کو روٹی (مراد مطلق کھانا) کھلائے۔

فائدہ: یہ سب صوفیہ کے اخلاق دائمہ لازمہ ہیں خاص کر اول وثالث

افضل ذکر کے سب صوفیہ کی فضیلت اور دعا میں کمی

۴۶۰- **حدیث**: سب اذکار سے افضل لا الہ الا اللہ ہے اور سب دعاؤں

سے افضل الحمدللہ ہے۔

فائدہ: اوراس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ذاکرین میں سب سے افضل وہ ہوگا جواس افضل الاذکار کو لازم پکڑے اوراس سے صوفیہ کی افضیلت باقی لوگوں پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان کا التزام اس ذکر پر معلوم ہے اوردوسرا جزواس پر دال ہے کہ بعض بزرگ جو ظاہراً دعا میں مشغول نہیں ہوتے اس وجہ سے کہ وہ زیادہ تر) ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اس ترک دعا سے ان پر نکیر نہ کی جاوے گی کیونکہ ذکر بھی (جس میں وہ مشغول ہیں) دعا ہی ہے حقیقتہ چنانچہ الحمدللہ کو دعا فرمایا گیا ہے) گو عرف میں اس کو دعا نہیں کہا جاتا (مگر جو اصل مقصود ہے دعا سے یعنی توجہ الی اللہ وہ ذکر میں حاصل ہے)

اصل فضیلت بزرگوں کی اولاد کو ہے

۴۶۱- حدیث: سب لوگوں سے افضل وہ مومن ہے جو دو کریموں کے درمیان ہو (یعنی اس کے ماں باپ متقی ہوں **لان الکرم هو التقوی وقال تعالیٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم**)

فائدہ: یہ حدیث صوفیہ کے اس معمول کی اصل ہے کہ وہ بزرگوں کی اولاد کی زیادہ تعظیم کرتے ہیں جیسا مشاہدہ ہے کیونکہ حدیث بزرگوں کی اولاد کو دوسرے عوام پر ترجیح دیتی ہے۔

رخصت پر عمل

۴۶۲- حدیث: میری امت میں افضل وہ لوگ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں۔

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ رخصت عزیمت سے افضل ہے یہ فضیلت رخصت کی صرف کسی عارض کی وجہ سے ہے ایک عارض یہ ہے کہ عزائم پر عمل کرنے سے عجب پیدا ہو جائے اور یہ شیخ کی رائے پر ہے مرید کی رائے پر نہیں اور ایک عارض یہ ہے کہ نفس اس کے ترک کو اس لئے ترجیح دے کر کہ اس میں مشقت نہیں (اور نفس یہ کہے کہ اجر ہوتا ہے مشقت سے تو اس میں ثواب کم ملے گا جیسے باوجود تیمّم جائز ہونے کے وضو کی مشقت اٹھاوے کہ تیمّم کا ثواب کم ہے

حالانکہ جس محل میں وہ مشروع ہے اس کا ثواب بھی وضو سے کم نہیں) اور ایک یہ ہے کہ اس کی دلیل میں شک ہے جیسے اہل بدعت کو مسح خفین میں کلام ہے یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے معارض ہے اس لئے اس کی دلیل مرجوح ہے حالانکہ اس کی دلیل بھی قطعی ہے اور مخصص ہے قرآن کی) اخیر کے دو عارض پر حفنی متنبہ کیا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے جہاں عزیمت پر بھی عمل جائز ہے باقی جس میں عزیمت پر عمل جائز نہیں وہاں تو یہی عزیمت ہے کہ رخصت پر عمل کیا جائے (جیسے حنفیہ کے نزدیک قصر) اور یہ سب صوفیہ کی مزاولت میں ہے علماً بھی عملاً بھی۔

ولایت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ چہرہ دیکھنے سے خدا یاد آجائے

۴۶۳- **حدیث:** تم میں سے سب سے افضل وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے ان کے دیکھنے سے۔

فائدہ: حاشیہ حفنی میں ہے کہ یہ دیکھنا خواہ بصر سے ہو جس کو دیکھنا کہتے ہیں خواہ بصیرت سے ہو (جس کو خیال کہتے ہیں) اھ پس یہ حدیث عام ہوئی ان کے دیکھنے کو اور ان کے تذکرہ کو (کیونکہ تذکرہ سے ان کا خیال آجاتا ہے) اور یہ علامات ولایت میں سے ایک علامت ہے کہ ان کے زیارت اور ان کے تذکرہ سے حق تعالیٰ کی یاد اور اس کی طرف توجہ کا قلب پر غلبہ ہو جاتا ہے۔

ورع کی افضلیت

۴۶۴- **حدیث:** دین کے اجزاء میں سب سے افضل ورع (یعنی معاصی سے بچنا) ہے۔

فائدہ: اسی جگہ سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ اس کی طرف اشد درجہ کی توجہ تکثیر اعمال سے بھی زیادہ کرتے ہیں اور عوام اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتے اور اس کو کمالات میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اس عبادت کی صورت عدمی ہے جو محسوس نہیں ہوتی وہ لوگ وجودی عبادت کو زیادہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں)

نشاط وحریت کا طریقہ

۴۶۵- حدیث: گناہ کم کر (یعنی مت کر) تجھ پر موت آسان ہو جائے گی اور قرض کم کر (یعنی مت کر) تو آزادی کی زندگی بسر کرے گا۔

فائدہ: اور صوفیہ میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ وہ جب موت کا خیال کرتے ہیں تو ان کو سہل معلوم ہوتی ہے کیونکہ طاعت کے سبب ان کے قلوب پر انوار فائض ہوتے ہیں (ان کی برکت سے ان کو موت سے وحشت نہیں ہوتی) بخلاف عاصی کے وہ جب موت کا خیال کرتا ہے وہ اس کو وحشت ذنوب کے سبب سخت معلوم ہوتی ہے اسی طرح صوفیہ آزادرہ کر زندگی بسر کرتے ہیں کسی مخلوق کے سامنے تذلل اختیار نہیں کرتے جیسا قرضدار قرض خواہ کے سامنے تذلل اختیار کرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ ذلت کی جڑ احتیاج ہے وہ کسی احتیاج کا علاقہ نہیں رکھتے)

وجد کی اصل

۴۶۶- حدیث: قرآن مجید غمگینی کے ساتھ پڑھو کیونکہ وہ غمگینی ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

فائدہ: اس میں اصل ہے تواجد کی جب ریا سے نہ ہو بلکہ تحصیل خشوع کے لئے ہو اور حزن اختیاری کا تواجد ہونا ظاہر ہے کیونکہ وجد غیر اختیاری ہوتا ہے اور یہاں وجد اختیاری ہے ورنہ مامور بہ نہ ہوتا)

لوگوں کا اپنے مرتبہ سے تنزل

۴۶۷- حدیث: اہل وجاہت کی لغزشیں معاف کر دیا کرو بجز حدود کے۔

فائدہ: اہل طریق میں جو مقتدا ہیں ان میں یہی امر مشاہدہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مرتبہ پر رکھتے ہیں باقی مغلوب درویش وہ اہل وجاہت اور غیر اہل وجاہت میں مساوات رکھتے ہیں اور یہ بھی معذور ہیں بوجہ مغلوب ہونے کے مگر عام آدمی ان مابعد والوں کو ماقبل والوں پر ترجیح دیتے ہیں جس کا سبب ناواقفی ہے۔

کمانے اور خرچ کرنے میں اعتدال

۴۶۸- **حدیث:** میری امت میں سب سے بڑے (درجہ میں) وہ لوگ ہیں جن کو نہ تو اتنا مال ملا ہو جس سے وہ اترانے لگیں اور نہ ان پر اتنی تنگی کی گئی ہو جس سے (وہ لوگوں سے) مانگنے لگیں (یہ مانگنا عام ہے خواہ صریح طور پر ہو خواہ ترکیبوں سے ہو)

فائدہ: یہی ہے وہ اعتدال جس کی طرف صوفیہ محققین رہبری کرتے ہیں اور سالک کو حکم کرتے ہیں کہ جو چیز اپنے پاس موجود نہ ہو اس کے کمانے میں اتنا انہاک نہ کریں کہ حد ضرورت سے آگے بڑھ جائیں اور جو چیز اپنے پاس موجود ہو اس کو ضائع نہ کریں جس سے مشوش ہو جائیں اور ذلت اختیار کریں (یعنی طمع و حرص اور عرض حاجت میں مبتلا ہو جائیں)۔

ایک دن میں دو دفعہ کھانا چاہئے

۴۶۹- **حدیث:** ایک دن میں ایک بار سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور کنز العمال میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور ایک روایت میں (فعلی حدیث) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو کھانا نوش فرماتے تو شام کو نوش نہ فرماتے اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نوش نہ فرماتے اور عزیزی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ تو حدیث کے ثبوت کی تحقیق ہے (کہ ضعیف ہے) باقی اس کے مدلول کی تحقیق وہ یہ ہے کہ بعض اہل زہد نے اس کے ظاہر الفاظ سے تمسک کر کے دعویٰ کیا ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا مکروہ ہے اور اس حدیث سے یہ تمسک صحیح نہیں نہ ثبوتاً نہ دلالتاً۔ ثبوتاً تو اس لئے کہ حدیث ضعیف ہے (جیسا ابھی گزرا) اور کراہۃ منجملہ احکام کے ہے۔ پس حدیث ضعیف سے وہ ثابت نہ ہو گی اگرچہ کوئی اس کا معارض بھی ثابت نہ ہو اور اگر معارض بھی ثابت ہو جائے تو بدرجۂ اولیٰ (کراہۃ ثابت نہ ہو گی) اور (یہاں) معارض ثابت ہو چکا ہے قولاً بھی فعلاً بھی قولی ثبوت میں تو یہ بات کافی ہے کہ سحر و افطار کی ترغیب دی گئی ہے اور (ظاہر ہے کہ) دونوں ایک ہی دن میں ہوتے

ہیں اور فعلی ثبوت یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں دو بار کھانا کھایا ہے تو ان میں ایک بار کا کھانا خرما ضرور ہوا ہے اس میں تصریح ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا آپ کے دولت خانہ میں معیوب نہیں تھا تو اس پر کراہت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے رہا امر ثانی یعنی حدیث کی دلالت کراہت پر سو اس کا حال خود حدیث کے الفاظ میں غور کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی علت اسراف فرمائی گئی ہے اور اسراف حاجت اور اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا پس حدیث اس صورت پر محمول ہوگی جبکہ دوسری بار بدوں بھوک کے کھائے جیسا کہ اہل تنعم خادمان شکم کی عادت ہے کہ محض ادائے حق وقت کے لئے کھاتے ہیں گویا وقت سبب ہے وجوب اکل کا جیسا وقت سبب ہے وجوب صلوٰۃ کا باقی جو شخص حاجت کے سبب کھائے اس میں کچھ بھی شناعت نہیں حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو دو بار سے زائد کھانے کی حاجت ہو کسی مرض یا نقاہت کے سبب اس کے لئے دو بار سے زائد کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں یا اس حدیث کو کہ صبح کو کھا کر شام کو نوش نہ فرماتے اور بالعکس اس پر محمول کیا جائے کہ اکثر احوال میں کھانا موجود نہ ہوتا تھا پس اس حدیث میں اس تنگی کا بیان ہوگا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثری حالت تھی جیسا بخاری و مسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور ایک دن میں دو بار روٹی اور روغن زیتون سے آپ شکم سیر نہیں ہوئے اور حدیث اس پر محمول نہیں کہ آپ قصداً صبح و شام کا کھانا ترک فرما دیتے تھے۔ اچھی طرح سمجھ لو اور افراط و تفریط میں واقع ہونے سے احتیاط کرو۔ واللہ اعلم

حفی کے دونوں اذکار کے بعض فوائد

۴۷۰- **حدیث**: ذکر اللہ کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

۴۷۱- **حدیث**: ذکر اللہ کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ ریاکار کہنے لگیں۔

فائدہ: دونوں حدیثیں تھوڑے تفاوت سے قریب ہی گزری ہیں ایک تو اس حدیث کے بعد اذا کان فی اخر الزمان دوسری اس حدیث کے بعد اذا نعس اور

دونوں کے درمیان دو حدیث کا فصل ہے اور دونوں کے متعلق فوائد بھی گزر چکے ان کے اعادہ کی حاجت نہیں البتہ میں نے حاشیہ حفنی میں بعض زائد فوائد دیکھے ہیں گو وہ حدیث کے مدلول نہیں لیکن اس کے متعلق ہیں ان کا نقل کرنا تمیم فائدہ کے لئے مناسب معلوم ہوا سو حدیث اول کے تحت میں انہوں نے کہا ہے کہ ذکر کی کثرت کرو جس طرح ہو اور نفس امارہ والوں کے لئے لا الٰہ الا اللہ کا ذکر زیادہ اولیٰ ہے اس میں تطہیر کے لئے سر عجیب ہے اسی لئے اہل اللہ نے جو کہ ذکر کی تلقین کرتے ہیں اس کو اختیار کیا ہے وہ شمشیر براں کی طرح ہے خصوص جب کسی شیخ کی طرف سے تلقین ہو اور حدیث ثانی کے تحت میں کہا ہے کہ اسی لئے سلف ایک دوسرے کو ذکر کی تلقین کرتے تھے کیونکہ اس میں (گویا) حدیث مسلسل کو اخذ کرنا ہے پس جب شیخ اپنے مرید کو تلقین کرتا ہے۔ وہ سلسلہ حرکت کرتا ہے اور جتنا شیخ سے اعتقاد ہوتا ہے اتنا ہی اس سلسلہ : نور اس پر فائض ہوتا ہے اور ذاکر کے مناسب ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کو داہنی طرف سے شروع کرے کیونکہ اس جہت میں شیطان ہے (شاید یہ اس آیت سے ماخوذ ہو قالو انکم تاتو ننا عن الیمین) اور الا اللہ کو بائیں طرف ذکر کرے کیونکہ قلب بائیں جہت میں ہے سو ذکر میں حرکت کرنا سلف سے منقول ہے اور قرآن اور علم میں حرکت کا ترک اولیٰ ہے یعنی جو قصداً ہو اور اگر کسی پر حال غالب ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں اور ذکر میں جہر مسنون ہے جب کہ ریا کا خوف نہ ہو اور کسی سونے والے (یا نماز پڑھنے والے) کو پریشانی نہ ہو ورنہ آہستہ کرے علی الاطلاق ایک ہی بات نہ کہہ دے کیونکہ جہر سے نشاط ہوتا ہے اسی واسطے کسی شخص نے دوسرے شخص کی نسبت جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ذکر جہر کرتا تھا یوں کہہ دیا کہ یہ ریا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اس کے حال میں رہنے دو یہ عاشق ہے اھ مگر میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی تحقیق کر لیا جائے۔

عزلت کی فضیلت مشروط

۲۷۴- **حدیث:** اپنے گھر سے (یعنی جو اپنے رہنے کا ٹھکانا ہو اس سے چمٹا

رہ (یعنی گھر سے بے ضرورت نہ نکل)۔

فائدہ: اس میں ترغیب ہے گوشہ نشینی کی حفنی نے کہا ہے یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جن کو طہارت نفس حاصل نہیں ہوئی اور وہ وصول کے طالب ہیں اھ میں کہتا ہوں کہ اوران مطہرین (متقین) کے حق میں بھی ہے جو استعداد وصول کے طالب ہیں جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء حال میں لوگوں سے علیحدگی اختیار فرمائی تھی اوران واصلین کے حق میں بھی ہے۔ جو فتنہ سے بھاگتے ہیں (یعنی فرار عن الفتنہ ان کی عزلت کا باعث ہے) مگر اس میں شرط یہ ہے کہ ان حضرات پر اصلاح کا مدار نہ ہو گیا ہو یا ان کو اصلاح کی امید نہ رہی ہو اور جس جگہ یہ عوارض نہ پائے جائیں تو امر اصلی یہی ہے کہ افادہ واستفادہ کے لئے مخالطت کی جائے جیسے بکثرت نصوص ناطق ہیں۔

لہو مباح کی حکمت

۴۷۳- **حدیث:** کچھ کھیل کود بھی لیا کرو میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی دیکھی جائے۔

فائدہ: عزیزی نے کہا ہے کہ یہ امر اباحۃ کے لئے ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جب ہم اس امر کی حکمت پر نظر کرتے ہیں یعنی یہ ارشاد کہ میں پسند نہیں کرتا الخ تو اس امر کا ندب کے لئے ہونا راجح معلوم ہوتا ہے اگرچہ مندوب ہونا عارض کے سبب سے ہوگا اور وہ عارض یہ ہے کہ لوگوں کو دین کا سہل اور نرم ہونا نظر آئے اور اس کے سبب ان کو دین سے محبت ہو جائے اور عام لوگوں کے لئے یہ دین کی طرف بہت قوی داعی ہے اور اسی مقام سے تم محققین کو دیکھو گے کہ ناک منہ چڑھا کر نہیں بیٹھتے اور آسان برتاؤ رکھتے ہیں اور سختی کا برتاؤ نہیں کرتے اور بشارتیں دیتے رہتے ہیں اور نفرت نہیں دلاتے اور کبھی کبھی خوش طبعی بھی کرتے ہیں اور کبھی مباحات (تفریحیہ) میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان سب میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں۔ مگر جن لوگوں پر ہیبت کا حال غالب ہو سو وہ ان مصالح کے تکلف نہیں۔

قرض لینے کے متعلق اہل اللہ کے مسالک کا اختلاف

۴۷۴- **حدیث:** اللہ تعالیٰ قرض دار کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ اپنے

قرض کو ادا کر دے۔

فائدہ: اور بعض حدیثوں میں قرض سے ڈرایا گیا ہے اور دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلا ضرورت ہو قابل حذر ہے اور جو ضرورت سے ہو اور اس کے ساتھ نیت ادا کی بھی ہو وہ معیت حق کا سبب ہے اور اہل طریق اس میں (عملاً) مختلف ہیں بعض پر تو پہلا حال غالب ہے (جو متن میں ہے) وہ توکل پر قرض لے لیتے ہیں اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں توسع کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار کرتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مہمانوں کے لئے بھی مقروض رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وفات کے دوسرے تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی کہ اس نے سب قرض ادا کر دیا جو کئی ہزار تھا) اور بعض پر دوسرا حال غالب ہے (جو متن کے بعد مذکور ہے) وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے جیسے ہمارے ہی زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ قرض میں بے حد احتیاط فرماتے تھے) اور اسلم ہمارے زمانہ والوں کے لئے یہی دوسرا طریقہ ہے (کہ قرض سے بچے حتیٰ کہ مہمان کو بھی اپنی تنگی میں شریک کرے وجہ یہ کہ اس وقت طبائع بھی ضعیف ہیں اور اہل اللہ کی ضرورتوں کی طرف اہل دنیا کو توجہ کم ہے تو مقروضیت کا نتیجہ ایسی حالت میں بجز پریشانی کچھ نہیں اور پریشانی سے علاوہ کلفت کے بعض اوقات دین کو بھی ضرر پہنچ جاتا ہے۔

۴۷۵- حدیث: اور جو واقعی اہل نار ہیں اس قول تک لیکن بعض لوگوں کو ان کے گناہوں کے سبب آگ لگے گی اور وہ ان کو موت دے دے گی الخ میں کہتا ہوں یہ حدیث مع اپنے بعض فوائد کے اسی تیسرے حصہ میں ان الفاظ سے گزر چکی ہے اذا ادخل اللہ الموحدین فقط۔

شیخ کی عنایت کسی کو کسی پر مقدم نہیں کرتی

۴۷۶- حدیث: بعد حمد وصلوٰۃ کے واللہ میں بعض آدمی کو دے دیتا ہوں اور

بعض کونہیں دیتا اور جس کونہیں دیتا وہ (بعض وقت) میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو دیتا ہوں لیکن (باوجود اس کے) بعض لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے قلب میں اضطراب اور کمزوری دیکھتا ہوں (کہ اگر ان کو نہ ملے گا تو پریشانی سے ان کا ایمان متزلزل ہو جائے گا) اور بعض لوگوں کو اس چیز کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنا اور خیر پیدا کی ہے (ان کی طرف سے اطمینان ہوتا ہے کہ یہ ہر حال میں مستقل رہیں گے اس لئے ان کو دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا) ایسے لوگوں میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ اگر شیخ کسی کو کسی خاص عنایت (ورعایت) میں (دوسروں پر) مقدم کر دے تو نہ اس کو جائز ہے کہ وہ اپنے کو رتبہ میں) مقدم سمجھنے لگے اور نہ اور کسی کو جائز ہے کہ شیخ کی شکایت کرنے لگے (کہ اس میں کوئی استحقاق تقدیم کا نہیں) کیونکہ تقدیم کبھی کسی مصلحت سے ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ شخص واقع میں بھی (رتبہ کے اعتبار سے مقدم ہو (بلکہ معاملہ بالعکس بھی ہوتا ہے جیسا اس حدیث میں آپ نے قوی الایمان کونہیں دیا اور ضعیف الایمان کو دیا اور اس کی مصلحت بھی بیان فرما دی مگر ہر وقت مصلحت بیان فرمانا بھی شیخ کے ذمہ نہیں) اور اس حدیث میں یہ (مسئلہ) بھی ہے کہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا صرف اسی صورت میں مذموم ہے (چنانچہ دوسری احادیث میں اس سے نہی آئی ہے) جبکہ اس سے کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو (مثلاً ممدوح میں عجب پیدا ہو جائے گا) لیکن اگر مفسدہ سے امن ہو تو (پھر) اس میں کوئی خرابی نہیں اور اگر اس میں کوئی مصلحت بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہو گی جیسا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث کی (ان کے منہ پر) مدح فرمائی (جس میں مفسدہ نہ ہونا تو یقینی ہے اور غالب یہ ہے کہ اس میں مصلحت بھی تھی (مثلاً اس سے ان کا دل بڑھا ہو گا اور دین کو اور زیادہ قوت ہو گئی ہو گی۔

امور میں سب سے بہتر اوسط ہے

۴۷۷- **حدیث:** ایسے امر کو اختیار کرو جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور

سب سے اچھے وہ امور ہیں جو اوسط درجہ کے ہیں میں کہتا ہوں محققین نے تربیت میں اسی سے تمسک کیا ہے اور شیخ کے لئے ان اوساط کی علمی تحقیق سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ ان کو کبھی اپنے طرفین سے التباس ہو جاتا ہے اور طالب کے لئے اس پر عمل کرنا سب سے زیادہ سہل اور نافع ہے اور افراط میں سہولت نہیں تفریط میں نفع نہیں۔

طالبین کے حال کے لحاظ سے رعایت و مصلحت

۴۷۸- **حدیث:** آپ نے حضرت کعب کو جب انہوں نے غزوہ تبوک کے تخلف سے توبہ قبول ہونے کی خوشی سے سب مال خیرات کرنا چاہا یہ فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رہنے دو یہ تمہارے لئے خیر (و مصلحت) ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں رعایت ہے حال سالک کی اس طرح سے کہ آپ نے کعب بن مالک کو تمام مال خیرات کرنے کی اجازت نہیں دی اور حضرت ابوبکرؓ کو اس سے منع نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو نور نبوت سے اس کا علم تھا کہ یہ ابوبکرؓ کی برابر تنگی پر صبر نہ کرسکیں گے اور یہی طریقہ ہے شیوخ کا کہ وہ ہر شخص کے لئے نور فراست سے وہ امر تجویز کرتے ہیں جو اس کے لئے مصلحت سمجھتے ہیں۔

اہل اللہ پر ہیبت و محبت کا القاء

۴۷۹- **حدیث:** اللہ تعالیٰ جب کسی مخلوق کو خلافت کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ اس کی ناصیہ پر پھیر دیتا ہے تو پھر اس شخص پر کوئی آنکھ نہیں پڑتی مگر اس شخص سے محبت کرتی ہے۔

فائدہ: خلیفہ وہ شخص ہے جو لوگوں کی سیاست یعنی ان کی معاش و معاد کی اصلاح کی خدمت کرے خواہ حکومت کے ساتھ اور اکثر احادیث میں خلیفہ کے یہی معنی آئے ہیں اور یا بدوں حکومت کے جیسے علماء اور مشائخ ہیں اور قرآن میں خلیفہ کے یہ معنی آئے ہیں اور آیت انی جاعل فی الارض خلیفۃ میں یہی معنی ہیں اور اسی معنی میں تمام انبیاء کو داخل کیا گیا ہے حالانکہ بعض انبیاء امراء نہ تھے اور حدیث میں دونوں معنی کا احتمال ہے اور اسی وجہ سے عزیزی نے (بمعنی امراء لے کر یہ) کہا ہے یعنی اس پر ہیبت اور قبول

کا القاء فرماتے ہیں تا کہ وہ اپنے احکام جاری کر سکے اور اس کا کہنا سنا جاوے اور جب خلق کو اس سے محبت ہوگی اس کے لئے لازم ہے کہ اس کا کہنا مانا جائیگا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچا جائے گا اور اس کی ہیبت قلوب میں جمی رہے گی اھ (پس عزیزی نے سلاطین مراد لئے ہیں) اور حفنی نے کہا ہے کہ مراد خلیفہ سے وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے (ارشاد خلق کے لئے) منتخب کر لیا ہو اور اس کو خلق کا ہادی بنایا ہو آگے کہا ہے کہ یہاں خلیفہ حکومت مراد نہیں ہے جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے اھ میں کہتا ہوں کہ اگر حدیث میں خلیفہ حکومت ہی مراد لیا جائے اور اس پر (خاص احکام میں) خلیفہ ارشاد کو قیاس کر لیا جائے بوجہ مشترکہ ہونے علت کے اور وہ علت لوگوں کو (دینی) نفع پہنچانا ہے تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا اور وہ مقصود حکم کا عام ہونا ہے (یعنی اس شخص کا صاحب ہیبت ہونا) اور اس قسم کی ہیبت مشاہدہ سے مشترک ہے سلاطین میں اور ان اہل اللہ مساکین میں (کہ اکثر اوقات سلاطین کی ہمت بزرگوں کے سامنے بولنے کی نہیں ہوتی) اور یہی ہیبت وہ چیز ہے جس کے ساتھ اس آیت میں تعبیر کیا گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو ان کے بھائی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ابھی تمہارا بازو تمہارے بھائی سے قوی کئے دیتے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں کے لئے ایک رعب دیں گے (اس رعب کا یہ اثر ہوا کہ فرعون جیسا متجبر متکبر ان سے دب گیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

دوا نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے

۴۸۰- حدیث: بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں نازل کی ہیں اور ہر بیماری کے لئے ایک دوا مقرر کی ہے سو دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا مت کرو۔

فائدہ: اس میں ترغیب ہے دوا کرنے پر اور غالب عادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی سو مسنون طریقہ یہی ہوا اور ائمہ اہل طریق اسی مسلک پر ہیں لیکن امر چونکہ ارشادی ہے اس لئے ترک تداوی بھی جائز ہے اور اس پر ملامت نہ کی جائے گی خصوص اگر غلبہ حال توکل سے ہو جیسا بعض مشائخ اس مسلک پر بھی ہیں اور یہ ایک درجہ ہے توکل کا یعنی ترک اسباب ظنیہ اور اس درجہ سے اعلیٰ درجہ وہ توکل ہے جو مباشرت

اسباب کے ساتھ ہو' کیونکہ اسباب کو استعمال کرتے ہوئے اسباب پر اعتماد نہ کرنا بہ نسبت اس کے زیادہ عجیب ہے کہ اسباب کا استعمال نہ کیا جائے اور پھر اس پر نظر نہ ہو جیسا ظاہر ہے (یہ تحقیق تھی تدادوا کی آگے تحقیق ہے لاتدادوا کی) عزیزی نے لاتدادوا بحرام میں علقمی سے نقل کیا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث سے اور ایک دوسری حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا حرام چیز میں نہیں رکھی۔ اس پر استدلال کیا ہے کہ نہ حرام (خالص) سے تداوی جائز ہے اور نہ ایسی چیز سے جائز ہے جس میں کوئی حرام جزو ہو جیسے گدھی کا دودھ اور حرام گوشت اور تریاق (جو سانپوں سے تیار ہوتا ہے) اور ہمارے مذہب کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام نجس چیزوں سے تداوی جائز ہے بجز نشہ والی چیز کے بدلیل حدیث عرنیین کے جو صحیحین میں ہے کہ اونٹوں کا پیشاب پیو یعنی دوا کے لئے جیسا ظاہر الفاظ حدیث کا یہی مدلول ہے باقی رہی حدیث جو اس مقام پر مذکور ہے اور اسیطرح دوسری حدیث کہ میری امت کی شفا حرام میں نہیں رکھی یہ اس حالت پر محمول ہے جب حاجت نہ ہو اس طرح کہ وہاں دوسری پاک دوا موجود ہو جس سے اس کی حاجت نہ رہے اور وہ اس کے قائم مقام ہو سکے (چنانچہ) بیہقی نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں (ممانعت کی) اگر صحیح ہوں تو بلا ضرورت حرام کے ساتھ تداوی کرنے سے انہی پر محمول ہیں تاکہ ان دونوں میں اور حدیث عرنیین میں تطبیق ہو جائے اھ میں کہتا ہوں کہ یہ جب ہے جب حدیث عرنیین کی اس جزو میں منسوخ نہ ہو جیسے دوسرے جزو یعنی مثلہ میں اجماعاً منسوخ ہے اور اس قول میں متاخرین حنفیہ نے بھی موافقت کی ہے (کہ ضرورت شدیدہ کے وقت تداوی بالحرام کے جواز پر فتویٰ دے دیا ہے) باقی متقدمین حنفیہ سوا ان کا وہی مذہب ہے جو امام احمد کا مذہب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسوسہ کا علاج اس کی عفو کے استحضار میں ہے

۴۸۱- **حدیث:** اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے ان کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے باتیں کرتے ہیں جب تک کہ ان کو منہ سے نہ نکالیں یا ان کو عمل میں نہ لائیں' عزیزی نے کہا ہے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان کے سینہ میں جو وسوسہ پیدا ہوں' حفنی نے کہا ہے کہ خیال کے مراتب پانچ ہیں ایک

ہاجس دوسرا خاطر تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں عزم پس جب کوئی بات قلب میں ابتداء واقع ہوئی اور اس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اس کو ہاجس کہتے ہیں پھر اگر اس شخص کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے اس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے مراتب (کی تحقیق) کا محتاج نہ ہوگا اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اس کے نفس میں اس کی آمد و رفت ہونے لگے مگر اس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی منصوبہ نفس نے نہیں باندھا اس کو خاطر کہا جاتا ہے جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے لگا اور ان میں سے کسی کو ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوتی اس کو حدیث نفس کہتے ہیں سو یہ تین درجہ ایسے ہیں کہ ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ شر میں ہے اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے پھر جب اس فعل کو کر لیا تب اس فعل پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا بعض علماء اس طرف بھی گئے ہیں) پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے لگا لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے بلکہ مرجوح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اس کو ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا ہے اگر شر میں ہے پھر جب فعل کا رجحان قوی ہو گیا یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا۔ اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے اھ میں کہتا ہوں کہ لفظ وسوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے یعنی ہاجس اور خاطر اور حدیث النفس سو وسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہوتا تو حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی) اور بقیہ دو پر (یعنی ہاجس و خاطر پر) عدم مؤاخذہ بالا ولیٰ ہے کیونکہ جب حدیث النفس معاف ہے تو اس کے ماقبل کے درجات (یعنی ہاجس و خاطر جو کہ (اس سے اہون و ادون ہیں) بدرجہ اولیٰ معاف ہوں گے اور اگر تم کو یہ خلجان ہو کہ حدیث کی بنا پر حدیث کی معافی کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی معنی مراد ہوں سو اس کی کیا دلیل ہے پس اس خلجان کو

اس طرح دفع کرو کہ یہ اصطلاح عین لغت ہے اور نصوص معنی لغویہ ہی پر محمول ہوتے ہیں جب تک معانی لغویہ پر کوئی شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جائے اور یہاں طاری نہیں ہوئی، پس لغوی معنی ہی مراد ہوں گے اور لغوی معنی (حدیث النفس) کے وہی ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کیا خوب سمجھ لو اور ہاجس پر عدم مؤاخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اس کا فعل نہیں صرف اس پر ایک شئی ایسی وارد ہوگئی جس پر اس کو نہ قدرت ہے نہ اس کا کوئی تصرف ہے اور خاطر کا درجہ جو اس کے بعد ہے اگرچہ یہ شخص اس کے دفع پر اس طرح قادر ہے کہ ہاجس کے اول ہی وارد ہونے کے وقت اس کو ہٹا دے (مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جائے) لیکن کہ یہ خاطر حدیث النفس سے کم ہے اور حدیث النفس حدیث کی رو سے معاف ہے اس لئے یہ خاطر بدرجہ اولیٰ معاف ہے اور اس (تحقیق) سے ایک سخت اشکال حل ہو گیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ کلیات شرعیہ اور قواعد عقلیہ کا مقتضاء یہ ہے کہ اختیاری پر مؤاخذہ ہو اور غیر اختیاری پر مؤاخذہ نہ ہو' یہ تو مقدمہ ہے آگے اشکال ہے کہ) پھر امت مرحومہ کا (یہ) اختصاص (کہ وساوس پر مؤاخذہ نہیں ہوتا) اگر مراتب مذکور میں سے غیر اختیاری کے اعتبار سے ہے (کہ غیر اختیاری پر ان سے مؤاخذہ نہیں ہوتا اور دوسری امم سے ہوتا تھا) تب تو امم سابقہ اور امور غیر اختیاریہ کے ساتھ مکلّف ہونا لازم آتا ہے اور یہ کلیات شرعیہ کا منافی ہے (جیسے لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا کہ ظاہراً اس میں نفس عام ہے لاحق اور سابق کو) اور اگر اختیاری کے اعتبار سے ہے تو خود ایک اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مؤاخذہ ہوتا ہے اور حدیث النفس پر نہیں ہوتا باوجودیکہ اختیاری ہونے میں دونوں شریک ہیں وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم کے یہ ہے کہ خاطر و حدیث النفس کا دفع اگرچہ اختیاری ہے مگر اس کے لئے قصد کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہاجس (اس ذہول کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلاقصد) منجر ہو جاتا ہے سو اس (خاطر اور حدیث النفس) پر مؤاخذہ

ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ یہ بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقا اختیاری ہوا اور اس بنا پر کسی امت کا اس کا مکلّف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا) لیکن رحمت الٰہیہ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف کر دیا۔ جیسے اصر و اغلال (بوجھ اور طوق یعنی احکام شدیدہ) کو جو امم سابقہ پر تھے اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی (اس لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی باقی رہا عزم تو ہا جس اس کی طرف اس طرح سے مفضی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے، پس یہ فرق ہے عزم میں اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ افضا ہوا جو ذہول کے سبب ہو اور مدار مؤاخذہ عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہو اگرچہ عزم معصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذت حاصل کرنا سو ظاہر یہ ہے کہ اس پر مؤاخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے عموم میں داخل ہوگا کہ نفس (بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمنا کرتا ہے اور اشتہاء کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدوں اشتہاء و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ بھی زنا ہوا)۔

اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا وساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے) اور بعض اکابر (جیسے غزالی) کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود نہیں بدلتا (یعنی اختیاری پر مؤاخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مؤاخذہ خواہ حقیقتاً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً)

طاعات کا مرغوب طبع ہو جانا

۴۸۲- **حدیث:** حق تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے ایک خاص اشتہاء کی چیز بنائی ہے اور میری خاص اشتہاء شب کے اٹھنے میں ہے (یعنی تہجد کے لئے) میں جب شب کو نماز میں کھڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ لفظ اشتہاء اکثر اوقات رغبت طبعیہ میں مستعمل ہوتا

ہے پس یہ حدیث اس پر دال ہے کہ طاعات کا طبعاً مرغوب ہو جانا ایک حالت محمودہ ہے رغبت عقلیہ (اعتقادیہ) بھی کافی ہے (اور انسان اسی کا مکلّف ہے) باقی یہ ارشاد کہ میں جب شب کو نماز میں کھڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے نماز نہ پڑھا کرے یہ کئی وجہ کو محتمل ہے ایک تو وہ ہے جس کو عزیزی نے مناوی سے نقل کیا ہے یعنی یہ کہ تہجد مجھ پر واجب ہے تم پر نہیں اور یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا حفنی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ پھر عبداللہ بن عباس کے واقعہ سے یہ منسوخ ہو گیا چونکہ انہوں نے آپ کے پیچھے شب میں (آپ کے اذن سے تہجد کی) نماز پڑھی اور یہ وجہ مذکور دو وجہوں کو شامل ہے ایک یہ کہ یہ نہی (کہ میرے پیچھے کوئی شخص تہجد کی نماز نہ پڑھے) آپ کے ساتھ تہجد کے مخصوص ہونے سے معلل ہو (یعنی چونکہ تہجد مجھ پر واجب ہے اور تم پر نہیں اس لئے کوئی شخص میرے پیچھے تہجد نہ پڑھے) پس اس صورت میں یہ نہی اعتقاد وجوب (تہجد) کے ساتھ مخصوص ہوگی یعنی کوئی شخص باعتقاد وجوب میرے پیچھے تہجد نہ پڑھے (کیونکہ وہ تم پر واجب نہیں اور بدوں اس اعتقاد کے نہی نہ ہوگی کیونکہ مطلق نہی میں اس اختصاص کو کوئی دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے) آگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وجوب تہجد کے باقی رہنے نہ رہنے میں علماء کا اختلاف ہے اور وجہ ثانی یہ ہے کہ اس نہی (عن الاقتداء فی التہجد باعتقاد الوجوب) کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واقعہ سے منسوخ کہا جائے اور یہ وجہ صحیح نہیں کیونکہ اس اعتقاد کے ساتھ نہی اب بھی باقی ہے (یعنی اب بھی تہجد میں کسی کا اقتداء اس اعتقاد سے منہی عنہ ہے یہ بھی منسوخ نہیں ہے) البتہ اگر نہی کو اطلاق پر محمول رکھیں (یعنی اعتقاد وجوب کے ساتھ بھی اقتداء جائز نہ ہو اور بدوں اس اعتقاد کے بھی جائز نہ ہو) تو نسخ موجہ ہو سکتا ہے کیونکہ عبداللہ بن عباس کی حدیث تقریری اس کے معارض ہے) اور شاید اس وجہ (اطلاق) پر نہی کا مبنیٰ نفل میں جماعت کا مکروہ ہونا ہو کیونکہ اذن (اقتداء) کبھی چار شخصوں کے جمع ہو جانے کی طرف مفضی ہو جاتا ہے اور وہ مکروہ ہے (اس لئے آپ نے نہ مطلقاً منع فرمایا ہو (پھر یہ نہی علی الاطلاق حضرت عبداللہ کے واقعہ سے منسوخ ہو گئی

ہو یعنی نہی میں یہ تفصیل ہوگئی ہو کہ اگر مقتدی چار سے کم ہوں تو نہی نہ ہو اور اگر چار یا زیادہ ہوں تو نہی ہو) اور تیسری وجہ یہ ہے (حدیث کے معنی میں) وہی میرا ذوق ہے کہ نہی کی علت تشویش خاطر ہے ایسے وقت میں جس میں اجتماع خاطر مقصود ہو (جیسے عبادت خلوت کا وقت ہے) کیونکہ خلوت کے اور احکام ہیں اور جماعت کے اور احکام ہیں۔

پس حدیث اس بناء کی وجہ پر اس پر دال ہو گی کہ کوئی شخص کسی کے پاس ایسے وقت نہ جائے جس میں اس نے خلوت کا قصد کیا ہو کیونکہ اس پر گرانی ہوگی (اس صورت میں یہ حکم منسوخ نہ ہوگا) اور یہ نہی حضرت عبداللہ کے واقعہ سے معارض نہ ہوگی کیونکہ (اس صورت میں) جس کو اجازت ہو جائے وہ اس نہی سے مستثنیٰ ہوگا (کیونکہ علت نہی کی ثقل وتشویش تھی اور اذن سے علت مرتفع ہوگئی اور حضرت عبداللہ ماذون تھے اور یہ اذن خواہ زبان سے ہو خواہ قرائن سے ہو اس طرح کہ دو شخصوں میں بے تکلفی ہو (کہ اس کی شرکت سے ثقل نہ ہو یا اگر ثقل ہوتا تو یہ شخص بے تکلفی کے سبب دوسرے کو اطلاع کر دیتا) اور میرا مقصود اس مقام پر اس حدیث کے لانے سے یہی اخیر وجہ ہے کیونکہ (اس صورت میں) یہ (مدلول حدیث) فن کے مسائل سے ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ کسی کو تشویش میں ڈالنے سے اور ایذا پہنچانے سے بچنے کا بلیغ سے بلیغ اور نہایت دقیق سے دقیق وجوہ کے ساتھ اہتمام رکھنا چاہئے اور یہ امر صوفیہ میں مثل امور طبیعہ کے ہے وہ اس کا بہت سخت اہتمام کرتے ہیں اور ایسی رعایتوں کی دلیل کلی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (یعنی اس سے کسی کو اذیت نہ پہنچے (اس میں تمام ایسی جزئیات آ گئیں جن سے کسی کو گرانی یا کلفت ہو)۔

مسئلہ استعداد کی تحقیق

۴۸۳- **حدیث:** اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور القاء فرمایا سو جس کو اس روز وہ نور پہنچ گیا اس نے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا اور مشکوۃ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم

خشک ہو گیا۔ میں کہتا ہوں یہ زیادت اس پر دال ہے کہ یہ القاء نور (مراتب وجود میں سے اس درجہ میں تھا جس میں تقدیر لکھی گئی ہے (کیونکہ آپ نے تقدیر کے طے ہو جانے کو القاء نور پر متفرع فرمایا ہے) اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیرات کو آسمان وزمین کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار سال قبل لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا (یعنی اس کو پہلے سے پیدا کر دیا تھا فہو حادث ایضا وان کان سابقا علی غیرہ) تو یہ پیدائش مذکور (جو حدیث میں مذکور ہے) ایسے مرتبہ میں ہوئی ہے کہ اس میں آسمان و زمین موجود نہ تھے سو یہ پیدائش مذکور آدم علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئی کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش آسمان وزمین کے بعد ہوئی ہے جیسا مسلم نے ایک حدیث طویل میں مرفوعاً زمین اور زمین کی چیزوں کی پیدائش کے بعد روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام عصر کے بعد جمعہ کے روز آخر خلق میں اور دن کی آخری ساعۃ میں عصر اور رات کے درمیان پیدا کئے گئے اور (حم فصلت کی آیات سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ) آسمان وزمین کی آفرینش ایام متصلہ میں ہوئی ہے پس آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین و آسمان کے بعد ہوئی اور وہ پیدائش جو حدیث میں مذکور ہے آسمان وزمین کے بہت قبل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا تو اس پیدائش (مذکور فی المتن) کا ان ذرات کے پیدائش پر محمول کرنا جو آدم علیہ السلام کی صلب سے مستخرج ہوئے اور ابقاء نور کا اقامت شواہد ودلائل اور انزال آیات پر محمول کرنا جو آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بہت بعد واقع ہوا اور اسی طرح ظلمت کا نفس امارہ کی ظلمت پر محمول کرنا جو کہ شہوات رویہ اور گمراہ کن خواہشوں پر مجعول کیا گیا ہے جس کا بنی آدم کے زمین پر پیدا ہونے کے بعد وقوع ہوا ہے یہ سب بہت بعید ہے (کیونکہ حدیث متن میں جو خلق اور القاء نور اور ظلمت مذکور ہے یہ سب آدم علیہ السلام سے بہت پہلے ہیں اور یہ محامل یعنی ذرات مستخرجہ اور اقامت دلائل وظلمت نفس امارہ یہ سب آدم علیہ السلام کے بعد ہیں تو یہ حمل کیسے صحیح ہوگا اگر چہ ایسے حمل کی طرف ایک جماعت محشین اور شراح کی گئی ہے نیز اس کا قائل ہونا بھی بعید ہے کہ شہوات رویہ

17 واہواء مضلہ بدوفطرت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی عام تھے پھر بعد میں زائل کردیئے گئے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ہر مولود فطرت (صحیحہ) پر پیدا کیا جاتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں پس جب عوام الناس بدوفطرت میں ان گندگیوں سے پاک ہوتے ہیں تو حضرات انبیاء میں اس کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے اس لئے حدیث کی تفسیر مشہور صحیح نہیں ہوسکتی) پس اقرب اس حدیث کی تفسیر میں میرے ذوق سے یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ نور ہدایت کی استعداد قریب ہے اور ظلمت اس استعداد سے خالی ہوتا ہے اور القاء نور اس استعداد کا عطا فرمانا ہے اور یہ (نور کا) پہنچ جانا حق تعالیٰ کے ارادہ و اختیار سے ہے۔ بنا بر رحمت کے اسی طرح (نور کا) نہ پہنچنا یہ بھی حق تعالیٰ کے ارادہ و اختیار سے ہے بنا بر حکمت کے اور اس رحمت اور حکمت کی علت کا سوال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ سوال تقدیر کے متعلق ہے جس کی اجازت نہیں دی گئی پس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مکلف مخلوق کو اس استعداد (مذکور) سے (اولاً) خالی پیدا کیا پھر جس پر منظور ہوا اس استعداد کو بنا بر رحمت کے فائض فرمایا اور جس پر منظور ہوا بنا بر حکمت کے فائض نہیں فرمایا پس بعضے اس استعداد کے موجود ہونے سے ہدایت یافتہ ہوگئے اور بعض اس استعداد کے مفقود ہونے سے گمراہ ہوگئے پھر یہ مفقود ہونا دو قسم پر ہے ایک اس استعداد سے خالی ہونا اور اس کی ضد سے بھی خالی ہونا اور یہ اس شخص کی حالت ہے جس کو دعوت نہیں پہنچی سو وہ معذور ہیں اگرچہ گمراہ بایں معنی ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے اور دوسری قسم اس استعداد سے خالی ہونا اور اس کی ضد کے ساتھ متصف ہونا اور یہ اس شخص کی حالت ہے جس کو دعوت پہنچی مگر اس نے قبول نہیں کیا اور یہ ایسی گمراہی سے گمراہ ہیں جس پر معذب ہوں گے۔ پس (اس تفسیر مذکور کی بنا پر) یہ حدیث استعداد کے مجعول ہونے پر اور باری تعالیٰ کے اپنے اعطاء اور عدم اعطاء میں مختار ہونے پر دال ہوگی اور اس مقام پر بعضوں کو لغزش ہوگئی ہے اور گمراہ ہوگئے ہیں اس طرح سے کہ انہوں نے استعداد کے غیر مجعول ہونے کا اور استعداد کے مقتضا کے خلاف میں حق

التشرف - ۱۷

تعالیٰ کے غیر مختار ہونے کا حکم کر دیا اور وہ لوگ اس کے صرف اس لئے قائل ہوئے تا کہ اس اشکال کے لازم آنے سے بچے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر جبر فرمایا ہے (اور بچنا) اس طرح (سے ہے) کہ بندہ سے جو کچھ صادر ہوا ہے وہ اگر چہ حق تعالیٰ ہی کے پیدا فرمانے سے ہے لیکن حق تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا وہ جبر نہ تھا بلکہ اس کی استعداد کی اقتضاء سے تھا اور اس کی تبدیل محال تھی کیونکہ وہ قدیم ہے اسی طرح اس استعداد کے خلاف پیدا کرنا بھی ممتنع تھا کیونکہ فعلیت کے لئے قوت شرط ہے (اگر خلاف پیدا کرتے اس کی قوت تھی نہیں) اھ میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں پر یہ استعداد اور استعداد بمعنی امکان ذاتی مختلط ہوگئی اور وہ امکان ذاتی قدیم ہے اور غیر مجعول ہے اور اس کے غیر مجعول ہونے میں کوئی محذور نہیں ہے کیونکہ وہ امر عدمی محض ہے جو جعل کو قبول نہیں کرتا اور یہ امکان ممکن سے کبھی منفک نہیں ہوتا۔ کیونکہ امکان ہمیشہ بالذات ہوتا ہے بالغیر نہیں ہوتا کیونکہ اگر امکان بالغیر ہوتو لازم آتا ہے کہ وہ شے ممکن واجب بالذات یا ممتنع بالذات ہوگی پھر ممکن بن گئی تو انقلاب حقائق لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور جب امکان ذاتی ہوا تو ممکن سے کبھی منفک نہیں ہوگا نہ اس کے وجود کی حالت میں اور نہ عدم کی حالت میں پس وہ امکان ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے لیکن چونکہ وہ کوئی وجودی چیز نہیں (بلکہ اس کی حقیقت عدم الوجوب وعدم الامتناع ہے جو کہ عدمی محض ہے) اس لئے کوئی محذور لازم نہ آئے گا اس لئے کہ محذور کسی شے موجود کا ازلی ہونا ہے نہ کہ کسی شے معدوم کا اس لئے کہ اعدام سب ازلی ہیں۔ سو یہ حکم اس استعداد کا ہے جو بمعنی امکان کے ہے اور ان لوگوں پر وہ مختلط ہوگئی اور باوجود اس (امر باطل کے قائل ہونے) کے اس اشکال سے ان کو خلاصی نہیں ہوئی بلکہ اس سے زیادہ سخت اشکال ان پر لازم آ گیا اس لئے کہ وہ باری تعالیٰ کے جابر ہونے سے بھاگے تھے اب ان پر باری تعالیٰ کے ایسے مجبور وغیر مختار ہونے کا اشکال لازم آ گیا کہ (نعوذ باللہ) وہ اس استعداد کے مقتضاء کے خلاف پر (بھی) قادر نہیں اور اس کی ایسی مثال ہوگئی کہ بارش سے بھاگے تھے اور پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ پس خوب تفکر اور تذکر و تدبر و تبصرے سے کام کرو اور اس تحقیق پر شکر کرو۔

قرض کے معاملہ میں جرأت اور حزم

۴۸۴- حدیث: اللہ تعالیٰ مدیون کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنا دین ادا کر دے جب تک کہ اس کا دین ایسی چیز کے لئے نہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ اصل ہے بعض اہل طریق کے معمول کی کہ امور خیر کیلئے قرض لینے میں باک نہیں کرتے اگرچہ وہ واجب نہ ہو اور بعض احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں سو پہلی جماعت وعید کو مکروہ شرعی پر محمول کرتے ہیں اور دوسری جماعت فضیلت کو ضرورت پر محمول کرتے ہیں اور ہر ایک کی جدا جہت ہے کہ وہ اس کی طرف رخ کئے ہے۔

دکھاوے کے لباس صوف کی مذمت

۴۸۵- حدیث: زمین اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتی ہے ان لوگوں سے جو صوف کا لباس ریاء سے پہنتے ہیں (کہ لوگ ان کو صوفی کہیں)

فائدہ: اس میں ریاکار صوفیوں کی مذمت ہے اور ایسے نمائشی لباس کے باب میں خوب کہا گیا ہے

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد
اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

اقتضاء وقت کا اتباع

۴۸۶- حدیث: بندہ اللہ سے حسن ادب حاصل کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس پر وسعت فرماتا ہے وہ بھی (دوسروں پر) وسعت کرتا ہے اور جب اس پر تنگی فرماتا ہے وہ بھی تنگی کرتا ہے (یہ نہیں کہ اپنی ایک وضع قرار دے کر اس کو نباہتا ہے اور اس میں تکلیف اٹھاتا ہے۔

فائدہ: اس میں اس شخص کی فضیلت ہے جو اقتضاء حال کے تابع رہتا ہے اور ایسے شخص کو ایک اصطلاح میں ابن الوقت کہا جاتا ہے اور دوسری اصطلاح میں خاص مغلوب الحال پر اطلاق کیا جاتا ہے اور ایسی رعایتیں صوفیہ میں کثرت سے ہیں اور ایسے ہی باب میں کہا گیا ہے

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرط طریق

کسی معین شخص کو وعظ کرنے کے آداب

۴۸۷- حدیث: تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی (مسلمان) کا آئینہ ہے پس جب اس میں کوئی گندگی کی بات (یعنی عیب دیکھے اس کو اس سے آئینہ کی طرح دور کردے

فائدہ: آئینہ کے ساتھ نسبت دینے میں کسی معین شخص کو نہی عن المنکر کرنے کا ادب بتلایا گیا ہے اس طور سے کہ خود اس کو تو اس کے عیب پر مطلع کردے اور دوسرے کو مطلع نہ کرے چنانچہ آئینہ کی بعینہ یہی شان ہوتی ہے۔

تکمیل دین کے اہتمام کا راز

۴۸۸- حدیث: اللہ کے دین کی نصرت وہی کرسکتا ہے جو اس دین کو اس کی تمام جوانب سے احاطہ کئے ہوئے ہو یعنی جس کے دین میں کچھ نقص ہوگا اگرچہ وہ نقص من وجہ ہی ہو اس کو دین الٰہی کی نصرت کی توفیق نہیں ہوتی اور یہ بیان ہے اصل عادت الہیہ کا پس یہ مضمون اس حدیث کے منافی نہ ہوگا جس میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کرا دیتا ہے کیونکہ یہ نادر ہے کسی عارض کی وجہ سے اور سنت مستمرہ نہیں ہے اور اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ اپنے متوسلین کے لئے خاص اہتمام کرتے ہیں کہ ان کا دین مکمل ہو جائے پس ان میں ذرا بھی کوئی بات دیکھتے ہیں جو کمال میں مخل ہو...... ہو وہ اس پر مواخذہ کرتے ہیں پس جاہل آدمی ان کو غلیظ شدید سمجھتا ہے اور حاشا وکلا جو وہ ایسے ہوں۔

عمل کے بغیر علم کی زیادتی نہیں

۴۸۹- حدیث: شیطان بعض اوقات تم سے علم میں بڑھ جاتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ کسی کو اپنے علم پر دھوکہ نہ کھانا چاہئے کیونکہ اصل چیز عمل ہے اور علم تو اس کا ایک مقدمہ ہے اور محض مقدمہ بدوں

مقصود کے کوئی چیز نہیں اور شیطان کا بعض اوقات علم میں سابق ہو جانا جیسا مدلول نقلی ہے (جیسا حدیث بالا سے ثابت ہوا) اسی طرح مدلول عقلی بھی ہے کیونکہ وہ علماء پر علوم ہی میں بکثرت تلبیس کرتا ہے جیسا بدعتی علماء میں اس کا مشاہدہ ہے اور کوئی شخص کسی کو کسی شے میں دھوکہ نہیں دے سکتا جب تک تلبیس کرنے والا اس شخص سے اس شی میں زیادہ علم (ومہارت) نہ رکھتا ہو جس پر تلبیس کرتا ہے۔

ہدیہ کو عذر سے رد کر دینا

۴۹۰- **حدیث**: فلاں شخص نے مجھ کو ہدیہ میں ایک ناقہ دی میں نے اس کے عوض میں چھ جوان اونٹ دیئے مگر وہ ناراض رہا میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ بجز قریشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کے کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی صحیح عذر سے ہدیہ کا رد کر دینا بھی جائز ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس واقعہ میں) اس پر عزم فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ فرماویں گے جو ہدیہ میں بدلہ چاہے اور قلیل بدلہ میں ناراض ہو اور ان قبائل کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ لوگ مکارم اخلاق اور شرافت نفس اور اصل کی پاکیزگی کے ساتھ موصوف ہیں اور یہ تخصیص حصر کے لئے نہیں اور ان قبائل کے علاوہ جو اور لوگ شرافت نفس کے ساتھ متصف ہوں وہ بھی ان ہی کے حکم میں ہیں پس اس حدیث میں اور دوسری جن حدیثوں میں دوسرے لوگوں سے ہدیہ قبول کرنا وارد ہے ان میں تعارض نہیں۔

لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں بخل کی مذمت

۴۹۱- **حدیث**: اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہوتے ہیں جن کو (خاص) نعمتوں کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے اور ان نعمتوں کو ان میں برقرار رکھتا ہے جب تک وہ اس کو صرف کرتے رہتے ہیں پھر جب وہ اس کو (مستحقین سے) روک لیتے ہیں تو ان سے لے کر دوسروں کی طرف منتقل فرما دیتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث ان لوگوں کی مذمت فرما رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دیئے

ہوئے فضل میں بخل کرتے ہیں خواہ وہ دی ہوئی چیز مال ہو یا علم ہو پھر وہ علم خواہ ظاہری ہو یا باطنی ہو اور یہ سمجھتے ہیں کہ کمالات گویا ان کی ملک ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں کہ جو کچھ ان کو دیا اس کو سلب کرے باقی کسی چیز کا اس کے غیر اہل سے روک لینا (اور اس کو نہ دینا) اس کو بخل سے کوئی مس نہیں (بلکہ یہ تو شرعاً مطلوب ہے)

کشف والہام خواہ صحیح ہوں مگر حجت نہیں

۴۹۲- **حدیث**: اللہ تعالیٰ کے بعضے ایسے بندے ہیں کہ وہ لوگوں (کی حالت) کو فراست سے پہچان لیتے ہیں حدیث میں جو توسم کا لفظ ہے عزیزی نے فراست سے تفسیر کی ہے اور حفنی نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کی باطنی حالت کو کشف والہام سے دریافت کر لیتے ہیں اور اس حدیث میں کہ اتقوا فراسة المومن فراست سے یہی مراد ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں دلیل ہے بعض الہام اور کشف کے صحیح ہونے کی اور بے شمار صلحا اور اولیاء سے اس کا ایسا ثبوت ہے کہ اس میں کسی تلبیس کی آمیزش نہیں لیکن باوجود اس (صحت) کے وہ حجت شرعیہ نہیں ہے اور اس کی نظیر احکام مشہورہ سے یہ ہے کہ جو شخص عید کا چاند ابر میں رمضان کی انتیس تاریخ کو دیکھ لے مگر قاضی کے یہاں بوجہ واحد ہونے کے شہادت قبول نہ ہو تو اس کا چاند دیکھنا اگرچہ واقع میں یقیناً بالکل صحیح اور التباس سے خالی ہو مگر حجت نہ ہوگی حتی کہ خود دیکھنے والے کے لئے بھی حجت نہ ہوگی چنانچہ اس پر واجب ہوگا کہ اگلے روز سب کے ساتھ روزہ رکھے پس صحیح ہونا حجت ہونے کو مستلزم نہیں پس تم تفریط سے بھی بچنا کہ ان کو حجت سمجھنے لگو جیسا بعض کو لغزش ہوگئی ہے کہ کشف والہام کی حجت کا حکم دیا لیکن صرف اپنے ہی لئے اور تم کو معلوم ہو چکا کہ اس میں حق کیا ہے۔ (یعنی اپنے لئے بھی حجت نہیں) اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس فرق پر تنبیہ کی ہو (صحت اور چیز ہے اور حجیت اور چیز ہے)۔

تنعم ولایت کی نفی نہیں کرتا

۴۹۳- **حدیث**: اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

انکو قتل سے محفوظ رکھتا ہے (یعنی ان پر کسی مخلوق کو مسلط نہیں فرماتا) اوران کی عمروں کو دراز فرماتا ہے اوران کو اچھا رزق دیتا ہے (اچھے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حلال دیتا ہے اور فراخی سے دیتا ہے) اوران کو عافیت میں زندہ رکھتا ہے اوران کی جان عافیت کے ساتھ ان کے بستروں پر قبض فرماتا ہے پھران کو شہداء کے مراتب عطا فرماتا ہے اور دوسری روایت میں یہ اور زیادہ کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر ایسے فتنے گذر جاتے ہیں کہ جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور وہ ان فتنوں سے بھی عافیت میں رہتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ بلاؤں کا مسلط ہونا لوازم مقبولیت سے نہیں جیسے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بزرگ ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ سخت بلا میں انبیاء ہوتے ہیں سوان دونوں میں وجہ تطبیق دو ہیں یا تو دوسری حدیث کو اکثری حالت پر محمول کیا جائے اور پہلی حالت کو اقل حالت پر (کہ اکثری حالت تو بلاء ہی کی ہے لیکن بعض کے لئے ایسا نہیں ہوتا) اور یا دوسری حدیث میں بلاء سے مراد عام لی جائے خواہ بلاء معنوی ہو یا حسی ہو (تو اس سے کوئی خالی نہیں) اور پہلی حدیث کو بلاء حسی پر محمول کیا جائے کہ اس سے بہت بندے خالی ہوتے ہیں گو باطنی بلاء یعنی مجاہدہ وفکر وحزن میں مبتلا ہوتے ہیں چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی حالت ثابت ہوئی ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تنعم میں زندہ رہے اور کامل راحت میں وفات فرمائی اور بعض طرح طرح کے تکالیف اور امراض میں زندہ رہے اور غربت اور کربت میں وفات فرمائی اور یہ سب حالتیں رحمت وحکمت ہیں (کسی حالت میں رحمت ظاہر ہے کسی میں خفی اور حکمت سب حالات میں ہے)۔

فائدہ: وجہ جمع کے سوچتے ہوئے مثنوی کی طرف رجوع کیا دفتر سوم کے ختم کے قریب یہ اشعار نکلے۔

گاہ گفتے کایں بلائے بے دوست — گاہ گفتے کایں حیات جان ماست
گاہ فریادش بگر دوں بر شدے — گہ خیال دلبرش ہمدم بدے الخ

جس سے تائید ہوتی ہے جمع کے وجہ ثانی کی کہ بلاء عام ہے۔ یہ شخص صاحب حکایت ظاہراً ابلاء میں تھا اور باطناً لطف ولذت میں تھا فقط

آنے والے کا استقبال

۴۹۴- حدیث: مسلمان کا حق ہے جب اس کو اس کا بھائی مسلمان (اپنے پاس آتا ہوا) دیکھے تو اس کے لئے (اس طرح) حرکت کرے (جس سے وہ سمجھے کہ میرے آنے سے اس کو نشاط ہوا ہے اور میرے بیٹھنے کی جگہ کا اہتمام کرتا ہے۔

فائدہ: اور یہ صوفیہ کے گویا اخلاق لازمہ سے ہے جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے (جس سے اس قوم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ مطلوبات شرعیہ ان کے عادات طبعیہ ہو گئے ہیں)

طریقت میں داخل ہونیوالے کو لقب دینا

۴۹۵- حدیث: ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

۴۹۶- حدیث: ہر امت کا ایک حکیم ہے اور اس امت کے حکیم ابوالدرداء ہیں۔

فائدہ: دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں کہ کسی کو کوئی اچھا لقب دے دینا مستحسن ہے بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو اور بعض مشائخ کے معمولات میں اس کا مشاہدہ ہوا ہے (کہ اپنے سلسلہ میں داخل ہونے والوں کو کوئی خاص جدید لقب دیتے ہیں مگر اہلیت شرط ہے)

تربیتی مصلحت کے لئے تعریض

۴۹۷- حدیث: اور اس حدیث کی شرح کا لقب یہ ہے التحریض علی صالح التعریض جو شخص اپنی دی ہوئی چیز کو واپس طلب کرے اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اول کھاتا ہے یہاں تک کہ جب پیٹ بھر جاتا ہے قے کر دیتا ہے پھر اس قے کو چاٹتا ہے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک تنفیر پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر جیسا ہدایہ میں ہے پھر یہ تنفیر بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی ہے جیسا درمختار میں ہے اور غیر حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث تحریم

کے لئے ہے اور حدیث اپنے ظاہر الفاظ سے تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ قے کا چاٹنا حرام ہے لیکن جب اس قے کے چاٹنے والے کی طرف نظر کی جائے کہ کتا ہے تو پھر حدیث عدم تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کتے کا فعل تحریم کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا (یہ تو اختلاف مذاہب کا بیان تھا۔ آگے اس حدیث سے ایک مسئلہ تصوف کے استنباط کا ذکر ہے اور (وہ یہ ہے کہ) حنفیہ کی تفسیر پر یہ حدیث ایک ضروری عملی مسئلہ پر دال ہے جس کو صوفیہ محققین اپنے اپنے متعلقین کی تربیت میں استعمال میں لاتے ہیں اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات بعض اوقات اپنے متعلقین کے خطاب میں ایسی عبارت کے ساتھ تکلم کرتے ہیں کہ وہ موضوع تو ایک حقیقت کے لئے ہے لیکن موہم دوسری حقیقت کے لئے ہے جو اس عبارت کا مدلول نہیں اور (اس عبارت کے تکلم کے وقت) مقصود ان کا مخاطب ہی کی مصلحت کے لئے اس کے ذہن کو اس دوسری حقیقت (غیر مدلولہ) کی طرف منتقل کرنا ہوتا ہے اور اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مصلحت ایسی ہو کہ اگر اس کے ظاہری طریق سے بھی حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے تو متکلم کے لئے جائز ہو لیکن یہ ظاہری طریق اس مخاطب پر دشوار تھا اور یہ طریق موہم اس پر سہل تھا اور اس مسئلہ کی مثالوں میں سے ایک مثال میرے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک جواب ہے جو بعض ذاکرین کو دیا تھا جس نے ان سے ذکر پر مداومت نہ کر سکنے کی شکایت کی تھی اور انہوں نے اس ذاکر میں ذکر پر مداومت کرنے سے عجز کے آثار محسوس فرمائے اور یہ بھی محسوس کیا کہ یہ عمل غیر دائم پر راضی نہ ہوگا اور یہ بھی محسوس کیا کہ اگر اس کو دوام میسر نہ ہوا تو عمل کو بالکلیہ ترک کر دے گا پس انہوں نے اس کو یہ جواب دیا کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی اس کا ترک کر دینا یہ بھی ایک نوع کی مداومت ہے کیونکہ یہ مجموعہ عمل و ترک پر مداومت ہے تو اس جواب سے اس شخص کو ایک طرح کا نشاط پیدا ہو گیا اور اس نے بالکلیہ عمل کو ترک نہیں کیا پھر اس نشاط اور اس عمل (غیر دائمی) کی برکت سے اس کو مداومت مطلوبہ حاصل ہو گئی پس مولانا کے اس ارشاد سے کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی ترک کر دینا یہ بھی ایک قسم کی مداومت

ہے مخاطب کے خیال میں یہ بات آ گئی کہ یہ مداومت بھی مداومت مطلوبہ ہے اور مولانا کی یہ مراد نہ تھی کیونکہ مداومت مطلوبہ تو وہی ہے کہ جس کے ساتھ بجز شاذ نادر کے ترک کبھی نہ ہو سو اگر مولانا یہ جواب دیتے کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی ترک کر دینا اگر چہ مداومت نہیں ہے لیکن بالکلیہ ترک مناسب نہیں اور یہی انشاء اللہ تعالیٰ سبب ہو جائے گا مداومت مطلوبہ کا تو اس مخاطب کو اس جواب پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا پس اس مصلحت کے لئے اس طریق کو اختیار کیا اور اس سے اس پر عمل سہل ہو گیا۔ پھر اس کو مداومت کی توفیق ہو گئی اور اس حدیث کی دلالت اس مسئلہ پر حنفیہ کے مسلک پر ظاہر ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اس کی مثال کتے کی سی ہے جو اپنی قے میں عود کرتا ہے مخاطب میں حرمت کے خیال کو پیدا کرتا ہے اور حضور کی مراد صرف تنفیر ہے سو اگر آپ عدم تحریم کی تصریح فرما دیتے تو ترک عود فی الھبہ دشوار ہوتا (نفس میں بار بار یہی داعیہ پیدا ہوتا کہ حرام تو ہے ہی نہیں پھر نفع کیوں چھوڑیں) اور جب عدم تحریم کی تصریح نہیں فرمائی تو اب ترک عود سہل ہو گیا (کیونکہ نفس کو مایوسی ہو گئی کہ اب اس کی گنجائش نہیں رہی) باقی اس شرط کا تحقق جس کا ذکر میرے اس قول میں تھا کہ اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مصلحت ایسی ہو کہ اگر اس کو اس کے ظاہری طریق سے بھی حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے تو متکلم کے لئے جائز ہو الخ سو اس شرط کے تحقق کا بیان یہ ہے کہ اگر باوجود اس عود کے مباح فی نفسہ ہونے کے بھی بدوں اس تمثیل کے اس عود سے منع فرما دیتے تو آپ کو اس کا حق تھا جیسا یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی بات کا حکم کریں تو پھر بھی ان کو اس بات میں اختیار باقی رہے (گو وہ امر فی نفسہ محل اختیار تھا مگر اب حتمی حکم کے بعد محل اختیار باقی نہیں رہا) چنانچہ حضرت زینب کا زید کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار فی نفسہ مباح تھا لیکن جب حضور اقدس نے نکاح کا حکم فرما دیا اور انکار سے منع فرما دیا تو زینب پر اس مباح میں آپ کی اطاعت واجب ہو گئی اور یہ (وجوب اطاعت) ایک امر جزئی میں تھا باقی ایسے مباح کا کسی حکم کلی میں

واجب ہو جانا (یعنی خود آپ کے ذاتی حکم کا تشریع عام بن جانا) سو بعض علماء کے قول پر آپ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہوتا ہے جو آپ نے اس شخص سے فرمایا تھا جس نے حج کے باب میں پوچھا تھا کہ کیا ہر سال میں حج واجب ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو پھر ہر سال کے لئے واجب ہو جاتا (ماخوذ ہونے کی تقریر یہ ہے کہ) نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذہب صحیح کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام میں اجتہاد فرمانے کا اختیار تھا اور آپ کے حکم میں یہ شرط نہیں کہ وہ وحی ہی سے ہو اھ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے مبارک سے کسی مباح کے واجب فرما دینے کا یا کسی مباح کے حرام فرما دینے کا حق تھا (اس لئے اس سائل کے سوال کے وقت اگر یہی رائے ہو جاتی کہ ہر سال کے لئے واجب کر دینا چاہئے تا کہ سب کو بصیرت حاصل ہو کہ بے ضرورت سوال کرنا مضر ہے تو اس رائے پر عمل کرنا آپ کو جائز تھا) پھر اس حکم اجتہادی کا باقی رہنا یا منسوخ ہو جانا سو یہ دوسری بات ہے اور شوکانی نے (نیل الاوطار میں) باب وجوب حج میں اسی ارشاد مذکور کے تحت میں (کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا) یہ کہا ہے کہ اس (ارشاد) سے اس پر استدلال کیا گیا ہے (یعنی بعض علماء نے استدلال کیا ہے) کہ آپ کو احکام کے شروع کر دینے کا بھی اختیار مفوض کیا گیا ہے اور اس میں اختلاف بھی ہے جو اصول میں بسط کے ساتھ مذکور ہے اھ اور یہ قول اس مضمون پر دلالت کرنے میں اور زیادہ قوی ہے جو ہم نے کہا ہے کہ آپ کو حکم عام کی تشریع بھی جائز ہے پس وہ شرط مذکور بھی بوجہ اتم واوضح متحقق ہو گئی اور (گو علماء کا اس اختیار تشریع عام میں اختلاف ہے مگر) ایسے امور میں اختلاف مضر نہیں (کیونکہ اثر اختلاف کا دلیل کا ظنی ہو جانا ہے اور جس مسئلہ تصوفیہ کو ہم مستنبط کر رہے ہیں عمل کے لئے اس کا بھی ظنی ہونا کافی ہے) پھر اگر اختلاف مضر بھی ہو تو دلیل خاص کو مضر ہو گا اور غایت اس ضرر کی یہ ہو گی کہ وہ دلیل خاص منتفی ہو جائے گی اور دلیل خاص کا انتفاء مدلول کے انتفاء کو مستلزم نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ دوسری دلیل سے ثابت ہو جائے جیسے یہاں مسلم

کی حدیث ہے جو عنقریب آتی ہے اور وہ ہمارے مقصود سے زیادہ چسپاں ہے کیونکہ ہمارا مقصود واصلاح خاص کے طریق پر استدلال کرنا ہے نہ کہ تشریع عام پر اور اس کے لئے مسلم کی حدیث (آئندہ) کافی ہے جیسا عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا اور وہ وہ حدیث ہے جو میرے قول آئندہ میں ہے (یعنی یہ سب بیان تھا اس مسئلہ کو حدیث متن سے ثابت کرنے کا) اور اس باب میں ایک دوسری حدیث بھی ہے جو دلالت میں حدیث متن سے زیادہ صریح ہے اور وہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت وائل سے اس قصہ میں مذکور ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ولی مقتول کو قصاص لینے کا اختیار عطا فرمادیا اور جب وہ وہاں سے چلا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اس کو قتل کردے گا تو یہ بھی اسی (قاتل اول) کے مثل ہو جائے گا اور مسلم ہی کی دوسری روایت میں وائل سے آپ کا یہ ارشاد ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں اھ آپ کا مقصود کسی مصلحت سے قصاص معاف کردینے کی درخواست تھی جس کی متعدد وجوہ ہو سکتی ہیں اور یہ مقصود معافی کا ایسا ہے کہ اگر آپ اس ولی مقتول کو اس کا صریح حکم فرماتے تو اس پر واجب ہو جاتا لیکن آپ نے صریح الفاظ سے حکم نہیں دیا تاکہ اگر وہ امتثال امر کا نہ کرے تو گنہگار نہ ہو پس آپ نے تعریض (واشارہ) کے طور سے ایسی بات فرمادی کہ اس سے مخاطب ایسا مضمون سمجھا جو آپ کی مراد نہ تھی کیونکہ آپ کی مراد (پہلے ارشاد میں) مطلق مماثلت فی الفعل تھی نہ فی الحکم (یعنی یہ مطلب تھا کہ دونوں نفس فعل قتل میں یکساں ہو جائیں گے کہ جیسا اصل مجرم قاتل تھا اسی طرح ولی مقتول بھی قاتل ہو جائے گا گو حکم دونوں قتل کا جدا جدا ہے کہ مجرم کا فعل حرام تھا اور ولی مقتول کا فعل جائز ہے (اور اسی طرح (دوسرے ارشاد میں) آپ کی مراد بعض قاتل کا نار میں داخل ہونا ہے (یعنی جو ظلماً قتل کرے) نہ خاص اس قاتل کا جو ظالم کو قصاص میں قتل کر رہا ہے اور اس حدیث سے جو میں نے اس مسئلہ تصوفیہ پر استدلال کیا ہے اس کی تائید نووی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حدیث کی شرح میں کہا ہے اگرچہ ان کا قول مجمل ہے اور میرا قول مفصل ہے (اور اس تائید کے نقل کرنے

سے یہ فائدہ ہے کہ اکثر طبائع کو علماء ظاہر کے اقوال سے زیادہ قناعت ہوتی ہے اور صوفیہ کو مخترع سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اس حدیث کے جزوعفو کے متعلق اور حدیث آئندہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے متعلق بھی علماء ظاہر کے اقوال نقل کروں گا) اور نووی کے قول کی عبارت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ایسے الفاظ سے فرمایا جس میں آپ صادق ہیں اور اس میں جو ایہام ہے وہ ایک مقصود صحیح کے لئے ہے اور وہ مقصود یہ ہے کہ ولی قتیل (اس کہنے سے ڈر جاوے گا اور معاف کر دے گا اور یہ معاف کر دینا ولی مقتول کی بھی اور اصل مقتول کی بھی دینی مصلحت ہے ولی کی مصلحت تو ثواب ہے عفو کا اور اصل مقتول کی مصلحت اس کے اجر کا بڑھ جانا ہے کیونکہ جس مظلوم کا انتقام نہ لیا جائے اس کا اجر بڑھ جاتا ہے) اور اس میں مجرم کی بھی مصلحت ہے کہ قتل سے اس کی رہائی ہے پس جب کہ عفو (سراسر) مصلحت تھی آپ نے تعریض سے اس تک رسائی حاصل کی اور ضمری وغیرہ نے جو ہماری جماعت کے اور دوسری جماعت کے بھی علماء ہیں یہ کہا ہے کہ مفتی جب تعریض میں مستفتی کی مصلحت دیکھے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ ایسی تعریض کر دے جس سے مقصود حاصل ہو جائے اور اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ اس (تعریضی قول) میں سچا ہو آگے مثال دی ہے کہ جیسے کوئی شخص روزہ میں غیبت کرنے کے متعلق پوچھے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور مفتی یہ کہہ دے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (پس نووی کی اس نقل سے میرے استدلال کی تائید ہوگئی) اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر آپ عفو کا صریح امر فرماتے تو ولی مقتول پر معاف کر دینا واجب ہو جاتا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو امام مسلم نے اسماعیل بن سالم سے جو اس حدیث کے راوی ہیں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا (کہ ولی مقتول کی نسبت فی النار کیسے فرمایا انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے ابن اشوع نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عفو کی درخواست کی تھی اس نے انکار کر دیا (اس لئے آپ نے ایسا فرمایا اس لئے کہ اس صورت میں وہ

تارک واجب ہوا جو مستحق وعید ہوتا ہے) میں کہتا ہوں شاید مراد ابن اشوع کی ایک ایسے احتمال کا پیدا کرنا ہے جس سے قتل کرنے پر دخول نار کا حکم صحیح ہو جائے (کیونکہ ابن) اشوع نے کوئی سند بیان نہیں کی) سو (اس جواب سے) اتنا تو معلوم ہو گیا کہ اگر آپ اس کو (عفو کا) حکم فرما دیتے تو اس پر آپ کے حکم کا امتثال واجب ہو جاتا پس ہمارے سب دعوے علمائے ظاہر کے اقوال سے بھی ثابت ہو گئے اور اس قاعدہ مذکورہ سے سب اشکالات بھی مرتفع ہو جاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر واقع ہوتے ہیں جو آپ نے عبداللہ بن ابی (منافق) کے باب میں فرمایا ہے جس وقت آپؐ اس کے جنازے کی نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ آپ عبداللہ بن ابی پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن یوں کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (مجھ کو صریح نہی نہیں فرمائی بلکہ) مجھ کو (استغفر لھم او لا تستغفر لھم میں) اختیار دیا ہے سو میں نے استغفار کو اختیار کر لیا اور ایک روایت میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے ستر پر عدم مغفرت کی خبر دی ہے) میں ستر سے بڑھا دوں گا اور اشکال اس میں دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کا ارشاد (استغفر لھم او لا تستغفر لھم) تسویہ کے لئے ہے تخیر کے لئے نہیں اور دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سبعین مرۃ) مبالغہ پر محمول ہے (نہ کہ تحدید پر) پس اس عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں اور ان دونوں اشکالوں کے جواب میں علماء قدیماً و حدیثاً متحیر رہے ہیں اور سب سے سہل وجہ حدیث میں جیسا کہ قاعدہ مذکور کی بنا پر مولانا محمد یعقوب صاحب نے ارشاد فرمایا ہے یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محض الفاظ سے بدوں التفات معانی کے تمسک فرمانے کا قصد فرمایا جیسا کہ آپ نے ہبہ اور قصاص کی گزشتہ حدیثوں میں اس کا قصد فرمایا کہ مخاطب محض الفاظ سے تمسک کرے اور اس طرف التفات نہ کرے کہ ان الفاظ سے مراد کیا ہے اور فعل (یعنی اس پر نماز جنازہ پڑھنا) فی نفسہ جائز تھا کیونکہ نماز و استغفار سے نہی صریح وارد نہ ہوئی تھی اگرچہ یہ نماز و استغفار فی حد ذاتہ اصل سے فعل غیر مفید تھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس میں کچھ حکمتوں کی بھی رعایت فرمائی تھی اس لئے وہ فعل عبث بھی نہ رہا اور شاید حکمت وہ ہو جس کو حاشیہ بخاری میں مختلف کتابوں سے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ (جواب میں فرمایا) اس سے امت پر غایت رحمت وشفقت کے اظہار کو خیال میں ڈال دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا قمیص اور میری نماز اس کو کیا نافع ہوسکتی ہے واللہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے جب دیکھا کہ اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا تبرک عطا ہوا ہے اور ان روایتوں کو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھا لیکن یہ روایتیں اس احتمال سے تو گری ہوئی نہیں کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حکمتوں کا قصد فرمایا ہو جن میں ایک حکمت وہ بھی ہے جو میرے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب نے بیان فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل سے اس کو ظاہر فرما دیا کہ اگر کسی میں ایمان نہ ہو تو اس کو تبرکات بالکل کام نہیں دیتے (اس شخص کے برابر کس کو تبرکات نصیب ہوسکتے ہیں مگر منافق ہونے کی وجہ سے پھر بھی نار کے درک اسفل کا مستحق رہا اور پہلی حکمتیں غیر مسلمین کے اعتبار سے تھیں کہ ان کا تالیف قلب کرنا مقصود تھا اور یہ اخیر کی حکمت مسلمین کے اعتبار سے ہے کہ ان کو مسئلہ کی تعلیم کرنا مقصود ہے) واللہ اعلم

اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تقریر کو التحریض علی صالح التعریض سے ملقب کروں۔ یوم الخمیس ۱۲ ربیع الاول ۵۰ھ

نظامت اور تجمل غیر کے اکرام اور غیرت مندی کے لئے

۴۹۸- حدیث: (آپ نے صحابہ سے کسی ایسے موقع پر کہ وہ کہیں پہنچنے والے تھے ارشاد فرمایا کہ) تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو سو اپنا سامان درست کرلو اور اپنا لباس درست کرلو یہاں تک کہ عام لوگوں میں تم ایسے ہو جاؤ جیسے بدن میں کوئی ممتاز نشان ہوتا ہے (جیسے تل) کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے کو اور نہ بے شرم بننے کو پسند فرماتا ہے (اور

سامان ولباس کو درست نہ کرنا مشابہ بے حیائی کے ہے کہ ذلت سے شرماتا نہیں کذاذکر العزیزی بقولہ ای وعدم اصلاح ماذکر شبہ الفحش اھ اور ذلیل ہونا بلاوجہ یہ بھی مذموم ہے حدیث میں لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ)

فائدہ: حدیث اس پر دال ہے کہ جس قدر (سہولت سے) ممکن ہو اپنی ہیئت کو درست رکھے اور نظافت کا خیال رکھے اور اس میں دو پہلو ہیں ایک یہ کہ یہ خود مقصود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نظافت والے ہیں نظافت کو محبوب رکھتے ہیں اور جمال والے ہیں اور جمال کو محبوب رکھتے ہیں اور دوسرا پہلو اس شخص کا اکرام ہے جس کے پاس یہ جارہا ہے (کہ میلا کچیلا کسی کے پاس جانے کے گویا یہ معنی ہیں کہ ہمارے قلب میں اس کی کوئی وقعت نہیں جس کی وجہ سے کوئی اہتمام کیا جاتا) اور حدیث میں دونوں امر کی طرف اشارہ ہے۔ امر اول کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو اور غرض ثانی میں بہ نسبت غرض اول کے کسی قدر زیادتی بھی جائز ہے) لیکن اگر یہ زینت وتجمل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز وفخر وہ مذموم ہے بہت سی نصوص اس کی دلیل ہیں۔

اور اسی سبب سے حفنی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زینت وجمال سے اس کو عجب وتکبر پیدا ہو جائے گا تو پھر زینت وتجمل کو ترک کردے اور غیر مزین وغیر جمیل لباس پہن کر اس کا علاج کرے یہاں تک کہ اس کو مہذب کرے۔ اھ

اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہاں تک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاؤ اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جائے اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اس پر ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی علت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہوگئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی (ضروری) اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

احوال میں بعض نقص کی حکمت

۴۹۹- حدیث: (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر یہ امید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا۔

فائدہ: اس میں بعض کونیات مباحہ کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتاً تو مرجوح ہیں (کیونکہ ذاتاً تو موت کی یاد مطلوب ہے) اور اثر کے اعتبار سے راجح ہیں (یعنی بعض اوقات عام طبائع کے اعتبار سے استحضار موت پر اس کو ترجیح ہو جاتی ہے چنانچہ اگر موت ہر وقت یاد رہے تو عام لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہو جائیں اور عام طبائع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ کاملین منتہین اس پر قادر ہیں کہ ضروریات معاش و استحضار موت دونوں کو جمع کر لیں) اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص ہونے سے مغموم ہوتا ہے (مثلاً اس سے غمزدہ ہوا کہ موت کی یاد میں کمی پائی اس وقت اس کی تسلی) اس طور سے (کی جاتی ہے) کہ اس نقص کی حکمت بیان کر دی جاتی ہے جس پر بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے (جب تک اس کا بدل نہ ہو) اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت اگانے کے مضمون میں اشارہ ہے واجب علی الکفایہ ہے اور امل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اس سے طول امل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل امل کی مدح اس کے منافی نہیں کہ اس کی تطویل کی مذمت آئی ہے یعنی اس میں منہمک ہو جانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

اعمال ظاہری کی خرابی کا عذر

۵۰۰- حدیث: اعمال کی مثال مثل برتن (میں رکھی ہوئی چیز) کے ہے جب اس کے نیچے کا حصہ اچھا ہو گا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہو گا اور جب نیچے کا حصہ خراب ہو گا تو اوپر کا حصہ بھی خراب ہو گا (کیونکہ تعلق اتصال کے سبب ضرور اثر پہنچتا ہے مثلاً گھی میں میل ہو گو نیچے بیٹھ جائے مگر ادنیٰ حرکت سے اوپر بھی اس کا ظہور ہو گا اسی طرح اگر باطن اچھا ہے تو اس کا اثر اعمال میں بھی ظاہر ہو گا اسی طرح اگر برا ہے)۔

فائدہ: اس میں رد ہے جاہل صوفی پر جو یوں کہتا ہے کہ باطن کا درست ہونا کافی ہے گو ظاہر خراب ہو تو حدیث نے یہ بات بتلا دی کہ باطن کی درستی سے ظاہر کی درستی مفارق نہیں ہو سکتی اور یہ بات کیسے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایک شخص کسی سے دل سے تو محبت کرتا ہے پھر زبان سے اس کو گالیاں دیتا ہے اور ہاتھ سے اس کو مارتا ہے سو جو شخص نماز عمداً ترک کرتا ہو یا شراب پیتا ہو یا شریعت کی بے قدری کرتا ہو۔ یہ بات (عادتاً) محال ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت ہو اسی بارہ میں حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اگر انار خرید و کھلا ہوا خرید و جس کا کھلنا اس کے دانوں کی حالت بتلاتا ہو۔ اور منحوس کھلنا لالہ کا کھلنا ہے۔ جس کے کھلنے سے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی مولانا کا مطلب یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ اچھے ہوں یا برے وہ علامات ہیں باطن کے اچھے یا برے ہونے کی اور اس مسئلہ کے فروغ میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شیخ کو دیکھو کو اس کا ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اپنے کو اس سے بچانا اور سمجھ لینا کہ اس کا باطن اگر درست ہوتا تو ظاہر بھی درست ہوتا)۔

نماز میں کمال کیلئے لزوم استغراق نہیں

۵۰۱- حدیث: میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور یہ ارادہ ہوتا ہے کہ نماز طویل پڑھوں گا پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کیونکہ جانتا ہوں کہ اس کی ماں اس کے رونے سے پریشان ہو گی۔

فائدہ: اس میں اس کی تصریح ہے کہ استغراق کمال نماز کے لوازم سے نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے کامل ہونے میں کوئی شک نہیں اور باوجود اس کے آپ آواز سنتے تھے حالانکہ استغراق میں ایسی آواز مسموع نہیں ہوتی۔

ولایت کی بعض علامتیں

۵۰۲- حدیث: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آ جائے۔

فائدہ: اس حدیث میں ایک علامت اولیاء کی مذکور ہے اور اولیاء میں اس

کا مشاہدہ ہوتا ہے (کہ ان کی صحبت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے) اور ان کی اور علامات بھی ہیں سب کے مجموعہ سے ان کی ولایت پر اور اس پر کہ یہ استفادہ کے لائق ہیں استدلال کیا جاتا ہے۔

دین میں غلو کے نقصانات

۵۰۳- حدیث: دین میں غلو کرنے سے بچو پہلے لوگ دین میں غلو کرنے ہی سے ہلاک ہوئے۔

فائدہ: اس میں وہی مسلک ہے جس پر محققین ہیں کہ تمام عبادات و عادات میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں اور اسی پر دوام کی بھی امید ہو سکتی ہے جو دین میں مطلوب ہے باقی غلو سے ملال اور کلال پیدا ہوتا ہے اور اس سے کبھی ترک عمل کی نوبت آ جاتی ہے سو غلو فی الحال تو عمل کی تکثیر ہے اور فی المآل عمل کی تقلیل ہے اور یہی معنی ہے خیر الامور اوساطہا کے اور کنوز الحقائق میں بعینہ حدیث اسی لفظ سے وارد ہوئی ہے۔

عمل کی اہمیت علم سے زیادہ ہے

۵۰۴- حدیث: اے امت میں تمہارے متعلق ان چیزوں سے زیادہ اندیشہ نہیں کرتا جس کا تم کو علم نہیں (کیونکہ علم کی کمی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہے وہ بے باکی کی دلیل نہیں۔ اس لئے جرم خفیف ہے) لیکن یہ دیکھو کہ جن چیزوں کا تم کو علم ہے ان میں کیسا عمل کرتے ہو۔

فائدہ: اس میں وہی طریق ہے جس پر صوفیہ ہیں کہ عمل کا اہتمام علم کے اہتمام سے زیادہ کرتے ہیں۔

اعمال کے ذریعہ رذائل کا علاج

۵۰۵- حدیث: تقدیر پر ایمان رکھنا سب افکار و غموم کو دور کر دیتا ہے۔

فائدہ: اس میں تدابیرات شرعیہ سے (جن میں ایمان بالقدر بھی داخل ہے۔ امراض نفسانیہ کا (جن میں ہم و حزن بھی داخل ہے) علاج ہے اور یہ صوفیہ میں منجملہ

عادات شائعہ کے ہے (کہ اپنے متعلقین کو خاص خاص رذائل کے معالجہ کے لئے خاص خاص مناسب اعمال بتلاتے ہیں) اور ایمان بالقدر پر اور اعمال کو اور ہم وحزن پر دوسری نفسانی خرابیوں کو قیاس کیا جائے گا۔

حصہ چہارم

بعد الحمد والصلوٰۃ اب تک رسالہ تشرف (باوجودیکہ مقامی مصلحت افادہ عام کی مقتضی اس کو تھی کہ اردو میں ہوتا مگر) عربی عبارت میں رہا جس کا اصل سبب داعی یہ تھا کہ اس کے حصہ اول ودوم کی اکثر احادیث کی تخریج عراقی ومقاصد حسنہ سے نقل کی گئی ہے تو برکت کے لئے ان کی عبارت کو نہیں بدلا اور اس کے بعد تقریر مسئلہ کے متعلق جو اپنی عبارت ہوتی تھی اس کو بھی اس کے تابع رکھا گیا اور افادہ عامہ کی مصلحت اردو ترجمہ سے پوری کردی گئی پھر حصہ سوم اس کی موافقت میں استصحاب کے طور پر شروع ہو گیا۔ مگر اب صرف الف کے اختتام کے ایک مدت کے بعد دفعۃً یہ بات خیال میں آئی کہ داعی تو رہا نہیں اور بلا ضرورت کام مضاعف کرنا پڑتا ہے اگر اصل اردو ہی میں لکھی جائے تو بجائے کام مضاعف کرنے کے نفع مضاعف ہو جائے کیونکہ ناظرین کو جتنے اوراق میں ایک خاص مقدار مضامین کی دستیاب ہوتی ہے اتنے اوراق ہیں اس سے دونی مقدار سے مستفید ہو سکیں گے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ یہاں سے یعنی جامع الصغیر وکنوز الحقائق کے حرف باء سے اس کو اردو میں کر دیا جائے البتہ اصل حدیث عربی میں مع اپنے التزامات قدیمہ کے ہوگی جس کے ساتھ ترجمہ بھی ہوگا پس یہ اپنے طرز میں حقیقۃ الطریقہ کے طرز پر ہو جائے گا اور اسی تغیر کے سبب امتیاز کے لئے یہاں حصہ چہارم کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے اور چونکہ ترجمہ کی مصلحت خود اصل سے حاصل ہو جائے گی اس لئے رسالہ تکمیل التصرف کو کہ ترجمہ کا لقب تھا ختم کیا جاتا ہے پس حصہ آئندہ کا عنوان تشرف بدوں تکمیل التصرف ہے اللہ تعالیٰ کام اور نفع میں مدد فرمائے۔

اشرف علی

شروع عشرہ اخیر ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

حرف الباء

شہرت مبتدی کیلئے مضر ہے نہ کہ منتہی کیلئے

۵۰۶- حدیث: آدمی کے لئے یہ خرابی کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا کے بارہ میں انگلی سے اشارہ کیا جائے (یعنی اس کو شہرت ہو جائے) مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے (کہ باوجود شہرت کے بھی اس کے فتنہ سے محفوظ رہے)۔

فائدہ: حدیث سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ شہرت موجب فتنہ ہے خواہ کسی دنیوی کمال میں ہو یا دینی کمال میں کیونکہ اس سے عجب میں مبتلا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے ۔دوسرے یہ کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہوتی ہے اس میں یہ اثر عجب وغیرہ کا نہیں پیدا ہوتا اور ایسا شخص اصطلاح قوم میں منتہی اور کامل کہلاتا ہے چنانچہ عزیزی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس کو ایسا ملکہ عطا ہو جائے جس کی وجہ سے اپنے نفس کو مغلوب رکھنے پر قادر ہو جا ئے پس شیطان اسکو از جا رفتہ نہ کر سکے اور خود بینی میں مبتلا نہ ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ شان منتہی کی ہوتی ہے پس اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ مبتدی کو اسباب شہرت سے بھی بچنا ضروری ہے دوسرے یہ کہ منتہی پر شبہ نہ کیا جائے اور ایسے شخص کو جو معصوم فرمایا گیا یہ لغت کی بنا پر ہے ورنہ اصطلاحی معنی میں اس کو معصوم کہنا جائز نہیں محفوظ کہا جاتا ہے۔

مدارات

۵۰۷- حدیث: میں صفت مداراۃ کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ نے جب مجھ کو مبعوث فرمایا تو مداراۃ کی خصلت عطا فرمائی تا کہ بعثت کے مقاصد میں معین ہو کیونکہ اس سے مخالف کی مخالفت ضعیف ہو جاتی ہے جس سے مزاحمت کم ہو جاتی ہے)۔

فائدہ: اکثر مداراۃ اور مداہنت میں اشتباہ ہو جاتا ہے اول محمود ہے ثانی مذموم ہے اس لئے دونوں کی حقیقت سمجھنا چاہئے سو مداراۃ کا حاصل اہل جہل کے ساتھ نرمی کرنا تا کہ وہ دین کی طرف آجائیں اور اہل شر کے ساتھ نرمی کرنا تا کہ ان کے شر سے حفاظت رہے اور یہ دونوں امر مطلوب ہیں اول تو خود دین میں مقصود ہے ثانی مقصود میں

معین ہے کیونکہ کسی شریر کی ایذا میں مبتلا ہو جانے سے احیاناً طاعت میں بھی اور اکثر تبلیغ میں بھی خلل پڑ جاتا ہے اور مداہنت بد دینوں کے ساتھ نرمی کرنا تا کہ ان سے مال یا جاہ کا نفع حاصل کرے اور مداراۃ حضرات صوفیہ کے خاص اخلاق میں سے ہے۔

۵۰۸- حدیث: ترک زینت ایمان (کے شعبوں میں) سے ہے۔

فائدہ: وجہ ظاہر ہے کہ مومن کی تمام تر توجہ آخرت کی طرف رہتی ہے تو اس کو تزیین کی طرف کب توجہ ہوگی اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مراد اس زینت کا ترک ہے جس میں توجہ اور وقت صرف کیا جائے اگر بدوں خاص اہتمام کے زینت کا سامان عطا ہو جائے تو وہ زینت مذموم نہیں بلکہ اس سے اعراض کرنا اظہار ہے زہد کا جو ایک قسم کی ریاء ہے خصوص جب ترک زینت میں خاص اہتمام کرنا پڑے جو مخل ہو جائے توجہ الی الآخرت میں تو جس طرح علت زینت مذموم ہوئی تھی وہ علت چوں کہ ترک زینت میں بھی متحقق ہو گئی اس لئے اب اس طرح کی ترک زینت مذموم ہو جائے گی جس کی طرف حضرت عارف شیرازیؒ اشارہ فرماتے ہیں۔

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد　　　　اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

مگر چونکہ اکثر عادۃً زینت محتاج اہتمام ہوتی ہے ترک زینت محتاج اہتمام نہیں ہوتی اس لئے ترک زینت کی مدح فرمائی گئی اور ایسی ترک زینت ممدوحہ صوفیہ کی اصل وضع ہے باقی کسی حالت کے اقتضاء سے زینت اختیار کر لینا اس کے منافی نہیں۔

نو وارد کو مانوس کرنا

۵۰۹- حدیث: نئے آنے والے کو (اجنبیت کے سبب ایک قسم کی) حیرت زدگی (یعنی بدحواسی ہوتی ہے (اس لئے بعض ضروری باتیں اس کے ذہن میں نہیں آتیں اپنے ہر قول اور ہر فعل میں چکرا جاتا ہے) سو اس کو آؤ بھگت کے ساتھ لیا کرو (تا کہ اس کی طبیعت مانوس ہو کر کھل جائے اور حواس بجا ہو جائیں اور ہر قول کا موقع سمجھ سکے پھر نہ خود پریشان ہو نہ دوسرے کو پریشان کرے)

فائدہ: اس میں تعلیم ہے ہر مقامی شخص کو نو وارد کے ساتھ انس کا معاملہ کرنے

کے متعلق عموماً اور اہل وجاہت کو خصوصاً خواہ دنیوی وجاہت رکھتے ہوں جیسے امراء ورؤسا یا دینی وجاہت رکھتے ہوں۔ جیسے مشائخ وعلماء بلکہ وجاہت دینیہ کا اثر ہیبت وجاہت دنیویہ سے زیادہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اہل وجاہت دنیویہ پر بھی اور معتقدین پر تو بے حد ہوتا ہے تو ان کو خاص طور پر واردین کے ساتھ لطف ورفق کی ضرورت ہے لیکن اسی وقت تک کہ ان کی بے پروائی اور دین اور اہل اللہ کی بے قدری و بے وقعتی ثابت نہ ہو ورنہ پھر زیادہ رعایت کرنے میں دین کی سبکی ہے۔

فائدہ: ۲- اس حدیث کی برکت سے مجھ کو اپنے ایک ضابطہ کا معاملہ بدل دینے کی توفیق ہوئی یعنی پہلے میں ضروری سمجھتا تھا کہ آنے والا خود اپنا اور اپنی حاجت کا ضروری تعارف کراوئے اب تنبہ ہوا کہ بعض اوقات حیرت زدگی سے اس میں کوتاہی ہو جاتی ہے اب میں نے یہ معمول کرلیا ہے کہ اس کا مقام آمد وغرض آمد اور اس مقام پر جو مشغلہ تھا پوچھ لیتا ہوں اس سے ضروری حالت معلوم ہو جاتی ہے اور وہ مانوس ہو جاتا ہے اور پھر جانبین تعیین طریق معاملہ میں رعایت ہوتی ہے والحمدللہ علی ما افھمنی ووفقنی و کان ذلک حین اتی علی احدی وسبعون سنة من عمری

مخلصین کا ابتلاء

۵۱۰- حدیث: جیسا سیلاب اپنے منتہی کی طرف دوڑتا ہے اہل احسان (یعنی اہل اخلاص) کی طرف بلاء اس سے بھی زیادہ دوڑتی ہے۔

فائدہ: مشہور ہے کہ بزرگوں کو کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور رہتی ہے۔ یہ حدیث اس کا ماخذ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا اجر بڑھانا ہوتا ہے اگر بلا نہ ہوتو وہ اعمال کا اجر تو حاصل کر سکتے ہیں مگر بلا ومصیبت پر جو اجر ملتا ہے اس کو کیسے حاصل کر سکتے اور بلا سے مراد اگر بلائے ظاہری ہو جیسا متبادر یہی ہے تب تو یہ اکثری ہے کلی نہیں کیونکہ جن بزرگوں میں ضعف طبیعت کے سبب جو کہ فطری ہے تحمل نہیں ہوتا اور بلا ان کے لئے مضر ہوتی اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھتے ہیں اور اگر بلا سے عام مراد ہو کہ بلائے باطنی کو

بھی شامل ہو تو یہ حکم کلی ہے باطنی احوال سب اہل طریق کو ایسے پیش آتے ہیں کہ دوسرا شخص ان کا تحمل نہیں کرسکتا جیسے خشیت فکر آخرت ملاحظہ عظمت اسی کو کسی نے کہا ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ان اللہ یبغض الحبر السمین یعنی اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں فرماتے اس میں مراد وہ فربہی ہے جو بے فکری سے ہو کیونکہ جو شخص عالم ہو کر آخرت سے بے فکر ہوگا وہ ضرور ہی مبغوض ہوگا۔

حرف التاء

حسن معاشرت

۵۱۱- **حدیث:** تیرا تبسم کرنا اپنے (مسلمان) بھائی کے سامنے (تاکہ وہ مسرور و مانوس ہو جائے ثواب میں مثل) صدقہ کے ہے اور تیرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا (بالمعنی المذکور) صدقہ ہے اور تیرا راستہ بتلا دینا کسی شخص کو راہ بھٹکنے کی جگہ میں تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا پتھر اور کانٹے اور ہڈی کو راستے سے ہٹا دینا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا پانی ڈال دینا اپنے ڈول سے اپنے بھائی (مسلمان) کے ڈول میں تیرے لئے صدقہ ہے۔

فائدہ: یہ اخلاق صوفیہ کے برابر کسی میں بھی نہیں پائے

امر اختیاری میں کوشش کی ضرورت اور غیر اختیاری میں رنج سے نقصانات

۵۱۲- **حدیث:** تو مومن کو اس حال میں پائے گا کہ (جو عمل) اپنی طاقت میں ہو اس میں کوشش کرتا ہے اور جو اپنی طاقت میں نہ ہو اس پر افسوس کرتا ہے۔

فائدہ: اس سے دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ امور اختیاریہ میں طاقت اور ہمت اور کوشش سے کام لینا چاہئے دوسرا یہ کہ امور غیر اختیاریہ میں اپنے کو تعب میں نہ

ڈالنا چاہئے اس کے فوت ہونے پر حزن کافی ہے مگر اس حزن کے درجات ہیں ایک حزن معتدل جو اس عمل کے محبوب ہونے سے اور اپنے عاجز ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے یہ تو محمود ہے کہ عمل حسن کی محبت لوازم ایمان سے ہے اور اپنے عجز کا مشاہدہ عبدیت کا شعبہ ہے دوسرا درجہ حزن مفرط جس سے قلب میں پریشانی پیدا ہو کر یاس کا غلبہ اور ہمت میں ضعف ہو جائے یہ مذموم ہے کہ مخل ہے عمل میں جو کہ مقصود تھا اور حق تعالیٰ سے رجاء ومحبت کے تعلق کا ضعیف کرنے والا ہے اور اس کا ممنوع ہونا نصوص میں وارد ہے مثلاً لیلۃ التعریس میں غزوہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے جب باوجود کافی انتظام بیداری کے صبح کی نماز آپ کی اور سب ہمراہی صحابہؓ کی قضا ہو گئی اور صحابہؓ نے افسوس ظاہر کیا چنانچہ انہوں نے متاسف ہو کر کہا **قدفرطنا فی صلوتنا** یعنی ہم نے اپنی نماز میں (بڑی) تقصیر کی تو آپ نے تسلی کے لئے فرمایا **لاتفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظة** یعنی سونے میں کوئی تقصیر نہیں تقصیر تو بیداری کی حالت میں ہے اور جب آپ نے ان کو پریشان دیکھا چنانچہ ایک روایت میں ہے **وقدرای فزعهم** تو فرمایا **رویداً رویداً لایاس علیکم** یعنی سکون سے رہو سکون سے رہو کچھ مضائقہ کی بات نہیں اور آپ نے مزید تسلی وازالہ قلق کے لئے یہ فرمایا **انا بحمد الله لم نکن فی شیء من امور الدنیا یشغلنا عن صلوتنا ولکن ارواحنا کانت بید الله تعالیٰ فارسلها متی شاء** اور یہ بھی فرمایا **فان هذا منزل حضرنا فیه الشیطان** جس حاصل یہ ہے کہ ہم بحمد اللہ کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ تھے جو ہم کو ہماری نماز سے غافل کر دے لیکن ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں تھیں اس نے جب چاہا چھوڑ دیا اور یہ ایک ایسی منزل ہے جہاں ہمارے پاس شیطان آ گیا (اس نے سلا دیا یعنی ہم نے اپنے اختیاری انتظام میں کمی نہیں کی مگر غیر اختیاری اسباب سے نماز قضا ہو گئی جس میں اکتساب کے درجہ میں تو حضرت بلالؓ کو جو کہ پہرہ دار مقرر کئے گئے تھے شیطان کی تھپکی دینا سبب ہوا چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت بلالؓ جاگنے کے لیے نوافل پڑھنے کھڑے ہو گئے تھے شیطان نے وسوسہ ڈال کر لٹا دیا

بچہ کی طرح ان کو تھپکتا رہا یہاں تک کہ وہ سو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے احتیاطاً اپنی کمر اپنے کجاوے سے لگالی تھی اور مشرق کی طرف منہ کر لیا تھا کہ صبح صادق کو دیکھتا رہوں گا مگر آنکھیں بند ہو گئیں لیٹنا اسی کو کہا گیا یا غلبہ کے بعد لیٹ گئے ہوں اور تخلیق کے درجہ میں اللہ تعالیٰ کا ارواح کو منقبض کر لینا سبب ہوا جیسا اوپر گزرا یعنی جب یہ قضا ہو جانا ہمارے اختیار سے نہیں ہوا تو زیادہ پریشان نہ ہونا چاہئے۔ تو دیکھئے اس واقعہ میں آپ نے زیادت قلق سے منع فرمایا اور زیادت کی قید کے دو قرینے ہیں ایک تو یہ کہ نفس حزن کو تو خود اس حدیث میں ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے تو تطبیق کے لئے اس قید کی ضرورت ہے دوسرا قرینہ یہ کہ صحابہ کا مذاق ایمانی نفس قلق سے تو ان کو خالی کر ہی نہیں سکتا آپ کے ارشاد کے بعد زیادت کو سکون ہو گیا اسی مذاق پر نظر فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادت کی قید الفاظ میں نہیں لگائی اور آپ نے جو شیطان کے آجانے کو سبب فرمایا تو اس آجانے کا اثر حضرت بلالؓ پر ہوا کہ باوجود ارادہ یقظہ کے پھر سو گئے بقیہ جماعت کی نوم طبعی تھی اور یہ شبہ کہ حضور کا قلب تو نہ سوتا تھا پھر آپ کیوں نہ اٹھے اس طرح مدفوع ہے کہ آپ کا نوم مثل نعاس کے تھا کہ ناقض وضو تو نہ ہوتا تھا مگر ہوش بھی نہ رہتا تھا اس لئے اندازہ وقت کا نہ ہوا اور یہ سب روایات جمع الفوائد باب وجوب الصلوٰۃ اداءً وقضاءً میں ہیں۔

شیخ کی وفات کے بعد بھی اس کی موافقت

۵۱۳- **حدیث:** اللہ تعالیٰ کے روبرو تو پیر اور جمعرات کے روز اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام پر اور باپوں اور ماؤں کے روبرو جمعہ کے روز پیش کئے جاتے ہیں (یعنی ملائکہ پیش کرتے ہیں اور ہر نبی پر ان کے امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور باپوں اور ماؤں سے مراد اصول ہیں پس دادا پردادا اور اسی طرح دادی پردادی نانی پرنانی سب اس میں داخل ہو گئے (کذا قال العزیزی) پس وہ (یعنی حضرات انبیاء وآباء وامہات) ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور (خوشی سے ان کے چہروں کی چمک دمک بڑھ جاتی ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو (یعنی گناہ کے کام مت کرو) اور اپنے مردوں کو ایذا مت دو (یعنی جس طرح وہ حسنات سے خوش ہوتے ہیں اسی طرح

سیئات سے آزردہ ہوتے ہیں تو ان کو آزار مت پہنچاؤ اور حضرات انبیاء کو جو مردہ کہا گیا ہے یہ باعتبار موت ظاہری کے ہے ورنہ حدیث میں ہے ان نبی اللہ حی یرزق اور حیات برزخی گو غیر انبیاء کو بھی عام ہے لیکن انبیاء میں اقوی ہے یہاں تک کہ اس حیات کا اثر ان کے جسد میں بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو مٹی نہیں کھاتی جیسا حدیث میں آیا ہے)

فائدہ: حضرات صوفیہ اس اہتمام میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں کہ وفات شیخ کے بعد وہ کام نہیں کرتے جو ان کی حیات میں نہیں کر سکتے تھے اور اس سے نہ علم غیب ثابت ہوتا ہے اور نہ معمولی اعمال کی پیشی ثابت ہوتی ہے صرف حسنات وسیئات کی پیشی ثابت ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی ذات میں حسنات وسیئات ہوں یا کسی عارض سے ہو گئے ہوں۔

کمال دین کے ساتھ اہتمام مال دینا منع نہیں

۵۱۴- **حدیث:** مساجد کے دروازوں کے پاس (پہنچ کر) اپنی جوتیوں کی دیکھ بھال کر لیا کرو (کہ کوئی گندگی وغیرہ تو نہیں لگی جس سے مسجد آلودہ ہو جانے کا اندیشہ ہو کذا قال العزیزی فی تفسیرہ)

فائدہ: اس سے دو امر مستفاد ہوئے ایک یہ کہ مسجد کی حفاظت کی جائے اور یہ مدلول ظاہر ہے دوسرا یہ کہ جوتیوں کی حفاظت کی جائے ورنہ اگر باہر ہی چھوڑ دینے کا حکم ہوتا تو اس تفقد کی حاجت نہ ہوتی مسجد کے آلودہ ہونے کا احتمال جب ہی ہو سکتا ہے جب ان کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جائیں تو گویا اس کی اجازت دی گئی اور لے جانے کے وقت اس کی صفائی کے دیکھ لینے کا حکم ہوا اور اگر آلودہ ہو تو صاف کر لیا جائے اس کی حکمت یہ ہے کہ دل پریشان نہ رہے اس سے مفہوم ہوا کہ اپنی چیز کی حفاظت کا اہتمام بقدر ضرورت کرنا شغل مع اللہ کے منافی نہیں بلکہ شغل مع اللہ کا معین ہے ورنہ قلب اس چیز کے ساتھ متعلق رہتا اور اسی قدر شغل مع اللہ میں خلل پڑتا پس مدعیان طریق جو ایسے اہتمام کو خلاف طریق سمجھتے ہیں یہ غلو ممنوع ہے۔

اللہ کی ذات میں فکر کی ممانعت اور اس کے ذکر کی مطلوبیت

۵۱۵- **حدیث:** ہر چیز میں فکر کرو اللہ کی ذات میں فکر مت کرو ساتویں

آسمان سے اس کی کرسی (یعنی عرش) تک سات ہزار انوار ہیں اور وہ اس سب سے عالی ہے (تو تمہارا خیال وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے سو ادراک صحیح تو محال ہوا پھر اگر ذہن کو دوڑایا تو ضرور غلط ادراک ہوگا یعنی ذہن کوئی ایسا حکم کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے اور یہ ضلال ہے)

فائدہ: فکر کی نہی سے متعلق توجہ یعنی تصور اجمالی کی نہی لازم نہیں آتی کہ مطلق توجہ تو دعا و ثناء کے لوازم سے جو کہ مامور بہ ہیں اور یہی توجہ اجمالی ہے جس کا مراقبہ اہل طریق کا معمول ہے اور ذات کے متعلق ہونے سے وہ مراقبہ ذات کہلاتا ہے اور حدیث **راقب اللہ تجدہ تجاھک** کا محمل یہی مراقبہ ہے پس اہل طریق پر یہ شبہ وارد نہیں ہوسکتا کہ یہ حدیث کے خلاف ذات میں فکر کرتے ہیں خوب سمجھ لو۔

ان کی اصلاح اور اپنی حفاظت کی نیت سے گناہگاروں سے نفرت نہ کہ اپنے تکبر اور ان کی تحقیر کی وجہ سے

۵۱۶۔ **حدیث:** اللہ تعالیٰ کے قرب (اور رضا) کو حاصل کرو اہل معاصی سے نفرت رکھ کر (یعنی معصیت کی حیثیت سے نہ کہ ان کی ذات سے تو مبغوض حقیقت میں وہ افعال منہیہ ہوئے کذا قال العزیزی بلکہ اگر کسی دوسری حیثیت سے ان سے محبت بھی ہو تو مضائقہ نہیں مثلاً ان سے کوئی قرابت وغیرہ ہو کذا قال الحفنی یا وہ محسن ہوں یا کسی سے حب اضطراری ہو جائے جیسے عشق غیر اختیاری) اور ان سے جب ملو تو ترش رو چہرہ بنا کر (اس مصلحت سے کہ شاید ان پر اس کا اثر ہو اور وہ معاصی سے باز آجائیں **کذا قال العزیزی** نہ کہ تحقیر کے سبب کہ یہ کبر ہے) اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو ان کو ناراض کر کے (یعنی جب بشاشت سے نہ ملو گے تو وہ آپ ہی تم سے ناراض ہوں گے کذا قال الحفنی) اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو ان سے دور رہ کر (دوری کا حکم اس لئے ہے کہ مجالست سے اس کے اخلاق تم میں اثر کریں گے کذا قال الحفنی)

فائدہ: عزیزی اور حفنی کی شرح میں نظر کرنے سے حدیث سے یہ فوائد حاصل

ہوئے (نمبر۱) کسی عاصی کو حقیر نہ سمجھے البتہ معاصی سے نفرت رکھے گو اس کا اثر ناراضی اور بعد کا اس کی ذات تک بھی پہنچے (نمبر۲) نیت زیادہ یہ ہونی چاہئے کہ اس کی اصلاح ہو جائے (نمبر۳) اپنی حفاظت کی بھی نیت ہو کہ ہم میں ان معاصی کا اثر نہ ہو جائے۔ اور یہ سب امور ظاہراً و باطناً معمولات ہیں حضرات صوفیہ کے۔

استاد و شاگرد کے حقوق

۵۱۷- حدیث: اس شخص کے ساتھ تواضع کرو جس سے تم علم حاصل کرتے ہو اور اس شخص کے ساتھ بھی تواضع کرو جس کو تم تعلیم کرتے ہو مراد اس سے علم دین ہے جس میں علم طریق باطنی بھی داخل ہے پس اس میں استاد پیر کا حق بھی آ گیا اور شاگرد اور مرید کا بھی مگر دوسرے دلائل سے جیسے **من لم یرحم صغیرنا ولم یو قر کبیرنا** دونوں تواضع میں یہ فرق ہے کہ اول تواضع خدمت و تعظیم و اطاعت و رضا جوئی ہے اور دوسری تواضع لطف و شفقت و وسعت اخلاق ہے) اور تم متکبر عالم مت بنو (تواضع نہ کرنا تو تکبر ظاہر ہے اور علم و تحقیق کا دعوٰی یہ بھی تکبر ہے کذا قال العزیزی)

فائدہ: مشائخ اور مریدین کا جس قدر اس حدیث پر عمل ہے دوسری جگہ اس کی نظیر مفقود ہے۔

التاء مع الالف واللام

توبہ حقیقی میں عدم عود کی شرط نہیں

۵۱۸- حدیث: حدیث اول۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا وہ شخص کہ جس کے پاس گناہ ہی نہ ہو (کیونکہ جب وہ معاف ہو گیا تو گناہ نہ رہنے میں دونوں برابر ہو گئے اگرچہ دوسرے وجوہ سے فرق ہو مگر یہ فضیلت اس کے لئے ہے جو حقیقی توبہ کرے یعنی دل سے نادم اور متوجہ الی اللہ ہو) اور (صرف الفاظ ہی کے ساتھ گناہ سے توبہ کرنے والا) اس حالت میں کہ وہ دل سے اس گناہ پر قائم ہے (اور عین توبہ کے وقت گناہ کا عزم رکھتا ہے یعنی حقیقی و قلبی توبہ نہیں کی محض لفظی و رسمی توبہ کی ہے)

ایسا ہے جیسے (نعوذ باللہ) اپنے رب کے ساتھ استہزاء کرنے والا (کیونکہ استہزاء میں الفاظ تعظیمی ہوتے ہیں اور دل میں تحقیر ہوتی ہے۔ اسی کے مشابہ اس شخص کی حالت ہوئی کہ زبان سے اقرار اور دل میں اصرار۔

۵۱۹- **حدیث:** حدیث دوم توبہ خالص نادم ہونا ہے گناہ پر جب وہ تجھ سے صادر ہو جائے پھر (نادم ہوکر) تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کرے پھر کبھی اس کی طرف عود نہ کرے (یعنی دل سے یہ عزم ہو کہ عود نہ کروں گا کذا قال الحفنی گو غلبہ نفس وشیطان سے پھر عود ہی ہو جاوے اگر ایسا ہو جائے پھر اسی طرح ندامت و استغفار وعزم عدم عود کا حکم ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے۔ ما اصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ (رواہ الترمذی وابو داؤد)

فائدہ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر توبہ کر کے توڑ دی تو وہ توبہ ہی بے کار ہے اسی لئے بعض لوگ توبہ ہی نہیں کرتے کہ شاید پھر ٹوٹ جائے، ممکن ہے کہ دونوں حدیثوں سے ان کو غلط فہمی ہوئی ہو کہ پہلی حدیث میں قیام علی الذنب کو استہزاء قرار دیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں توبہ خالص میں عدم عود کو شرط ٹھہرا گیا ہے لیکن اس باب میں اور احادیث جیسے حدیث مذکور فی تقریر الترجمہ اور اس کی نظائر کثیرہ صاف دلیل ہیں کہ مقیم علی الذنب سے مراد مقیم بالقلب ہے اور عدم عود سے مراد عزم عدم عود ہے جیسے تقریر ترجمہ میں ظاہر کر دیا گیا ہے پس اب اس غلطی کی کچھ گنجائش نہیں اور یہی محمل ہے ایسے اقوال کا جیسے شیرازیؒ کا قول ہے۔

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پراز ذوق گناہ معصیت راخندہ می آید براستغفار ما

چنانچہ بعضے دوسرے بزرگوں نے اس تحقیق کا حاصل اپنے اس قول میں ظاہر فرمادیا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر وبت پرستی باز آ
ایں درگہ مادر کہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

غفلت ومعصیت کے مقام سے منتقل ہو جاؤ

۵۲۰- **حدیث:** (آپ نے جس وادی میں صبح کی نماز قضا ہوگئی تھی فرمایا تھا

کہ جس مقام میں تم کو غفلت ہو گئی وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ (چنانچہ دوسری جگہ جا کر صبح کی نماز قضا پڑھی)

فائدہ: حفنی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ جس مقام پر غفلت یا معصیت واقع ہو وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا چاہئے کیونکہ اس مقام پر شیاطین الجن یا شیاطین الانس کا اثر ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اہل طریق کو اس کا خاص اہتمام رکھنا چاہئے۔

فائدہ نمبر ۲ یہ قصہ صحیحین میں بھی ہے مگر خاص یہ الفاظ ان میں نہیں۔

ضیافت اور صوم نفل کا توڑنا

۵۲۱- حدیث: تیرے بھائی نے تو تیرے لئے تکلف کیا اور تو کہتا ہے کہ میرا روزہ ہے (مطلب یہ کہ میزبان کی دل شکنی ہو تو روزہ افطار کر دینا چاہئے اور یہ روزہ نفل تھا اور اس کا بڑا قرینہ یہ ہے کہ فرض یا واجب روزہ میں وہ میزبان ہی کیوں کھانے وغیرہ کا تکلف کرتے)

فائدہ: نفل روزہ کا افطار کر لینا جب مہمان یا میزبان کی دل شکنی ہو جائز ہے (درمختار کتاب الصوم فصل العوارض) ایسی رعاتیں حضرات صوفیہ کے یہاں جس قدر ہیں کسی دوسری جماعت میں نہیں اور یہاں سے مومن کے قلب کی حرمت کا اندازہ ہوتا ہے مگر فرض روزہ کی علی الاتفاق اور واجب کی علی الاختلاف حرمت قلب کی حرمت سے اعظم ہے اور بعض مغلوبین سے جو ایسے موقع پر فرض روزہ کا افطار منقول ہے وہ حجت نہیں لیکن وہ غلبہ حال سے معذور تھے اور وہ حال یہ تھا کہ اس وقت ان پر حقیقت صوم کی مستور ہو گئی اور حقیقت قلب کی مکشوف ہو گئی۔ کذ اقال مرشدی وھو من الحسن کماتری بمکان ای مکان واللہ اعلم.

ذکر نعمت

۵۲۲- حدیث: نعمت کا بیان کرنا بھی شکر کا ایک طریقہ ہے

فائدہ: پس بعض حضرات اکابر طریق سے جو اپنے بعض حالات رفیعہ منقول ہیں گو بعض لوگ اس کو دعویٰ سمجھتے ہیں مگر ان کا مقصود اظہار نعمت اور ادائے شکر ہے اس آیت میں بھی یہی مضمون ہے واما بنعمۃ ربک فحدث.

حرف الثاء

امور غیر اختیاری کا مذموم نہ ہونا بشرطیکہ ان کے اختیاری مقتضیات پر عمل نہ کیا جائے

۵۲۳- حدیث: تین چیزیں ہیں جو میری امت کے لئے بھی لازم ہیں (کیونکہ عادۃً یہ امور طبعیہ ہیں بجز معصوم کے اوروں کا ان سے سالم رہنا بعید ہے (کذا قال الحفنی) جب خیر الامم بھی اس سے سالم نہیں تا بدیگران چہ رسد اسی کو میں نے ترجمہ میں لفظ بھی سے ظاہر کر دیا ایک بدگمانی (کہ قرائن اسے کسی کی نسبت پر خیال آ جائے) اور (دوسری) حسد (کہ کسی صاحب نعمت کو دیکھ کر نا گواری ہو خصوص جب اس سے کچھ رنج بھی پہنچا ہو) اور (تیسری) بدشگونی یعنی جن امور کو عوام موجب نحوست سمجھتے ہیں ان سے دل میں کھٹک ہو جانا کہ شاید ایسے امر کے پیش آ جانے سے اپنے مقصد میں ناکام رہیں مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ یہ امور تمثل طبعیات کے غیر اختیاری ہیں اس لئے ان پر تو ملامت اور مواخذہ نہیں آگے ان پر جو بعض اوقات امور اختیاریہ مرتب ہو جاتے ہیں ان کا علاج فرماتے ہیں چنانچہ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ کیا میں تم کو اس خطرے سے نکلنے کا طریقہ نہ بتلا دوں (جس چیز میں خطرہ ضرر کا ہو اس چیز سے بچنے کا طریقہ یہ بھی اصطلاح طبی میں علاج ہے) پس (وہ علاج یہ ہے کہ) جب تم کو (کسی کے ساتھ برا) گمان پیدا ہو اس کو محقق مت سمجھو (نہ علماً کہ اس کا یقین کر لو نہ عملاً کہ اس کا تجسس کرنے لگو یا اس کو زبان پر لاؤ یا اس پر کوئی سزا وغیرہ دینے لگو خصوص یہ سمجھ کر کہ میں مومن کامل ہوں میری فراست صادق ہے کذا قال الحفنی کیونکہ اول تو اس کے صاحب فراست ہونے کی کوئی دلیل نہیں

دوسرے ایسے امور میں فراست یا کشف والہام حجت نہیں) اور جب تم میں حسد پیدا ہوتو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو (کیونکہ حسد کا حاصل اعتراض ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکیم ہونے پر کہ مستحق کو نعمت نہ دی غیر مستحق کو دے دے اس سے استغفار کرو کذا قال العزیزی اس استغفار سے استحضار ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ کے حکیم ہونے کا تو حسد مضمحل ہو جائے گا اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے گی تو استغفار کی حکمت یہ ہے گو محض حسد کے غیر اختیاری درجہ سے گناہ نہ ہوا تھا لیکن استغفار فی نفسہ بھی ذکر و اطاعت ہے اور اس حالت کے مناسب ہے اس لئے اس کی تخصیص کی گئی) اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں حسد پیدا ہو تو حد سے آگے مت بڑھو (یہ آگے بڑھنا دو طرح سے ہے یا تو اس کے عیوب و نقائص تلاش کرنے لگے جب اس سے زیادہ قدرت نہ ہو یا اس پر ظلم و زیادتی کرنے لگے جبکہ اس پر قدرت ہو حاصل مشترک دونوں کا یہ ہے کہ حسد کے مقتضائے اختیاری پر عمل کرنے لگے حدیث میں بغی کا لفظ ہے جس کے معنی حد سے بڑھنا اور تلاش کرنا اور زیادتی کرنا ہے میں نے پہلا ترجمہ اختیار کیا کیونکہ دوسرا تیسرا ترجمہ اس کے افراد ہیں اس میں سب کی رعایت ہوگئی) اور جب بدشگونی کا خیال پیدا ہو تو اس کام کو کر گزرو (یعنی ترک مت کرو کیونکہ ترک کرنا اس کے مقتضاء پر عمل کرنا جو اختیار سے ہے اس پر گناہ اور ملامت ہے)۔

فائدہ: ۱۔ اس حدیث سے ایک بڑا مسئلہ طریق کا ثابت ہوا کہ امور غیر اختیاریہ نقص نہیں ان پر غم نہ کرے البتہ اس کی کوشش کرے کہ وہ امور اختیاریہ قبیحہ تک مفضی نہ ہو جائیں۔ خلاصہ یہ کہ کیفیات و انفعالات پر ملامت نہیں اعمال و اقوال پر مواخذہ ہے۔

فائدہ: ۲۔ اس حدیث میں جب تین چیزوں کو بمنزلہ امر طبعی فرمایا ان میں سے دو چیزوں کی طبیعت ظاہر ہے کہ امور نفسانیہ میں سے ہیں مگر بدشگونی کوئی امر نفسانی نہیں محض خیالات کا اثر ہے اور خود یہ خیالات امور طبعیہ نفسانیہ نہیں اسی لئے اہل تطیر میں عموم تو کیا کثرت عدد یہ بھی نہیں پھر بدشگونی کو مثل امر طبعی کے کیسے ارشاد فرمایا گیا۔ یہی سوال ابوداؤد و ترمذی کی روایت میں بھی ہے جس میں بعد حدیث

مرفوع الطیرۃ شرک کے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول مروی ہے۔

ومامنا (احد) الا (یعرض له الوهم) ولكن الله يذهبه بالتوكل (مشكوة باب الفال و الطيرة) اس میں بھی عموم عرفی کا حکم کیا گیا ہے جو مشاہدہ کے خلاف ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عموم ایک قید کے اعتبار سے ہے یعنی جن لوگوں پر زمانہ اعتقاد تطیر کا گزرا ہو ان کے لئے ایسے اوہام کا بے اختیار آ جانا بالعموم عرفی عام ہے جیسے اکثر حضرات صحابہؓ کہ ان پر زمانہ قبل اسلام ایسا ہی گزر چکا تھا اور ان حضرات کا ان خیالات کی مقاومت کرنا نہایت کمال ہے اور جن پر ایسا زمانہ ہی نہیں گزرا ان کا خلو ان خیالات سے کچھ بھی کمال نہیں کیونکہ اس کے اسباب ہی معدوم ہیں جیسے کسی ایسے نو مسلم کا جو کہ قبل اسلام گوشت سے متنفر تھا بعد اسلام گوشت کھانا کمال مجاہدہ ہے اور اس سے ان اوہام سے خالی رہنے والوں کی فضیلت بھی اوہام آنے والوں پر لازم نہیں آتی۔

قوت بیانیہ کی محمودیت کے قیود

۵۲۴- حدیث: تین چیزیں ایمان میں سے ہیں حیاء اور پارسائی یعنی حرام سے بچنا) اور کم روانی یعنی زبان کی کم روانی نہ کہ فہم (دین) اور علم (دین) کی کم روانی (مطلب یہ کہ زبان بے تکلف نہ چلتی ہو مگر فہم اور علم میں روانی ہو یہ روانی تو ایمان کی چیز ہے اور اس میں کمی خلاف کمال ہے کذا قال العزیزی)

فائدہ: ۱- بعض احادیث میں آیا ہے **الحياء والعي شعبتان من الايمان والبذاء والبيان شعبتان من النفاق رواه الترمذى عن ابى امامة عن النبى صلى الله عليه وسلم كذا فى المشكوة باب البيان والشعر)** حدیث متن گویا اس کی تفسیر ہے یعنی مراد کم روانی سے وہ ہے جس کا سبب حیاء و عفاف ہو اور وہ مراد نہیں جس کا سبب علم و فہم کی کمی ہو قوت بیانیہ کی کمی کبھی اس سے ہوتی ہے کہ علم و فہم کی کمی ہے جب ذہن میں حقیقت ہی موجود نہیں تو وہ بیان میں کیسے آئے گی سو یہ محمود نہیں اور کبھی قوت بیانیہ کی کمی اس سے ہوتی ہے کہ علوم تو ذہن میں ہیں مگر حیاء و عفاف کے سبب گفتگو سوچ کر کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے اور یہ

محمود ہے اوراس کے مقابل جو قوت بیانیہ ہوگی جس کا سبب بے باکی ہے وہ مذموم ہو گی۔ حدیث ترمذی میں بھی اسی تفسیر کی طرف اشارہ ہے مگر حدیث متن اس میں صریح ہے کہ عی کی تقسیم کی تصریح ہے اور تامل کے بعد اس سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر انکشاف حقائق کے غلبہ سے حفظ حدود کے ساتھ کبھی کلام میں روانی پیدا ہو جائے وہ اس عی محمود کے خلاف نہیں پس بعض بزرگوں کی قوت بیانیہ میں کمی اور بعض کی روانی یا ایک ہی بزرگ کی دونوں شاخیں مختلف احوال میں ان میں کوئی محل شبہ نہیں کبھی کسی پر روانی کے اسباب غالب ہوتے ہیں اور کبھی یا کسی پر کم روانی کے۔

فائدہ: ۲۔ کبھی کم روانی کا سبب مذاق جب سکوت وضیق عن الکلام کا غلبہ ہوتا ہے اگر فطری طور پر ہے تو اس میں کلام نہیں اور اگر اصلی نہیں تو اول میں سبب اس کا بھی احتیاط ہی تھی پھر عادت ہونے سے مذاق طبعی کے مشابہ ہو گیا۔

مصلحت دینی کے سبب ترک نکاح

۵۲۵۔ حدیث: تین شخص قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوں گے جس روز بجز اس کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان تین میں سے وہ عورت بھی ہے جس کا شوہر اس کے پاس کچھ یتیم بچے چھوڑ کر مر گیا۔ اس عورت نے کہا کہ میں نکاح نہیں کروں گی اپنے یتیموں کی خدمت کروں گی یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کو اس قابل کر دے کہ وہ کسی کے محتاج نہ رہیں یعنی کھانے کمانے کے لائق ہو جائیں)۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ باوجود نکاح کو سنت سمجھنے کے اگر کسی مصلحت معتد بہا عند الشرع کے سبب نکاح نہ کرے تو مضائقہ نہیں بلکہ وہ مصلحت اگر شرعاً مطلوب ہے اور نکاح اس میں مخل ہوگا تو نکاح نہ کرنے میں زیادہ فضیلت ہے تو جن بزرگوں نے نکاح نہیں کیا ان پر اعتراض نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی حالت کا اندازہ کر کے خانہ داری کے جھگڑوں کو تفرغ للعبادۃ کے لئے مخل سمجھتے تھے۔ خود فقہاء نے بھی بعض احوال میں نکاح کو مکروہ اور حرام فرمایا ہے۔

سوءِ تدبیر پر توکل کی مذمت

۵۲۶- حدیث: تمہارا پروردگار تین شخصوں کی دعا قبول نہیں فرماتا ایک وہ شخص جو غیر آباد (یعنی غیر محفوظ) مکان میں (بلا اضطرار) ٹھہرے (یعنی محفوظ جگہ ٹھہرنے کی میسر تھی اور پھر غیر محفوظ جگہ ٹھہرا اور دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ میری جان اور مال کو محفوظ رکھے یا وہاں ٹھہرنے میں مال کا نقصان ہو جائے اور اس کی واپسی کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں فرماتے) اور ایک وہ شخص جو عین راستہ میں ٹھہرے جہاں آدمیوں کی یا مواشی وغیرہ کی آمد و رفت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ گزرنے والوں کی ایذاء سے محفوظ رہوں اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی) اور ایک وہ شخص جس نے اپنے چار پایہ کو (جیسے سواری کا جانور یا بار برداری یا کھیتی یا دودھ کا جانور غیر محفوظ طور پر) چھوڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا شروع کر دے کہ اس کو تھامے رکھے (کہیں چلا نہ جائے اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی)

فائدہ: وجہ یہ ہے کہ ایسے خطروں کے مواقع پر خود شرعی حکم ہے کہ اپنی جان و مال کی حفاظت رکھے چنانچہ ارشاد ہے **ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة** اور حدیث میں ہے کہ اونٹ کو باندھ کر توکل کرو اور ایک حدیث میں سفر کے اندر جدا جدا فاصلہ سے ٹھہرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور کثرت سے اس قسم کی احادیث وارد ہیں ان سب دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ مقاصد کے جو اسباب ایسے ہیں کہ عادت غالیہ میں بدوں ان اسباب کے وہ مقاصد ضائع ہو جاتے ہیں ان اسباب کا ترک کرنا جائز نہیں اور ما ذون فیه بمعنی ترک اسباب ان اسباب میں ہے جن پر مقاصد خاصہ عادۃً موقوف نہیں پس یہ اسباب مذکورہ فی الحدیث محل توکل بالمعنی المذکور نہیں اس لئے ترک اسباب سے نافرمانی کا مرتکب ہوا اس لئے عون الٰہی سے محروم رہے گا یعنی عون کا وعدہ نہیں اور بلا وعدہ عون کا وقوع اس کے منافی نہیں پس اس کے کثیر الشیوع اور غالب الوقوع غلطی پر تنبیہ ہو گئی کہ خود بے تدبیری اور بے انتظامی کا ارتکاب کر کے توکل کا دعویٰ کرنا اور

کامیابی کا منتظر رہنا اور کامیابی پر فخر کرنا جہل عظیم ہے اور حدیث میں دعا سے مراد مطلق دعا نہیں بلکہ خاص دعائیں جو ان ہی مواقع پر کی گئی ہیں اور اگر کسی سے اجتہادی غلطی ہو جائے اور غیر موقع توکل بالمعنی المذکور میں توکل اختیار کرے اور پھر کوئی مصیبت پیش آجائے تو اگر اس نے پریشانی ظاہر کی تو اس کا توکل دعویٰ کا ذبہ تھا اور اگر پریشانی نہیں ظاہر کی تو اجتہادی غلطی تھی جس میں معذور ہوگا۔

سوءِ تدبیر کی مذمت

فائدہ: یہ حدیث بھی حدیث سابق کے ہم معنی ہے اس کو پیش نظر رکھنے سے فہم میں سہولت ہوگی۔

۵۲۷- حدیث: تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے (اپنی خاص خاص مصیبتوں میں جو ابھی مذکور ہوں گی) دعا کرتے ہیں مگر ان کی دعا قبول نہیں کی جاتی ایک وہ شخص جس کے نکاح میں بدخلق عورت ہے اور اس کو طلاق نہیں دیتا (اور اس کی بدخلقی سے نجات کی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں فرماتے کیونکہ اس سے نجات حاصل ہونا اس کے اختیار میں ہے کہ اس کو طلاق دیدے اور باوجود اس کے اختیار میں ہونے کے پھر اپنے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تو نجات کی سبیل میسر کر دی ہے تو اس کو کیوں نہیں اختیار کرتا) اور ایک وہ شخص کہ اس کا کسی دوسرے شخص کے ذمہ مال چاہتا ہو اور اس نے اس پر کسی کو گواہ نہ بنایا ہو (اور اسنے اس کے حق سے انکار کر دیا ہو اس وقت یہ دعا کرے کہ اس سے وصول ہو جائے یہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خطرہ انکار سے محفوظ رہنے کی تدبیر اس کے ہاتھ میں دی تھی بلکہ قرآن مجید میں اس کی تعلیم فرمائی ہے تو اس نے بھی اپنے ہاتھوں نقصان کیا) اور ایک وہ شخص جس نے اپنی اہل وعیال میں سے کسی بے وقوف کو اپنا مال دے دیا (جیسا بعض کا معمول ہے کہ اپنی سب کمائی بیوی کے یا کسی اولاد کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے انتظام سے خانگی اخراجات میں صرف کرے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیوقوفوں کو اپنے اموال مت دو (تو اگر ان اہل وعیال کی بدتمیزی اور بد

انتظامی سے بے موقع خرچ ہونے سے افلاس یا تنگی ہوئی اور یہ اس کے رفع ہونے کی دعا کر رہا ہے تو یہ دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ خود جان بوجھ کر اپنا مال ضائع کیا)

فائدہ: حدیث میں مطلق دعا مراد نہیں بلکہ خاص وہی دعا مراد ہے جو خاص مصائب کے متعلق ہو جن میں یہ اشخاص خود مبتلا ہو گئے پس حاصل اس حدیث کا قریب قریب حدیث بالا کے ہے جن مضرتوں سے بچنے کی اللہ تعالیٰ نے تدبیر بتلا دی ہے اور ان تدابیر پر اس کو قدرت بھی عطا فرما دی ہے پھر ان تدبیروں سے کام نہ لینا اور ان مضرتوں کے وقوع کے وقت ان مضرتوں سے بچنے کی دعا کرنا ایک قسم کی گستاخی ہے اور تدبیر موجود مقدور کو چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرنا ایسا ہے جیسے کوئی سردی میں اکڑ رہا ہے اور لحاف پاس رکھا ہے مگر اوڑھتا نہیں دعا کر رہا ہے تو ایسا نہ کرنا چاہئے بلکہ ان تدابیر کو اختیار کرنا چاہئے پھر اگر ان میں ناکامی ہو تو اب دعا کا وقت ہے باقی یہ مطلب نہیں کہ دعا کرنا جائز نہیں البتہ اس کوتاہی کے بعد ادب دعا کا یہ ہے کہ اول اس کوتاہی سے توبہ کرے اور اس سے معافی مانگے پھر دعا مانگے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اگر دعا کرے گا تو قبول نہ ہوگی مطلب یہ ہے کہ قبولیت کا وعدہ نہیں اور یہ مطلب بھی نہیں کہ طلاق دینا واجب ہے یا گواہ کرنا واجب ہے یا سفیہ کو مال دینا حرام ہے بلکہ تدابیر پر عمل کرنے کی ترغیب ہے اور آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے بلکہ تفسیر کے لئے لازم ہے کیونکہ تفسیر تو بقرینہ سیاق وسباق یہ ہے کہ اولیاء کو حکم ہے کہ سفہاء کو ان کے مال قبل رشد یا سن رشد سپردمت کرو اور اموالکم میں اضافت مجازی ہے باقی اس سے بطور دلالۃ النص کے یہ بھی لازم آ گیا کہ جب علت سفہ سے خود سفیہ کا مال مالک کو دینا ممنوع ہے تو اسی علت سے اپنا مال غیر مالک کو دینا کب مناسب ہے۔

حرف الجیم

صحبت صوفیہ کے برکات وآداب

۵۲۸- حدیث: بزرگوں کے پاس بیٹھا کرو (ظاہراً عمر کے اعتبار سے بڑا مراد ہے کیونکہ وہ اہل تجربہ اور اہل بصیرت اور کامل العقل والمرفتہ ہوتے ہیں اور ان سے استفادہ کامل ہوتا ہے) اور علماء سے (احکام دینیہ) پوچھتے رہا کرو اور حکماء سے

ملتے جلتے رہا کرو (کہ اس سے ان حقائق کا انکشاف ہوتا ہے جن سے علوم اور اعمال اور اخلاق اور احوال کی تکمیل ہوتی ہے)

فائدہ: کبراء کی تفسیر مذکور کو ظاہر اس لئے کہا گیا کہ متبادر اور کثیر الاستعمال محاورات اور نصوص میں یہی ہے چنانچہ **من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا** میں بلا اختلاف یہی مراد ہے اور یہی کثرت سے صغیر کا مقابل لایا گیا ہے اور صغیر میں دوسرا احتمال غالباً کالمعدوم ہے تو تقابل قرینہ مراد مذکور کا ہوگا نیز کبراء کو اس حدیث میں مقابل لایا گیا ہے علماء وحکما کے تو اگر بڑائی سے مراد علم اور دین میں بڑائی ہو تو تقابل نہ رہے گا اور یہ خلاف ظاہر ہے اور یہی تقابل قرینہ ہے کہ حکماء سے مراد ایسی جماعت ہے جو علم کے علاوہ کسی اور دینی خدمت میں مشغول ہیں کیونکہ دنیائے مباح کا استفادہ تو جالسوا الکبراء میں آ گیا اور دنیائے غیر مباح کی ترغیب شارع کے کلام میں محال ہے پس دینی ہی فائدہ ہوسکتا ہے جو خدمت علمی سے ممتاز ہو تو ایسی جماعت صرف صوفیہ ہی کی ہوسکتی ہے سوان مقدمات کے بعد حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ عبد کے لئے تین حاجتیں ہیں ایک دنیوی مباح اور اس کی اصلاح کے لئے تو بڑے بوڑھوں کی جماعت سے تعلق رکھے دوسری دینی علم بالاحکام کی اس کے لئے علماء سے تعلق رکھے تیسری دینی تکمیل ظاہری وباطنی اس کے لئے صوفیہ کرام سے تعلق رکھے۔

فائدہ: تو اس حدیث سے اس جماعت کی کتنی بڑی فضیلت اور ان سے استفادہ کی کس قدر تاکید معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کے تجارب اور دین کے احکام معلوم ہو جانے کے بعد بھی اس جماعت کی ضرورت باقی رہتی ہے اور خالطوا کو سائلوا کے مقابلہ میں فرمانا اشارہ اس طرف ہے کہ صوفیہ سے استفادہ زیادہ مقاولت ومسائلت پر موقوف نہیں بلکہ بلا ضرورت شدید یہ اکثر مضر ہو جاتا ہے **کما یعرفہ' اھل الطریق** نیز خالطوا کو جالسوا اور سائلوا کے مقابلہ میں لانا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ صوفیہ سے کماً اور کیفاً زیادہ تعلق کی ضرورت ہے کیونکہ مجالست اور مسائلت کا تعلق تو قلیل وکثیر سب کو شامل ہے اور مخالطت بدوں تکرار وکثرت ولزوم کے متحقق نہیں ہوتی

حفنی نے بھی حکماء کی تفسیر میں ایک وجہ یہی اختیار کی ہے حیث قال اوالمراد اھل التصوف اورعزیزی نے اہل اللہ کی صحبت میں ایک خاصیت یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اگر کسی شخص کی طرف نظر کر لیتے ہیں تو وہ شخص باسعادت ہو جاتا ہے اور اس کو واقعات و نظائر سے موکد کیا ہے سو عزیزی کا یہ قول بھی میرے اس استنباط کی تاکید کرتا ہے کہ اس جماعت صوفیہ سے منتفع ہونا مکالمت پر موقوف نہیں کیونکہ عزیزی نے نظر کے ساتھ مکالمت کی شرط نہیں لگائی واللہ اعلم۔

حدیث "اللہ تعالیٰ کے ہمنشین وہ ہیں جو اہل ورع ہیں" کا ماخذ

۵۲۹- حدیث: اللہ تعالیٰ کے ہم نشین (یعنی مقربین) کل کے روز (یعنی قیامت کے دن) وہ لوگ ہیں جو اہل ورع ہیں (یعنی حرام چیزوں سے بچتے ہیں) اور جو دنیا سے بے رغبت ہیں (یعنی دنیا کی چیزوں سے رغبت نہیں رکھتے) گو ان میں سے مباحات کا استعمال کرتے ہوں مگر ان سے ایسی رغبت نہیں رکھتے۔

جو اللہ تعالیٰ سے یا اس کے احکام سے غافل کر دے

فائدہ: ۱- ظاہر ہے کہ یہ شان خاص جماعت صوفیہ کی ہے تو اس سے اس جماعت کی فضیلت عظیمہ ثابت ہوئی۔

فائدہ: ۲- صوفیہ میں ایک حدیث ان الفاظ سے مشہور ہے **من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف** اور چونکہ بلا اسناد ذکر کی جاتی ہے اس لئے اس پر بے اصل ہونے کا شبہ ہوتا ہے مگر یہ حدیث بانضمام ایک مقدمہ عقلیہ بدیہیہ کے اس حدیث کی روایت بالمعنی ہو سکتی ہے کیونکہ جب وہ جلساء حق ہیں اور جلیس کا جلیس جلیس ہوتا ہے تو ان کے جلیس کا جلیس حق ہونا لازم ہے۔

ذمائم کا مدار قلب پر ہے

۵۳۰- حدیث: بڑائی (یعنی عظمت **بمعنی تعاظم کذافی الحفنی و العزیزی**) قلب میں ہوتی ہے (مطلب یہ ہے کہ ظاہری تواضع کا کچھ اعتبار نہیں

بہت لوگ اس لئے متواضع نظر آتے ہیں کہ ان کو اپنی بڑائی چلانے کی قدرت نہیں ورنہ سب سے زیادہ متکبر ثابت ہوں پس مدار اس کا قلب پر ہے متکبر وہ ہے جو اپنے دل میں اپنے کو بڑا سمجھے اور چونکہ واقع میں کسی مخلوق کو بڑائی حاصل نہیں اس لئے مخلوق کو تکبر حرام ہے اور اللہ تعالیٰ حقیقی بڑائی کے ساتھ موصوف ہیں اس۔ لئے تکبر ان کی صفات کمال سے ہے قرآن مجید میں بھی متکبر ان کی صفات میں وارد ہوا ہے البتہ استکبار سے وہ منزہ ہیں کیونکہ استکبار کی حقیقت یہ ہے کہ واقع میں بڑا نہ ہو اور اپنے کو بڑا سمجھے تو جو واقع میں بڑا ہو وہاں استکبار صادق نہیں آتا اور تکبر عام ہے ہر بڑا سمجھنے کو خواہ واقع میں بھی بڑا ہو جیسے اللہ تعالیٰ خواہ واقع میں بڑا نہ ہو جیسے مخلوق)

فائدہ: مدار ذمائم باطنی کا قلب پر ہے۔

تہلیل میں کثرت

۵۳۱- **حدیث:** اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو (یعنی لاالہ الا اللہ کثرت سے کہا کرو)۔

فائدہ: پورا عمل اس حدیث پر صوفیہ کا ہے ان کے نزدیک گویا یہ لوازم میں سے ہے حفنی نے کہا ہے کہ اس کی کثرت قلب میں نور بڑھاتی ہے اور یہ نفس امارہ کے لئے مثل شمشیر بران کے ہے جو شخص اس پر دوام کرتا ہے وہ اس کے نفس امارہ کو لوامہ تک پھر مطمئنہ تک ترقی دیتا ہے۔

حرف الحاء

اللہ کی نعمتوں کے ذکر کے ذریعہ تربیت میں ترجیح

۵۳۲- **حدیث:** اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بناؤ (یعنی بندوں سے اللہ تعالیٰ کو نعمتوں کا اور رحمتوں کا تذکرہ بکثرت کرو تا کہ ان کو طبعاً اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے اور محبت سے خوب اطاعت کریں اگر تم ایسا کرو گے) تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے۔

فائدہ: اس میں شیوخ محققین کے طرز تربیت کی صاف تائید و تاکید ہے کہ وہ زیادہ تر اسی کا اہتمام و تدبیر کرتے ہیں کہ طالبین کے اکثر حالات پر ان حالات کے

منافع و مصالح اور ان میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت پر مطلع کرتے ہیں اس سے ہمت ونشاط و عمل میں قوت ہوتی ہے۔

۵۳۳- حدیث: حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ جب وہ بچے تھے آپ ان کو کھڑے ہوئے کھلا رہے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھ میں لے کر اول ان کے پاؤں اپنے پاؤں پر رکھے پھر ان کو اوپر اس طرح اونچا کیا کہ ان کے پاؤں اپنے سینہ مُبارک پر جمائے اور ان کا منہ آپ کے دہن شریف کے سامنے ہوگیا پھر ان سے فرمایا منہ کھولو۔ انہوں نے منہ کھول دیا آپ نے ان کا منہ چوم لیا اس حالت میں آپ ان سے خوش طبعی میں یوں فرماتے تھے) قد جینی

لچکتی ڈالی چڑھ جا آنکھیں مچھر والی

فائدہ: حفنی نے کہا کہ اس واقعہ میں بچوں کے ساتھ پیار و دلار کا برتاؤ کرنے کی ترغیب ہے میں کہتا ہوں کہ بجز مغلوب الحال بزرگوں کے اہل اللہ کی عموماً بچوں کے ساتھ یہی عادت ہے اور اس میں خاص حکمتیں بھی ہیں مثلاً بچوں کا دل خوش کرنا اور دیکھنے والوں کی طبیعت کو بے تکلف کر دینا تا کہ استفادہ میں تکلف نہ کریں خود اپنا جی خوش کرنا جس سے اضمحلال و فتور رفع ہو کر عبادت میں نشاط پیدا ہو و امثال ذلک۔

تنہائی کا وقت نکالنا اور اس کی حکمت

۵۳۴- حدیث: ہر شخص کو ضروری ہے کہ اس کے لئے (متفرق طور پر) ایسی مجلسیں بھی ہونا چاہئیں جس میں خلوت اختیار کرے اور ان میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے استغفار کرے۔

فائدہ: حضرات اہل طریق اس کا فعلاً سخت التزام اور قولاً سخت اہتمام رکھتے ہیں کہ خاص خاص اوقات خلوت کے لئے خاص رکھتے ہیں اور ان میں ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں اور تجربہ سے اس کی خاصیت بیان فرماتے ہیں کہ لا ورد لہ لا وارد لہ نیز تجربہ ہوا ہے کہ القاء فی الجلوۃ مشروط ہے تلقی فی الخلوۃ کے ساتھ اور حدیث میں استغفار کی

تخصیص محض ذکری ہے کثرت احتیاج کے سبب باقی مقصود اطلاق دلائل سے مطلق ذکر ہے جو اختلاف مقتضیات کے سبب مختلف ہوسکتا ہے **ومن الدلائل قوله تعالیٰ فاذا فرغت فانصب ومنها قوله علیه السلام ذکر الله خالیا ففاضت عیناه.**

وسوسہ کا علاج اس کے منافع پر مراقبہ کے ذریعہ

۵۳۵- حدیث: تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے شیطان کے فریب کو وسوسہ کی طرف راجع کردیا۔ (یعنی بعضوں پر اس کا اس سے زیادہ قابو نہیں چلتا کہ وہ ان کے قلوب میں برے برے وسوسے ڈال دیتا ہے جن کو وہ بھی برا سمجھتے ہیں مگر ان کی قدرت سے خارج ہوتے ہیں اس لئے گناہ نہیں ہوتا بلکہ کشمکش سے جو مشقت ہوتی ہے اس سے اجر اور قرب بڑھ جاتا ہے تو شیطان نے تدبیر تو کی تھی ضرر پہنچانے کی مگر اور الٹا نفع ہوگیا۔

فائدہ: اہل طریق کے نزدیک وساوس کا یہ متعین علاج ہے کہ اس کے غم میں نہ پڑے بلکہ اس حدیث کے مراقبہ میں مشغول ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو محل حمد فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون عارف ہوگا پھر اس پر غم کو اپنے اوپر سوار کرلینا چہ معنی۔ باقی حزن طبعی مضر نہیں۔ مگر اس کو قصداً بڑھائے نہیں بلکہ اس کو اس مراقبہ سے گھٹانے کی کوشش کرے۔

حزن بھی مجاہدہ کا اعلیٰ طریقہ ہے

۵۳۶- حدیث: کسی امر دینی کے سبب محزون ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام عالی میں ہے یعنی اس سے قرب وقبول میں ترقی ہوتی ہے اور حزن عام ہے خواہ کسی گناہ اختیاری پر ہو خواہ کسی حالت باطنی غیر اختیاری کے سبب ہو اور جن احادیث میں مصائب وبلیات پر اجر وارد ہوا ہے ان کی بناء پر ایسے حزن کو بھی اس حزن دینی کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے غرض مجموعہ دلائل سے ہر حزن کا نافع ہونا ثابت ہے۔

فائدہ: اہل طریق ان دلائل کے ساتھ اپنے مشاہدہ کو بھی منضم کرکے حزن کو طریق مجاہدہ میں سے اعلیٰ درجہ کا طریق فرماتے ہیں پس حدیث میں اس مسئلہ کی تصریح ہے۔

حرف الخاء

صوفیہ محققین کے خصائص

۵۳۷- حدیث: تم سب سے اچھا وہ شخص ہے کہ اس کی طرف دیکھنا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلادے (یعنی اس کی زیارت اور قرب میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے) اور اس کی گفتگو تمہارے علم میں ترقی کرے (یعنی جب وہ کلام کرتا ہے تو حکمت و علم کا کلام کرتا ہے اس سے سننے والوں کے علم میں ترقی ہوتی ہے) اور اس کا عمل تم کو آخرت کی طرف رغبت بڑھادے (یعنی اس کے اعمال صالحہ کو دیکھ کر اس کی رغبت بڑھتی ہے کہ ہم بھی نیک کام کریں کہ آخرت میں نافع ہوں)

فائدہ: اس کا مصداق صوفیہ محققین محققین میں منحصر ہے پس اس حدیث اس جماعت کا خاص امتیاز ثابت ہوتا ہے۔

اعمال و تعلیم میں سہولت کی رعایت

۵۳۸- حدیث: دین کے سب کاموں میں سب سے اچھا وہ کام ہے جو آسان ہو۔

فائدہ: فرائض وسنن تو سب آسان ہی ہیں یہ قید تطوعات کے اعتبار سے ہے کہ بعض لوگ بلا کسی داعی مطلوب کے مقصودیت کے درجہ میں اعمال شاقہ کو اختیار کر لیتے ہیں پھر جب شوق ونشاط یا قویٰ میں ضعف واضمحلال ہو جاتا ہے انقطاع یا فتور ہو جاتا ہے دوسری حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے۔ **علیکم ماتستطیعون فان اللہ لایمل حتی تملوا** محققین مشفقین کا تربیت میں یہی طرز ہے۔

حرف الدال

طالبان حق اور طالبان آخرت کے امتیاز کا ثبوت

۵۳۹- حدیث: دنیا (کی طلب) اہل آخرت کے لئے (وقوعاً) ممتنع ہے اور آخرت (کی طلب) اہل دنیا کے لئے (وقوعاً) ممتنع ہے اور دنیا و آخرت (دونوں کی

طلب) اہل اللہ کے لئے (وقوعاً) ممتنع ہے (یہ مراد نہیں کہ شرعاً منہی عنہ ہے چنانچہ ثانی و ثالث کا منہی عنہ نہ ہونا علی الاطلاق ہے اور اول کا منہی عنہ نہ ہونا اس قید کے ساتھ ہے کہ حدود کے اندر ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ وقوعاً منفی ہے اور نفی بھی بدرجہ ضرورت ولزوم اور یہی لزوم نفی امتناع کی حقیقت ہے پس لفظ حرام بمعنی مصطلح فقہاء یعنی منہی عنہ مستعمل نہیں بلکہ بمعنی لغوی مستعمل ہے جو کہ ہر ممتنع کو شامل ہے خواہ اس کا امتناع دلیل عقلی سے ثابت ہو خواہ دلیل عادی سے خواہ دلیل شرعی سے جیسا اس آیت اسی معنی میں وارد ہے۔

وحرام علی قریة اهلکنا ها انهم لایرجعون بزیادة لاکما فی قوله مامنعک الاتسجد اذا امرتک ای رجوعهم بعد الاملاک ممتنع غیر محتمل للوقوع بالدلیل الشرعی من اخبار الله تعالیٰ عن عدم وقوعه پس حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ اصل طالبان دنیا آخرت کو طلب نہیں کرتے جیسی حالت کفار کی ہے اور اصل طالبان آخرت دنیا کو طلب نہیں کرتے یعنی اس کے طالب نہیں گو حاجت کے لئے کاسب ہوں کیونکہ کسب مذموم نہیں خود حدیث میں کسب حلال کو فرض فرمایا ہے یہ حالت عامہ مومنین کی ہے اور اصل طالبان حق نہ دنیا کو طلب کرتے ہیں نہ آخرت کو یعنی ان کی طرف حالا التفات نہیں کرتے بخلاف عامہ مومنین کے کہ ان کا عدم التفات صرف اعتقادی اور علمی ہے حالی نہیں اہل اللہ کا ان سے بھی امتیاز ہے

فائدہ: اس حدیث میں اہل طریق کے ایسے ہی مقولہ کی تصریح ہے جو ان کے کلام میں بکثرت وارد ہے جس میں انہوں نے طالبان حق کی شان کو طالبان آخرت کی شان سے ممتاز کہا ہے سورۃ رحمٰن کے آخری رکوع اور سورۃ واقعہ کے اول رکوع کی تفسیر بیان القرآن میں ملاحظہ کرنے سے اس تقسیم کی مزید تقویت ہوتی ہے۔

بچوں سے دعا کروانا

۵۴۰- حدیث: میری امت کے نابالغ بچوں کی دعا مقبول ہوتی ہے جب تک کہ (بالغ ہو کر گناہوں کا ارتکاب نہ کریں)

فائدہ: بعض اہل طریق کی عادت ہے کہ بچوں سے اپنی مغفرت وغیرہ کی دعا

کرواتے ہیں یہ حدیث صریح دلیل ہے اس معمول کے نافع اور مستحسن ہونے میں حضرت سمنون محبؒ کا واقعہ مکتب کے بچوں سے ادعو العمکم الکذاب کہہ کر دعا کی درخواست کرنے کا مشہور ہے۔

حرف الذال

اہل کشف و اسرار کیساتھ معاملہ خصوصاً مجذوب و بہالیل

۵۴۱۔ **حدیث**: ایسے عارفین کو جو کہ میری امت میں ہوں گے (ان کے حال پر) چھوڑ دو جن کے ساتھ عالم غیب کی باتیں کی جاتی ہیں (مطلب یہ کہ اسرار غامضہ مکشوف ہوتے ہیں) نہ ان کو (اپنے فتویٰ سے) جنت میں نازل کرو اور نہ دوزخ میں (یعنی نہ ان پر جنتی ہونے کا حکم کرو نہ ناری ہونے کا مراد یہ کہ اگر وہ ان اسرار کے ساتھ تکلم کریں اور غموض کے سمجھ میں نہ آئیں اور ظاہراً خلاف شرع معلوم ہوں تو بے سمجھے نہ ان کے معتقد ہو اور نہ ظاہراً خلاف شرع ہونے کے سبب ان کی تضلیل کرو بلکہ ان کا معاملہ خدائے تعالیٰ کے سپرد کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے روز ان کا فیصلہ فرمادیگا۔

فائدہ: اور بعض اوقات ان کے بعض افعال بھی جو ان ہی اسرار مکشوفہ غامضہ پر مبنی ہوتے ہیں اہل ظاہر کی سمجھ میں نہیں آتے جیسے حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات قرآن مجید میں مذکور ہیں گو شرائع میں ایسے مبانی کے اعتبار و عدم اعتبار میں اختلاف ہوسکتا ہے اور اس غموض کے سبب بعض اوقات وہ اقوال و افعال خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں تو اس حدیث میں ان کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریق بتلایا گیا ہے نہ ان کو ولی اور نہ جنتی سمجھو اور نہ ان کو گمراہ اور دوزخی سمجھو بلکہ ان کو اللہ تعالی کے حوالہ کرو اور اس معاملہ میں چند قیدیں ہیں ایک یہ کہ دلیل اجمالی سے ان کا عارف ہونا معلوم ہو جائے جیسا کہ لفظ عارفین میں اس طرف اشارہ ہے اور وہ اجمال دلیل اہل قلوب سلیمہ کا ان کے اندر ذوقاً نور قبول کا ادراک کرنا اور اس ادراک کے سبب ان کے ساتھ بے ادبی نہ کرنا اور ان کے اقوال و افعال پر سختی سے نکیر نہ کرنا ہے ورنہ اگر اس اجمالی دلیل

سے بھی ان کا عارف ہونا معلوم نہ ہو تو ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے بلکہ ایسے اقوال و افعال پر سختی سے نکیر کیا جائے گا اور اس قائل و فاعل پر گمراہی و استحقاق نار کا فتویٰ دیا جائے گا اور ان اقوال و افعال میں تاویل نہ کی جائے گی۔

دوسری قید یہ ہے کہ دلیل تفصیلی سے ان کا عارف ہونا معلوم نہ ہو اور دلیل تفصیلی یہ ہے کہ جو علماء و مشائخ علوم ظاہر باطن کے جامع ہیں وہ ان کو ظناً مقبول سمجھتے ہوں ورنہ اگر اس تفصیلی دلیل سے ان کا عارف ہونا معلوم ہو تو ان کے لئے بھی یہ حکم نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ان پر مقبولیت و استحقاق جنت کا فتویٰ دیا جائے گا اور ان اقوال و افعال میں تاویل کی جائے گی جیسے اس شان کے بہت اولیاء امت میں گزرے ہیں حدیث انتم شهدآء الله فی الارض و نیز قصہ خضر علیہ السلام جو قرآن مجید میں مذکور ہے اس کی کافی دلیل ہے اور ایک قید یہ ہے کہ ان کا کوئی عذر شرعی بین نہ ہو جیسے اختلال عقل ورنہ ان کے لئے مرفوع القلم ہونے کا اور اس عذر کے طاری ہونے سے قبل کی حالت کا اعتبار کر کے عدالت نافسق کا فتویٰ دیا جائے گا۔ پس کسی قسم کا فتویٰ دینے سے ممانعت ایسے شخص کے حق میں ہے جس میں دونوں احتمال ہیں اس لئے احتمال صلاح پر مردودیت کا فتویٰ نہ دیں گے اور احتمال فساد پر مقبولیت کا فتویٰ نہ دیں گے بلکہ سکوت کریں گے اور بعض اوقات اس عذر شرعی کے بین یا غیر بین ہونے میں ایک غلطی ہو جاتی ہے اور وہ غلطی یہ ہے کہ بعض اوقات عقل میں اختلال ہوتا ہے حواس سالم ہوتے ہیں جیسے بہائم کہ سلیم الحواس ہوتے ہیں مگر عاقل نہیں ہوتے بعض اہل ظاہر سلامتی حواس کو سلامتی عقل سمجھ کر دھوکہ کھاتے ہیں اور ان کو غیر معذور سمجھ کر ان کو گمراہ سمجھتے ہیں اس لئے اس میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے اور بعض لوگ اس کے مقابل دوسری غلطی کرتے ہیں کہ باوجود کسی قسم کے احتمال صلاح و عذر نہ ہونے کے خلاف شرع لوگوں کے معتقد ہو کر ایسے اقوال و افعال میں ان کا اتباع کر کے اپنا ایمان خراب کرتے ہیں پس حدیث میں دونوں جماعتوں کی اصلاح ہے اور سہل معیار اس حدیث پر عمل کرنے کا یہ ہے کہ اپنے زمانے کے اہل فہم و اہل تقویٰ و

اہل تحقیق و اہل احتیاط کا معاملہ ایسے لوگوں کے ساتھ دیکھ لے اور ویسا ہی خود بھی کرے۔اور حدیث گوسنداً ضعیف ہے مگر اس کا مضمون آیات قرآنیہ سے متأید ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تقف مالیس لک بہ علم و قال تعالیٰ ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا وقال تعالیٰ بل کذبوا بمالم یحیطوا بعلمہ

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علامہ عزیزی وعلامہ حفنی کی کچھ عبارتیں بھی بقدر ضرورت نقل کردوں تاکہ تفصیل مذکور میں مجھ کو مخترع نہ سمجھا جائے۔

قال العزیزی عن المناوی ویظهر ان المراد بهم المجاذیب ونحو هم الذین یبدو منهم ما ظاهره یخالف الشرع فلا نتعرض لهم بشیء ونسلم امرهم الی اللہ تعالیٰ و قال الحفنی اترکوا مخالطة المجاذیب و التکلم فیهم ای لا تحکموا بانهم من اهل الجنة لا عتقاد کم فیهم الولایة ولا تحکموا بانهم من اهل النار نظر العملهم المعاصی ظاهرا بل فوضوا امرهم لمولاهم.

مجانین الا ان سرجنونهم عزیز علی ابوابهم یسجد العقل اھ

اور علامہ حفنی نے اپنی عبارت میں ایک فائدہ زائدہ بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ دزوا کے معنی میں تعمیم کی ہے کہ ان کو چھوڑنے کے معنی یہ ہیں کہ ان سے ملو بھی مت اور ان کے باب میں کلام بھی نہ کرواھ اگر محاورہ کے اعتبار سے اس تعمیم کا مدلول حدیث ہونا کسی کے نزدیک محل کلام ہو تب بھی مدعا دوسرے طور پر حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ معاملہ قولی مستقل دلیل سے اس معاملہ فعلی کو مستلزم ہے کیونکہ جب اس میں احتمال فساد کا ہے جو مبنی ہے معاملہ قولی کا اور اہل فساد کی مخالطت سے اجتناب کا وجوب ثابت ہے پس ایسے شخص کی مخالطت سے بچنا بھی واجب ہے تو یہ دوسرا جزو اگر حدیث کا بلا واسطہ بھی مدلول نہ ہو مگر جزو اول کے واسطہ سے مدلول ہے واللہ اعلم۔

تدوین سوانح اولیاء کی اصل

۵۴۲- حدیث: صالحین (کے مناقب وصفات کا) تذکرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اصل ہوسکتی ہے بزرگوں کے حالات وسوانح ضبط کرنے کی جیسا ہمیشہ سے امت کا معمول رہا ہے اور اس کی طبعی اور مشاہد خاصیت یہ ہے کہ ان کی محبت بڑھتی ہے اور اس محبت سے ان کی اطاعت کی رغبت اور طاعت کی ہمت بڑھتی ہے۔

حرف الراء

بعض اولیاء کا ظاہر میں حقیر ہونا

۵۴۳- حدیث: بعض اشخاص ایسے ہیں (غایت بے سروسامانی کے سبب) ان کے بال بھی میلے اور کپڑے بھی میلے دروازوں پر دھکے دیئے جاتے ہیں (یعنی جہاں جائیں کوئی کھڑا ہونے نہیں دیتا مگر عنداللہ ان کا یہ درجہ ہے کہ) اگر وہ اللہ پر قسم کھا بیٹھیں یعنی ان کے منہ سے یہ نکل جائے کہ (قسم ہے اللہ تعالیٰ ایسا کریں گے) تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے تین امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ بعض اولیاء اللہ ظاہر میں ذلیل وخوار ہوتے ہیں تو ولایت کے لئے وجاہت دنیویہ لازم نہیں دوسرا یہ کہ بعض اولیاء کی یہ خاص شان بھی ہوتی ہے کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ پورا کر دیتے ہیں اور تیسرا امر لفظ رب سے جو تقلیل کے لئے ہے کما قال الحنفی معلوم ہوتا ہے سب اولیاء اللہ کے لئے ایسا ہونا لازم نہیں بلکہ بعض ترک دعا کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہر ایک کی شان جدا ہے امر اول کے متعلق کہا گیا ہے

مبین حقیر گدایان عشق را کاین قوم شہان بے کمر وخسروان بے کلہند

امر ثانی کے متعلق کہا گیا ہے

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بین کہ ناز برفلک وحکم برستارہ کنم

امر ثالث کے متعلق کہا گیا ہے

التشرف -۲۰

قوم دیگرے شناسم زاولیاء　　　که دہان شان بستہ باشد از دعا
ہرچہ آید پیش ایشان خوش بود　　　آب حیوان گرد دار آتش بود
پس چرا گوید دعا الاگر　　　در دعا بیند رضائے دادگر

(از دفتر سوم مثنوی قصہ اولیا راضی باحکام قضا و سوال کردن بہلول)

شیخ جاہل سے بیعت جائز نہیں

۵۴۴- حدیث: بعض عابد جاہل ہوتے ہیں اور بعض عالم بدعمل ہوتے ہیں (یعنی بعض عمل میں مشغول ہوتے ہیں مگر علم سے عاری ہوتے ہیں اور بعض علم کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں عمل سے عاری ہوتے ہیں سو تم لوگ جاہل عابدوں سے اور بدعمل عالموں سے بچو۔

فائدہ: بچنے سے مراد یہ ہے کہ ان سے صحبت و اختلاط و تعلق خاص مت رکھو کیونکہ علم کی کمی یا عمل کی کمی سے ظاہر ہے کہ ان کی دینی حالت درست نہ ہوگی اور صحبت مؤثر ہوتی ہے تو ان کی صحبت سے تمہاری دینی حالت بھی خراب ہو جائے گی۔ باقی اگر صحبت نہ ہو محض ضرورت کے وقت ان سے استفادہ کرلیا جائے تو اس باب میں ان دونوں کا حکم جدا ہے یعنی عالم بے عمل ہے تو ایسا استفادہ جائز ہے مثلاً اس سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرلیا جائے کیونکہ فتویٰ تو نقل ہے حکم صحیح کی اور حکم صحیح کا اس کو علم حاصل ہے اس لئے فتویٰ بتلا سکتا ہے اس لئے اس سے پوچھ لینا درست ہے بشرطیکہ اس کی یہ بدعملی غلط مسئلہ بتلانے تک نہ پہنچ گئی ہو جیسا کہ بعض فرق ضالہ کے علماء مضل بھی ہوتے ہیں اور اس کی تشخیص و تحقیق علماء حق کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے اور جاہل عابد سے ایسا استفادہ بھی جائز نہیں کیونکہ علمی فائدہ تو علم پر موقوف تھا اور وہ علم سے عاری ہے اور عملی فائدہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ خود عمل کے لئے علم صحیح شرط ہے۔ جب وہ علم صحیح نہیں رکھتا تو اس کا عمل بھی صحیح نہیں ہوگا تو صحبت سے یہی عمل حاصل ہوگا جو کہ خلاف دین ہے پس اس سے کسی قسم کا استفادہ جائز نہ ہوگا۔ اس سے خوب ثابت ہو گیا کہ جس درویش

کو ضروری احکام بھی شریعت کے معلوم نہ ہوں اس کو پیر بنانا اور اس کا اتباع کرنا بالکل ناجائز ہے اگر دھوکہ سے ایسا ہو گیا اس سے قطع تعلق کر لینا واجب ہے **ولا یضر ضعف السندلان المعنی ثابت بدلائل قویة ومنها حدیث الرجل علیٰ دین خلیله فلینظر احد کم من یخاله وھو مذکور فی باب الراء ایضاً بزمر (دت) عن ابی ھریرة و ھو حدیث حسن.**

اولیاء پر آثار خوف یا شوق کا لزوم

۵۴۵- **حدیث**: اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم فرمائے کہ ان کو (دیکھنے والے) لوگ بیمار گمان کرتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں (وجہ ان کے بیمار ہونے کی ان پر خوف الٰہی وفکر آخرت کا غلبہ ہے۔ خوف وفکر میں آدمی کی حالت بیماروں جیسی ہوتی ہے)۔

فائدہ: اس حدیث میں جیسی فکر وخوف کی فضیلت ہے اسی طرح اولیاء کی ایک علامت بھی ہے **ھکذ اعللو الحکم بالخوف** اور اس صورت میں یہ حکم خاص ہو گا اہل خوف کے ساتھ مگر میرے ذوق میں یہ ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ مشترک ہے سب اولیاء میں جس کا سبب بعض میں خوف ہے اور بعض میں شوق اور ان دونوں سے کوئی دل خالی نہیں ہے اور شوق بھی بیمار ولاغر ومضمحل کر دیتا ہے **کماقال صاحب البردة و الحب یعترض للذات بالالم** اور حدیث میں کوئی خاص علامت مذکور نہیں پس دونوں کو عام ہے۔

غیر عارف کی عبادت پر عارف کی عبادت کی فضیلت

۵۴۶- **حدیث**: ایک رکعت اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہو (جس کو عارف کہتے ہیں) افضل ہے اس شخص کی ہزار رکعت سے جو اللہ تعالیٰ کو (جان سکتا تھا مگر) نہ جانتا ہو۔ (اس ترجمہ میں اس کا نکتہ بتلایا گیا ہے کہ جاہل نہیں فرمایا متجاہل فرمایا کیونکہ جس شخص کے پاس جاننے کا سامان ہی نہ ہو وہ معذور ہے اس کا تھوڑا علم بھی بجائے پورے علم کے ہے)

۵۴۷- **حدیث**: دو رکعت ایسے شخص کی جو صاحب ورع ہو (یعنی حرام سے بچتا ہو) اس شخص کی ہزار رکعت سے افضل ہے جو ملے جلے عمل کرتا ہے (کچھ اچھے کچھ برے اس مقام پر عزیزی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ہزار سے مراد تکثیر ہے تحدید نہیں اور حفنی نے اس تفصیل کی وجہ میں کہا ہے کہ عمل غیر صالح جب صالح کے ساتھ مخلوط ہوتا ہے تو اس سے نور و برکت کو زائل کر دیتا ہے اھ گو نفس عمل کا اجر باقی رہتا ہے)۔

۵۴۸- **حدیث**: دو رکعت عالم کی افضل ہے غیر عالم کی ستر رکعت سے (یہاں ستر رکعت فرمایا اور دو حدیثوں میں ایک ہزار پھر ان دو میں سے ایک میں دو رکعت کو افضل فرمایا اور ایک میں ایک رکعت کو اور نصوص میں تعارض ہوتا نہیں۔ اس لئے عزیزی کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ مراد تکثیر ہے تحدید نہیں اور اخیر حدیث میں غیر عالم سے مراد وہی ہے جو متجاہل سے مراد ہے۔

فائدہ: میں نے اپنے مرشد علیہ الرحمہ سے سنا تھا کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہے ان حدیثوں میں اس تفصیل کی تصریح ہے اور چونکہ حدیث میں تحدید مقصود نہیں لہٰذا لاکھ سے بھی تعبیر صحیح ہے اور وجہ اس افضلیت کی عبادت کے آداب و حقوق دقیقہ کو جاننا اور بجالانا ہے۔

معمولات میں راحت کی رعایت

۵۴۹- **حدیث**: قلوب کو وقتاً فوقتاً راحت دو۔

فائدہ: اس میں اسی طریق کا امر ہے جو مشائخ محققین مربین کا معمول ہے کہ طالب کی تربیت میں مجاہدات و ریاضات کے ساتھ اس کی راحت جسمانی و نفسانی کا لحاظ رکھتے ہیں کبھی خفت عمل سے کبھی وقفات و فترات سے۔ یہ عبادت حالیہ میں نشاط میں اور عبادت مستقبلہ میں دوام میں معین ہوتا ہے اور وقفات و فترات جو قانون سے ہوں دوام کے منافی نہیں اور راحت بدنیہ کا مفہوم تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں وارد ہے شاید اسی لئے یہاں ذکر نہ کی گئی ہو اور راحت نفسانیہ یہ کہ فکر و مراقبہ میں زیادہ تندہی نہ کریں خیال پر زیادہ زور نہ ڈالیں اس سے پریشانی میں زیادتی ہو کر اصل عمل سے بھی باز رہ جاتا ہے۔

حرف الزائے

بلاضرورت شیخ کی صحبت لازم نہیں

۵۵۰- حدیث: (جس سے بکثرت ملنا ہواس سے) درمیان ناغہ کر کے ملا کرو اس سے محبت میں ترقی کرو گے۔ زائر کی محبت میں بھی اور مزدور کی محبت میں بھی کیونکہ ناغہ سے اشتیاق بڑھ جاتا ہے۔

فائدہ: اور یہ اس وقت ہے جب ملنا ہی مقصود ہو اور اگر کچھ اور بھی مقصود ہو جیسے استفادہ علوم ظاہرہ یا باطنہ کا اس وقت ناغہ کرنا مطلوب نہیں اور یہ حدیث اصل ہے اکثر بزرگوں کے اس معمول کی کہ بلا حاجت مذکورہ بالا اپنے شیخ کی خدمت میں زیادہ قیام نہیں کرتے اور تجربہ بھی ہے کہ دوام ملازمت سے عظمت واحترام میں ضعف ہو جاتا ہے۔

اہل اللہ سے ملاقات کا اہتمام

۵۵۱- حدیث: اللہ (کی خوشنودی) کے لئے ملا کرو جو شخص (کسی سے) اللہ کے لئے ملتا ہے اس کے ساتھ (اکراماً) ستر ہزار فرشتے چلتے ہیں (جاتے ہوئے یا واپس آتے ہوئے کذا قال العزیزی)

فائدہ: یہ اصل ہے اس عادت کی جو اہل طریق کا معمول ہے کہ اہل اللہ سے صرف ملنے ہی کا اہتمام کرتے ہیں اور منشاء اس کا محض تعلق مع اللہ ہوتا ہے۔

عطیہ اہل اللہ سے عار واعراض نہیں کرنا چاہئے

۵۵۲- حدیث: (اپنے بھائی (مسلمان) سے اس کے گھر جا کر ملاقات کرنے والا (اور وہ اگر کھانا کھلائے) اس کا کھانا کھانے والا درجہ میں اس سے بڑا ہے جو اس کو کھانا کھلاتا ہے (کیونکہ قصد کر کے اس کے گھر جانا اور اس کے کھانا کھلانے پر کھانا کھا لینا عار نہ کرنا یہ دونوں علامات تواضع سے ہیں اور چونکہ سبب اس تواضع کا حب فی اللہ ہے تو حقیقت میں یہ تواضع للہ ہے اس کے رافع درجات ہونے

میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ گو اطعام کے ثواب میں وہ گھر والا بڑھا ہوا ہو مگر مجموعی طور پر قواعد سے زائر کو فضیلت معلوم ہوتی ہے کیونکہ مطعم نے تو مال ہی خرچ کیا جو سہل اور طاعم نے جاہ خرچ کیا جو دشوار ہے اور اجر بقدر مشقت ہے وھذا من ذوقی الماخوذ من کلیات الشرع واللہ اعلم)

فائدہ: اس میں اصل ہے اہل طریق کی عادت کی کہ باوجود اس کے کہ اکثر اوقات ملوک وسلاطین کے عطائے کثیر سے بھی عار کرتے ہیں مگر اہل اللہ کی ادنیٰ چیز کو رغبت واعتقاد برکت کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے کچھ نفع مالی طعام وغیرہ حاصل کرنے کا اہتمام یا ان سے سوال کرے بعض اوقات ایسا اہتمام بوجہ مفضی یا موہم اذیت وثقل ہونے کے خلاف ادب ہوتا ہے اسی طرف اثنائے ترجمہ میں اس عبارت سے اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ اگر کھلا دے بعض لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں۔

زہد سبب راحت ہے

۵۵۳- **حدیث:** دنیا کی بے رغبتی قلب اور بدن (دونوں) کو راحت دیتی ہے اور دنیا کی رغبت قلب اور بدن (دونوں) کو تعب میں ڈالتی ہے (اور وجہ ظاہر ہے کہ جب دنیا کی محبت ہوگی ہر وقت قلب اس کی طلب اور اسباب ترقی کی فکر میں رہے گا پھر اسباب کے جمع کرنے میں جوارح سے سعی حد سے زیادہ کرے گا تو قلب اور بدن دونوں محنت میں مبتلا ہوں گے اور زہد میں دونوں سے محفوظ رہے گا)۔

فائدہ: اہل اللہ کی راحت کا یہ راز ہے جو مشاہد ہے۔

حرف السین

ضعیف العقل لوگوں سے معاملہ

۵۵۴- **حدیث:** (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ بنی آدم میں سے جو لوگ مغفل ہیں ان کو عذاب نہ دیں اللہ تعالیٰ نے وہ لوگ مجھ کو عطا کر دیئے (یعنی میری درخواست پر ان کو معاف فرما دیا)

فائدہ: بعض لوگ فطرۃً یا کسی حالت کے غلبہ سے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ قانون شرعی سے غیر مکلّف تو نہیں ہوتے مگر پورے باہوش و باخبر بھی نہیں ہوتے اس لئے ان سے بعض احکام میں غفلت ہو جاتی ہے **وھو معنی ما قال الحفنی و ان لم تقع منھم عبادۃ** اور باوجود مکلّف ہونے کے احکام میں کوتاہی کرنا ظاہر ہے کہ گناہ ہے تو یہ کہنا بھی صحیح۔ ہے کہ ان سے گناہ کا کام بھی ہوتا ہے پس ایسے گناہ ان سے ہو سکتے ہیں نہ وہ گناہ جو بلا واسطہ گناہ ہیں جیسے زنا و سرقہ و شرب خمر وغیر ہا **وھو معنی ماقال العزیزی لم یتعمدوا الذنوب وھو حاصل الارجاع الذی قلت.**

ظاہر یہ ہے کہ حدیث میں ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور اطفال غیر مکلفین کا مراد ہونا بعید ہے کیونکہ قانون شرعی سے ان میں مواخذہ کا احتمال ہی نہیں اس لئے وہ محل سوال ہی بخلاف ان مذکورین کے کہ بوجہ مکلّف ہونے کے مواخذہ کے مستحق ہیں اس لئے آپ نے ان کے متعلق درخواست عدم مواخذہ کی فرمائی کیونکہ ایسے لوگوں کو پابندی احکام میں سخت اہتمام کی حاجت ہے اور ایسے شدید اہتمام پر دوام عادۃً متعسر ہے اگر چہ متعذر نہیں آپ نے ان کے تعسر پر نظر فرما کر شفاعت عدم مواخذہ کی فرمائی جو قبول ہوگئی۔ اسی سنت نبویہ والہیہ کے موافق شیوخ مربین بھی ایسے لوگوں کے ساتھ معاملہ عفو و صفح کا کرتے ہیں جس کی نسبت معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی قوت فکریہ ضعیف ہے اگر اس کا استعمال کرنا چاہیں تب بھی غفلت ہو جاتی ہے تو گو معذور نہیں مگر کالمعذور ہیں پس یہ لوگ عدیم العقل تو نہیں مگر سلیم العقل بھی نہیں بلکہ سقیم العقل یا عقیم العقل ہیں جن کی تعبیر کے لئے عرف و محاورہ میں بلہ کا لقب مناسب ہے۔

فائدہ: ۲ - اگر اس حدیث کو حدیث ذروا العارفین الخ کے ساتھ ملا لیا جائے جو کہ حرف ذال کی اول حدیث ہے تو جن لوگوں کی حالت خلاف ظاہر ہے ان کی سب اقسام اور ان اقسام کے احکام کی کافی تحقیق معلوم ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

فتنہ کے زمانے میں گوشہ نشینی

۵۵۵- حدیث: سلامتی آدمی کی فتنہ (کے زمانہ) میں یہ ہے کہ اپنے گھر کو لپٹا رہے (یعنی بلاضرورت اختلاط چھوڑ دے)

فائدہ: ۱- حدیثوں میں جہاں فتن سے استعاذہ آیا ہے اس کی دو قسمیں کی گئی ہیں ماظھر منھا و مابطن پس حدیث بالا میں فتنہ اپنے اطلاق سے دونوں قسموں کو شامل ہے فتنہ ظاہرہ جیسے محاورات بین المسلمین عند فقد الامام اور باطنہ جیسے شیوع بدعات ومنکرات مع الاعجاب والاصرار اکثر اہل ظاہر نے اس حکم کو قسم اول کے وقت سمجھا ہے اور صوفیہ نے عام لیا ہے یہی وجہ ہے کہ مدت سے ان حضرات نے عزلت کو ترجیح دی ہے۔

عزلت کی نیت میں حدیث
اور کلام صوفیہ کے فرق کی وضاحت

فائدہ: ۲- حدیث سے بالکل ظاہر ہے کہ سبب اس عزلت کا تحرز عن الفتن ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ اہل فتن کے ضرر سے بچنے کی نیت ہو گی اور بعض اہل طریق سے منقول ہے کہ عزلت میں یہ قصد نہ ہو کہ میں لوگوں کے شر اور ضرر سے بچوں بلکہ یہ قصد ہونا چاہئے کہ لوگ میرے شر اور ضرر سے بچے رہیں تو ظاہراً یہ قول حدیث سے معارض ہے مگر تامل کے بعد معارض نہیں کیونکہ حدیث حقیقت ہے اور ان کا قول معالجہ ہے عجب و کبر کا جس کی ضرورت مبتدی کو ہے یعنی گو اصل داعی عزلت کا توقی عن ضرر الناس ہے لیکن اس کے استحضار سے خوف ہے کہ اپنے کو بری عن العیوب اور لوگوں کو آلودہ عیوب سمجھنے لگے اس لئے معالجہ کے لئے یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ بجائے لوگوں کے عیوب کے متحضر رکھنے کے اپنے عیوب کو متحضر رکھے اور یہ بنا واقع کے بھی مطابق ہے کیونکہ اختلاط سے دونوں ہی جانب ضرر و اضرار محتمل ہے اور اس کی ضرورت مبتدی کو ہے جو استحضار عیوب ناس کے ساتھ تواضع کو جمع نہیں کر سکتا بخلاف منتہی اور کامل کے کہ تمام عالم کے عیوب اگر اس کے سامنے اس طرح آ جائیں کہ ان

میں کوئی تاویل و عذر بھی نہ ہو سکے تب بھی اس میں کبر و عجب کا احتمال نہیں ہو سکتا اور صورت اس کی دو ہیں ایک اس کا استحضار دائمی کہ اعتبار مال کا ہے اور ممکن ہے کہ دوسروں کا مال میرے مال سے بہتر ہو نفی کبر کے لئے یہ بھی کافی ہے دوسری صورت اس کا استحضار کہ ممکن ہے کہ دوسرے شخص میں فی الحال ہی کوئی ایسی مخفی خوبی ہو جو میری تمام خوبیوں سے عنداللہ زیادہ پسندیدہ اور مجھ میں کوئی ایسی مخفی گندگی ہو جو دوسرے شخص کے تمام عیوب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو تو فی الحال ہی اس کی مجموعی حالت میری مجموعی حالت سے بہتر ہوا اور یہ نفی کبر میں وافی ہے تو ایسے کامل کا اگر عزلت سے یہ بھی قصد ہو کہ میں لوگوں کے ضرر سے محفوظ رہوں تو کچھ بھی حرج نہیں خوب سمجھ لو اور اکابر پر مخالفت حدیث یا غفلت عن الحدیث کا گمان مت کرو۔

قبور کا نشان باقی رکھنے میں حد اعتدال

۵۵۶- حدیث: قبروں کو سطح زمین کے برابر کر دو جب (مردہ کو) دفن کر چکو۔

فائدہ: برابر کرنے کا مطلب بے نشان کرنا نہیں ہے زیارت کے لئے نشان رکھنا تو خود سنت سے ثابت ہے چنانچہ ابوداؤد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر رکھ کر یہ حکمت فرمانا مروی ہے **اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی** (مشکوٰۃ) بلکہ مراد یہ ہے کہ بہت اونچی مت بناؤ چنانچہ مسلم کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **ولا قبراً مشرفاً الاسویته** (مشکوٰۃ) معلوم ہوا کہ تسویہ مقابل اشراف یعنی ارتفاع کے ہے پس مٹانے کی کوشش کرنا افراط ہے اور اونچی بنانا تفریط ہے مجموعہ احادیث میں اعتدال کی تعلیم ہے اور علماء و صوفیہ دونوں میں اہل غلو کی اصلاح ہے۔

پوشیدہ اور علانیہ عمل کی ایک دوسرے پر فضیلت

۵۵۷- حدیث: (تطوعات میں) پوشیدہ (عمل فی نفسہ) افضل ہے علانیہ سے (اور فرائض میں یہ حکم نہیں ہے) اور علانیہ (عمل ایک عارض سے) افضل ہے

اس شخص کے لئے جس کی یہ نیت ہو کہ اس کا اقتداء کیا جائے گا (وہ عارض یہی ہے)۔

فائدہ: یہاں پوشیدہ اور علانیہ سے مراد وہ ہے جہاں قصداً اخفا یا اعلان ہو اس کا قرینہ اعلان میں تو لمن اراد ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جس شخص کی یہ نیت ہو گی وہ قصداً ہی اعلان کرے گا اور تقابل کا تناسب میں متبادل یہ ہے کہ اخفا میں قید قصد ہی کی ہو گی۔

اس تقریر پر ایک صورت اور رہ گئی کہ نہ اخفا کا قصد ہو نہ اعلان کا اس میں چونکہ کوئی نیت نہیں اس میں صرف عمل کا اجر ملے گا کسی خاص نیت کا اجر نہ ملے گا۔ اس لئے اس قسم کا رہ جانا مخل حصر نہیں کیونکہ یہاں حصر مطلق کا عمل نہیں بلکہ اس عمل کا جو مقرون ہو نیت صالحہ سے پس اس کی یہی دو قسمیں ہوں گی ایک وہ جس میں تاکد اخلاص کی نیت ہو ایک وہ جس میں دوسروں کی اقتداء کی نیت ہو اور نیت صالحہ کی قید سے قصد ریا نکل گیا وہ مقسم ہی میں داخل نہیں پس اب حصر بالکلیہ محفوظ رہا۔ اب یہ سوال باقی رہا کہ جس میں صرف عمل ہی کی نیت ہو نہ اخفا کا قصد ہو نہ اعلان کا اس کی فضیلت کا کیا حکم ہے سو منقول تو نظر سے نہیں گزرا مگر قواعد طریق سے کہ وہ کسی دلیل شرعی کے متصادم نہیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حالت سب سے اکمل ہے کیونکہ اس عامل کا التفات و نظر مخلوق کی طرف بالکل ہی نہیں جس سے اخفا یا اظہار کا قصد کرتا اور گو تضاعف اجر نہ ہو مگر اکملیت کی بنا پر اس کا ایک ہی اجر ان دونوں کے دو اجر سے زائد ہو سکتا ہے کہ اس اساس اس شخص کے عمل کی توحید غالب ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اکثر عوام کی یہی حالت ہوتی ہے کہ کسی خاص قصد کا استحضار نہیں ہوتا خالی الذہن ہو کر عمل کرتے ہیں تو چاہئے کہ اکثر عوام ان خواص اہل نیت سے افضل ہو جائیں جواب یہ ہے کہ مدار افضلیت علی الاطلاق یہ عدم استحضار ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ عدم استحضار جس کا منشاء کمال توحید ہو اور عوام کے عدم استحضار کا منشاء تو غفلت غصہ ہے حتیٰ کہ ان کو خود عمل کا بھی پورا استحضار نہیں رہتا محض بنا بر اعتبار عمل کر لیتے ہیں گو کسی درجہ میں نفس نیت عمل کی ہوتی ہے مگر اس نیت میں کمال کا درجہ نہیں ہوتا۔

شیخ کا ریا مرید کے اخلاص سے افضل ہے (اس مقولہ کا ماخذ)

فائدہ: یہ حدیث اصل ہے اکابر کے اس مقولہ کی کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید، پس یہ ریا لغوی ہے بمعنی اظہار نہ کہ شرعی بمعنی ارادۃ اظہار لغرض دنیوی اور یہ خیریت فی نفسہ نہیں بلکہ عارض کے سبب ہے کہ اس کا نفع متعدی بھی ہوگا اور گو نفع متعدی علی الاطلاق افضل نہیں ہوتا عمل لازم سے مگر یہاں لازم و متعدی کا مجموعہ متحقق ہے اس لئے مجرد لازم سے افضل ہوسکتا ہے۔

حرف الشین

اہل خطرات کی فضیلت

۵۵۸- حدیث: دریا کا شہید (یعنی جو غزوہ کے لئے دریا کا سفر کرے اور شہید ہوجائے) خشکی کے دو شہیدوں کے برابر ہے (کیونکہ اس نے دو خطرے اختیار کیے ایک قتال دوسرا رکوب بحر کذا قال العزیزی) اور اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کے قبض کرنے کے لئے ملک الموت کو مقرر فرما رکھا ہے مگر دریا کے شہیدوں کی روح خود قبض فرماتے ہیں (اس میں ملک الموت کا واسطہ نہیں ہوتا تا کہ ان کا شرف ظاہر ہو)۔

بعض حضرات کی موت بلا واسطہ ملک الموت ہوتی ہے

فائدہ: اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ خطرات کے بڑھنے سے اجر بڑھتا ہے اور اشتراک علت سے اہل طریق کے اجر و قرب کا حال معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کے خطرات سب خطرات سے اشد و اصعب ہیں چنانچہ جن پر گزرتی ہے وہ جانتے ہیں وللہ در القائل

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اور دوسرا مسئلہ یہ کہ بعض اموات کی موت میں ملک الموت واسطہ نہیں ہوتے اور شہداء بحر کی تخصیص اسی تعلیل مذکور سے ممکن ہے کہ اضافی ہو جن کے خطرات بحر کے خطرات سے بھی اشد ہوں ممکن ہے کہ یہ شرف ان کے لئے بھی ہو و علیہ یحمل قول القائل

درکوے تو عاشقاں چناں جان بدہند　　کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

حرف الصاد

تکمیل عبادت کے لئے مراقبہ معین

۵۵۹- حدیث: اس شخص کی سی نماز پڑھو جو (اپنی زندگی کو ختم سمجھ کر سب کو) رخصت کرر ہا ہے (ظاہر بات ہے کہ اگر کسی کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ میری عمر ختم ہوگئی اور یہ اخیر نماز ہے تو وہ کیسی پڑھے گا) گویا (نماز کی حالت میں) تو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے (یعنی اگر خدائے تعالیٰ کو دیکھتا تو کیسی نماز پڑھتا پس اسی نماز کے مشابہ پڑھ) کیونکہ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے سو وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے (اور اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ تو ویسی ہی نماز پڑھ جیسی اس کو دیکھ کر پڑھتا کیونکہ طبعی امر ہے کہ اگر کوئی کام کسی بڑے عظیم الشان حاکم کے حکم سے کیا جائے تو جس حالت میں تم اس کو دیکھتے ہو اس حالت میں جیسا دل سے اور توجہ سے اس کام کو سنوار کر کرو گے۔ اسی طرح اس حالت میں بھی سنوار کر کرو گے جب تم تو اس کو نہ دیکھتے ہو مگر یہ یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ تم کو چلمن سے یا کسی دریچہ سے یا روشن دان سے دیکھ رہا ہے دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہ ہوگا تو اسی طرح گو تم خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے ہو لیکن یہ تو یقینی اعتقاد ہے کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے تو ویسی ہی عبادت کرو جیسی اس کو دیکھ کر کرتے۔

فائدہ: حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو مذکور ہوا اور وہ مطلب نہیں جو مشہور ہے کہ اس میں یہ مراقبہ بتلایا گیا ہے کہ تم یہ تصور کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور جو شخص یہ مراقبہ نہ کر سکے وہ دوسرا مراقبہ کرے کہ وہ تمکو دیکھ رہا ہے یہ مطلب دو وجہ سے صحیح نہیں نقلاً بھی عقلاً بھی پھر نقلاً کلیاً بھی جزئیاً بھی جزئیاً تو اس لئے کہ الفاظ اس پر دال نہیں چنانچہ اہل عربیت پر ظاہر ہے اور کلیاً اس لئے کہ دلائل شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا میں رویت ممتنع ہے اور ممتنع شرعی کو واقع فرض کرنے میں مزاحمت ہے شرع کی جو شرع سے محتمل نہیں اور نہ اس کی کہیں نظیر منقول ہے اور عقلاً اس طرح کہ اگر یہ مراد ہوتی تو اس کا فرض کرنا ہر وقت ہر شخص کو ممکن ہے کیونکہ فرض تو محالات کا بھی ہو سکتا ہے پھر اس

کے کیا معنی کہ اگر یہ مراقبہ ممکن نہ ہو تو دوسرا مراقبہ کرلیا جائے بلکہ مدلول حدیث کا وہی ہے جو اول ذکر کیا گیا ہے اور اس مدلول میں بھی حدیث میں ایک مراقبہ ہے مگر وہ کانک تراہ میں نہیں بلکہ صلوۃ مودع میں ہے جس کی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی یہ مراقبہ کہ اپنی عمر کو ختم سمجھو اور اس نماز کو آخری نماز سمجھو یہ تو مراقبہ ہے اور کانک تراہ میں اس مراقبہ کا ثمرہ ہے کہ جب یہ مراقبہ راسخ ہوجائے گا تو نماز ایسی کامل ہوا کرے گی جیسے خدا تعالیٰ کو دیکھ کر ہوتی آگے اس حکم کی تعلیل ہے کہ ایسی کامل نماز پڑھنے کا ایک مقتضیٰ بھی ہے یعنی خدا تعالیٰ کا تم کو دیکھنا جس کی تقریر گزر چکی ہے۔

خلق سے مایوس ہونا غنائے قلبی کی تدبیر ہے

بقیہ ترجمہ حدیث ۵۵۹: اور اس چیز سے مایوس ہوجاؤ جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے تم غنی ہوکر زندگی بسر کرو گے یہ غنائے قلبی ہوگا جس میں درہم و دینار کی بھی ضرورت نہیں کما قیل ؎

اے دل آن بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی ۔۔۔ بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

اور ایسی بات سے بچو کہ جس سے (بعد میں) عذر کرنا پڑے (یہ بھی ایک مراقبہ ہے کہ جو بات کہنا ہو یا جو کام کرنا ہو (لان کلمة ماما) پہلے سوچ لے کہ اس کے صدور کے بعد جس شخص سے اس کا تعلق ہے اگر اس) کو خبر ہوجائے تو مجھ کو عذر تو کرنا نہیں پڑے گا اور اگر کسی شخص سے تعلق نہیں یا جس سے تعلق ہے وہ صاحب وجاہت نہیں کہ اس سے عذر کرنا پڑے لیکن قیامت میں اگر باز پرس ہونے لگے تو اس وقت تو ندامت و معذرت کی حاجت نہ ہوگی یہ سوچ کر پھر وہ بات کہو یا وہ کام کرو ظاہر ہے کہ جو بات بے جا ہوگی اس مراقبہ کے بعد اس کا صدور نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ دونوں مراقبے حضرات صوفیہ کے طرق کا جزو ہیں ایسے مراقبات سے وہ تربیت و اصلاح کرتے ہیں۔

تحقیق طریق اور تسہیل

۵۶۰- حدیث: صراط مستقیم (یعنی طریق دین) اس فاصلہ سے بھی زیادہ

وسیع ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان واقع ہے۔

فائدہ: لوگ اپنی کوتاہ نظری یا کم ہمتی سے دین میں تنگی سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں بے حد وسعت ہے اور یہ وسعت اس شخص کو محسوس ہوتی ہے جس میں دو وصف ہوں ایک نظر صحیح ہو جس سے حقائق دین کو سمجھے دوسرے قصد صحیح ہو جس سے اس کو اختیار کرے ورنہ غلط نظر سے شمس وقمر جیسے کواکب کو تنگ سمجھتا ہے اور کم ہمتی سے سو قدم کی مسافت کے قطع کرنے کو مصیبت سمجھتا ہے۔ یہاں سے حضرات صوفیہ کی قوت علمیہ و عملیہ کی صحت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دین کے ہر کام کو سہل سمجھتے ہیں اور سہل کر کے پیش کرتے ہیں اور کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ان کے سامنے پیش کی جائے وہ اس کو ایسی خوبی سے سلجھا دیتے ہیں کہ اس میں کوئی گرہ باقی نہیں رہتی اور سامنے عمل کا میدان فراخ نظر آنے لگتا ہے چنانچہ اتباع سے بے تکلف اس کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

حرف الضاد

طالبین کی تادیب

۵۶۱ـ **حدیث:** تازیانہ ایسی جگہ رکھا کرو کہ اس کو خادم دیکھا کرے۔

فائدہ: عزیزی نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ کسی شخص کو یہ مناسب نہیں کہ اپنے خادموں کو آزاد چھوڑے بلکہ تادیب سے ان کی خبر گیری رکھے لیکن اپنے حظ نفس کے لئے نہ کرے۔ بلکہ مقصد اصلاح کرے اور حد مناسب سے تجاوز نہ کرے اھ۔ میں کہتا ہو کہ حکماء بین کا یہی طرز ہے طالبین کی اصلاح میں۔

اپنی ضروریات کی کفالت خود کرے

۵۶۲ـ **حدیث:** مہمان داری دیہاتیوں کے ذمہ ہے شہریوں کے ذمہ نہیں۔

فائدہ: عزیزی نے کہا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسافر کو جنگل میں احتیاج ہے اور جنگل والوں کو مہمانداری کرنا آسان ہے اھ مطلب یہ ہے کہ جنگل میں مسافر اپنی احتیاج کا انتظام نہیں کرسکتا کیونکہ بازار وغیرہ وہاں نہیں ہوتے اور شہر اور قصبہ

میں انتظام کرسکتا ہے حفنی نے کہا ہے کہ ذمہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ واجب ہے بلکہ متاکد ہے اھ۔ مرقاۃ میں عدم وجوب ضیافت پر اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ حدیث میں ایک یوم ولیلہ کی مہمانی کو جائز فرمایا ہے۔ اور جائزہ کے معنی ہیں عطیہ ومنحہ وصلہ اور یہ اختیار ترک کے ساتھ ہوسکتا ہے اھ۔ بعض اہل طریق کا معمول ہے کہ اپنے طعام وغیرہ کا انتظام خود کرتے ہیں۔ یہ حدیث اس کی اصل ہے اور گو سنداً ضعیف ہو مگر قواعد سے قوی ہے اور اس معمول میں جانبین کے مصالح دینیہ کثیرہ ہیں جو مشاہد ہیں البتہ اگر کوئی انتظام سے عاجز ہو تو پھر اس کی اعانت خواہ نقد سے خواہ طعام سے کی جاتی ہے یہ بھی معمول ہے تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو ان کی نظر راحت پر ہے اپنی بھی ان کی بھی۔

حرف الطاء

۵۶۳- حدیث: اہل ایمان کی غذاء دجال کے زمانہ میں (صرف) تسبیح وتقدیس ہوگی سو جس شخص کا کلام اس روز تسبیح اور تقدیس ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے بھوک کو زائل کرے گا۔ (یعنی اس زمانہ میں جو ابتلاء اہل ایمان پر قحط ہوگا اس سے ان کو ضرر نہ ہوگا بلکہ تسبیح وتقدیس بجائے طعام کے کافی ہوجائے گی)

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عالم میں بھی مومن کا بدوں غذائے حسی کے صرف غذائے معنوی پر زندہ رہنا ممکن ہے اور زمانہ دجال کا حصر کسی دلیل سے ثابت نہیں پس بعض بزرگوں کے جو اس قسم کے واقعات منقول ہیں ان میں استبعاد کی کوئی وجہ نہیں۔

علوم عارفین کی وسعت

۵۶۴- حدیث: راہوں میں ایک راہ دوسری راہ کو ظاہر کرتی ہے۔

فائدہ: بقول حفنی راہ عام ہے حسی اور معنوی کو چنانچہ ظاہری راستوں میں بھی کبھی ایسی متناسب علامتیں ہوتی ہیں کہ ایک راستہ کی پہچان سے دوسرے کی پہچان ہوجاتی ہے اور اسی طرح معنوی یعنی عقلی اور علمی ادلہ میں ایک سے دوسری، دوسری سے تیسری سمجھ میں آتی چلی جاتی ہے اور ویسے تو ہر مقصود میں ایسے طرق کا سلسلہ ہے لیکن طریق باطنی میں یہ

سلسلہ اس قدر وسیع ومبسوط ہے کہ بعض عارفین میں باوجود علوم درسیہ کی کمی کے معارف کی ترقی بڑے بڑے متبحر علماء کو حیرت میں ڈال دیتی ہے جن کی نسبت مولانا فرماتے ہیں ۔

بینی اندر خود علوم انبیاء   بے کتاب و بے معید واوستا

حرف الطاء

معاملہ کا تفاوت منشاء کے تفاوت کے ساتھ ہے

۵٦۵- حدیث: ایک ظلم دوسرے ظلم سے کم ہوتا ہے۔

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ جو بے راہی جس درجہ کی ہو اس کے ساتھ علماً وعملاً اسی درجہ کا معاملہ کرنا چاہئے اس حدیث پر پورا عمل محققین صوفیہ کا ہے کہ ظاہری اشباہ ونظائر میں دقیق سے دقیق فرق کو سمجھ کر معاملات میں اس کا لحاظ رکھتے ہیں مثلاً دو شخص ساتھ آئے دونوں سے یکساں غلطی ہوئی مگر سیاست میں دونوں کے ساتھ جدا جدا معاملہ کیا کیونکہ دونوں غلطیوں کے منشاء میں فرق تھا جو اوروں کی سمجھ میں نہیں آیا انہوں نے نور باطنی سے اس کو سمجھ لیا اور عمل سے ظاہر کیا نادان ان پر اعتراض کرتا ہے اور بعد میں جب حقیقت واضح ہوتی ہے تب ان کی صحت تجویز کا اضطراراً اعتراف کرتا ہے۔

دور دراز احتمال کے سبب احتیاط

۵٦٦- حدیث: گمان کبھی غلطی کرتا ہے کبھی صحیح سمجھتا ہے۔

فائدہ: یعنی جب بلا دلیل محض گمان میں دونوں احتمال ہیں تو ایسے گمان کے مقتضاء پر عمل کرنا خلاف احتیاط اور معصیت ہے۔ مثل حدیث سابق اس حدیث پر بھی پورا عمل صوفیہ محققین کا ہے کہ احتمال کے بعید سے بعید ہوتے ہوئے بھی احتیاط کرتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک چوری کرتے ہوئے کو دیکھ کر ٹوکا اس نے چوری نہ کرنے پر قسم کھائی آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اہل ظاہر کا کبھی ایسے موقع پر دوسری طرف ذہن بھی نہیں جاتا کیونکہ وہ اس کو یقینی مشاہدہ سمجھتے ہیں اہل باطل کے ذہن میں یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ مالک سے اذن حاصل کر لیا ہوگا مگر کسی ظالم کی مزاحمت کے خوف سے اخفاء کی ہیئت اختیار کر لی۔

حرف العین المہملۃ

ضعیف العقل طالبین سے مواخذہ میں تلطف

۵۶۷- حدیث: اپنے غلاموں پر سزا یا عتاب ان کی عقل کے موافق کیا کرو (اپنی عقل کے موافق مت کرو اور اشتراک علت سے یہی حکم ہے سب اتباع و متعلقین کے لئے)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عوام اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی عقل خواص اور تعلیم یافتہ لوگوں کی برابر نہیں ہوتی تو ان کی غلطیوں پر اس کو مستحضر کر لیا کرو کہ ان کی عقل کی رسائی ہماری برابر نہیں اس استحضار کے بعد ان کی غلطی کے درجہ کا اندازہ کر کے اس کے مناسب مواخذہ کرو یہی معاملہ شیوخ کو کم فہم اور کم علم طالبین کے ساتھ کرنا زیبا ہے۔

ثروت اور کمال دین ایک دوسرے کے منافی نہیں

۵۶۸- حدیث: مجھ کو اپنی امت سے ایسے لوگوں کی حالت (خواب میں) دیکھ کر (خوشی کا) تعجب ہوا جو دریا پر سوار ہیں (یعنی دریا میں جہاد کے لئے سفر کر رہے ہیں اور اپنی شان و شوکت میں) ایسے ہیں جیسے تخت پر بادشاہ ہوتے ہیں۔

فائدہ: بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ام حرام نے بیان کیا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں قیلولہ فرمایا پھر ہنستے ہوئے جاگے میں نے عرض کی یارسول اللہ کس چیز سے آپ کو ہنسی آئی آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا اھ یہ آپ کو اپنے بعد کی حالت مکشوف ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو سامان امارت عطا فرمائے اور اس کے لئے موجب غفلت نہ ہو تو یہ مقبولیت و کمال دین کے منافی نہیں۔ بہت اولیاء اس شان کے ہوتے ہیں۔

علم باطن ثابت ہے لیکن حجت نہیں

۵۶۹- حدیث: علم باطن اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں

چاہتا ہے القاء فرما دیتا ہے۔

فائدہ: علم باطن کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے ایک ان میں احکام شرعیہ کا علم جن کا تعلق عبد کے اعمال باطنہ سے ہے کیونکہ اعمال دو قسم کے ہیں ایک افعال جوارح جیسے نماز روزہ وغیرہما مامورات میں اور سرقہ شراب خمر وغیرہما منہیات میں۔ دوسری قسم افعال قلوب جیسے اخلاص وتواضع وغیرہما مامورات میں اور ریاء وکبر وغیرہما منہیات میں اور ان سب اعمال کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ امراً ونہیاً متعلق ہیں عرف متاخرین میں ان احکام شرعیہ کے علم کو جن کا تعلق افعال جوارح سے ہے علم فقہ وعلم ظاہر کہا جاتا ہے اور ان احکام شرعیہ کے علم کو جن کا تعلق افعال قلوب سے ہے علم سلوک وعلم باطن کہا جاتا ہے باقی متقدمین کے نزدیک سب کو فقہ کہتے ہیں ان کے نزدیک علم فقہ کی تعریف یہ ہے **معرفتہ النفس مالها وما عليها**۔ سو ایک اصطلاح تو علم باطن کی یہ۔ ہے اور دوسری اصطلاح یہ ہے کہ جن امور مخفیہ کی نہ شریعت نے خبر دی نہ ان کے ساتھ کچھ احکام فعل یا ترک کے متعلق بیان کئے وہ بذریعہ کشف والہام کسی پر منکشف ہو جائیں اس انکشاف کو علم باطن کہا جاتا ہے۔

اور ان دونوں اصطلاحوں میں اقرب الی الحقیقتہ اللغو یہ دوسرے معنی ہیں کیونکہ لغت میں علم باطن کی ترکیب اس کو مقتضی ہے کہ اس علم کا معلوم خود باطن ہے اور یہ امر معنی ثانی پر صادق آتا ہے کیونکہ اس کا معلوم خود باطن ومخفی ہے یعنی وہ اسرار جن کو شریعت نے ظاہر نہیں فرمایا۔ بخلاف معنی اول کے کہ اس علم کا معلوم احکام شرعیہ ہیں جن کو شریعت نے ظاہر فرمایا ہے۔ البتہ ان احکام کا متعلق (بفتح اللام) یعنی جس سے ان احکام کا تعلق ہے وہ امر باطنی ہے یعنی صفات نفسانیہ جمیلہ یا رذیلہ تو اس علم کو علم باطن کا کہنا مجاز ہوگا کیونکہ وہ خود باطن کا علم نہیں بلکہ باطن کے احکام ظاہرہ کا علم ہے تو معلوم خود باطن نہیں بلکہ اس معلوم کا ملابس باطن ہے پس حدیث میں ان دو معنی میں سے علم باطن سے مراد دوسرے معنی ہیں دو وجہ سے ایک تو یہ کہ یہ معنیٰ حقیقت ہیں اور حقیقت کے ہوتے ہوئے بدوں تعذر حقیقت کے معنی مجازی لینا صحیح نہیں دوسرے یہ کہ خود خبر اس

کا قرینہ ہے کیونکہ اس کو راز فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ معنی اول راز نہیں نیز اس خبر کی صفت میں ارشاد ہے **یقذفه اللہ فی قلوب من یشاء من عبادہ** جس میں تصریح ہے کہ یہ سب کے قلوب میں القاء نہیں کیا گیا اور معنی اول پر یہ صفت صادق نہیں آتی کیونکہ اس کا القاء تمام عباد کے لئے عام ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے پس اس معنی ثانی کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ ایک راز ہے یعنی اگر علم کے درجہ میں رہے اور ایک حکم ہے یعنی اگر علم کے درجہ میں آ جائے، اول کی مثال حقائق علمیہ و معارف لدنیہ جیسے صفات و افعال الٰہیہ کے اسرار جو اہل کشف کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔ ثانی کی مثال جیسے کسی کو ۲۹۔ شعبان کو مکشوف ہو کہ کل رمضان کا روزہ رکھو یا ۲۹ رمضان کو مکشوف ہو کہ کل عید کرو پس اس حدیث میں اثبات ہے اس علم کا اور مدح ہے اور بواسطہ اس اثبات اور مدح کے نہی ہے اس کی نفی اور ابطال سے اور اس کے اہل پر طعن و انکار سے جیسا کہ اہل قشر کی عادت ہے لیکن اس اثبات اور مدح سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ہر شخص کے ایسے ہر ہر جزئی دعویٰ کا تسلیم اور قبول کرنا واجب ہے اس کا حکم دوسرے دلائل سے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر مدعی متبع شریعت ہے یعنی اس کی عام اور غالب اور اصل حالت اتباع شریعت کی ہے اور اس وقت کے مشائخ اور علماء اہل بصیرت اس کو متبع شریعت سمجھتے ہیں تو اگر اس کا کوئی دعویٰ علمی یا عملی شریعت کے متصادم نہیں تو ظناً مقبول و مسلم ہوگا اور احتمال غلط ہونے کے احتمال کا بھی اعتقاد واجب ہوگا اور اگر شریعت کے متصادم ہے تو اس کے ظاہر کا تو رد واجب ہوگا لیکن مدعی چونکہ متبع شریعت ہے اس پر نکیر و اعتراض نہ ہوگا۔ بلکہ اگر تاویل ممکن ہوگی تو تاویل کر لی جائے گی ورنہ سکوت کیا جائے گا کہ ہم اس کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھے بلکہ خود اس مدعی کو اپنے نفس کے لئے یہی حکم ہے کہ خلاف شرع کو باطل سمجھے اور اگر وہ مدعی متبع شریعت نہیں تو نہ تاویل کریں گے نہ سکوت کریں گے بلکہ اگر مصادم شریعت ہو تو اس کو رد کر دیں گے اور جو مصادم نہ ہو اس کی طرف التفات نہ کریں گے خوب سمجھ لو اور اگر وہ کوئی حکم ہے جیسے روزہ و عید کی مثال اوپر لکھی گئی ہے اس میں بھی

فتویٰ شرعی پر عمل ہوگا جوازاً اور وجوباً اور حرمتاً۔ البتہ جواز کی صورت میں خود صاحب کشف کے یک گونہ رجحان ہوسکتا ہے۔

اور اگرچہ بعض اکابر سے منقول ہے کہ بعض کشوف کے اندر احتمال تلبیس کا نہیں ہوتا اھ لیکن اس کے تسلیم کے بعد بھی عدم تلبیس مستلزم حجیت کو نہیں جیسے کوئی ایک شخص تنہا عید کا چاند اس طرح دیکھ کہ اس کو ذرا شبہ نہ ہو مگر پھر اس پر صبح کو روزہ رکھنا فرض ہوگا (تو یہاں تلبیس منفی ہے مگر پھر بھی حجت نہیں۔

نسب ظاہری یا باطنی میں تعمق کی مذمت

۵۷۰- حدیث: نسب کا علم ایسا علم ہے کہ نافع نہیں اور اس کی بے علمی ایسی بے علمی ہے کہ مضر نہیں۔

فائدہ: مراد وہ علم ہے جس میں تعمق و توغل ہو ورنہ بقدر حاجت جس سے حقوق قرابت و میراث ادا ہوسکیں مطلوب ہے اور حدیث میں اس کے حاصل کرنے کا امر وارد ہے۔ اس حدیث میں رد ہے ان لوگوں پر جو بزرگوں کی اولاد میں ہونے پر یا بزرگوں کے سلسلے میں ہونے پر فخر کرتے ہیں اور غایت اہتمام سے شجروں کی تحقیق کرتے پھرتے ہیں پہلا مرض متکبر دنیاداروں میں زیادہ ہے اور دوسرا رسمی صوفیوں میں زیادہ ہے سب کو سمجھ لینا چاہئے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی   کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

تلک امة قد خلت الاية

غضب کا علاج

۵۷۱- حدیث: (دین کی) تعلیم دو اور (اس تعلیم میں) آسانی کرو اور دشواری میں مت ڈالو اور بشارت دیا کرو اور نفرت مت دلاؤ اور جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو (غصہ اترنے تک) خاموش رہو (کیونکہ غصہ میں معلوم نہیں کونسی بات بیجا نکل جائے اور کون سا کام بیہودہ ہوجائے۔

فائدہ: اس حدیث کے اخیر میں غصہ کا کیا اچھا علاج مذکور ہے کہ باوجود نہایت سہل

ہونے کے نہایت اکسیر ہے اور الحمدللہ کہ اس مراقبہ کی تعلیم میرا مدت سے معمول ہے۔

گائے کے گوشت کے ترک میں غلو کی اصلاح

۵۷۲- حدیث: گائے کے دودھ کی عادت کرلو وہ شفاء ہے۔

(یعنی جس مرض کے مناسب ہو یہ نہیں کہ ہر مرض کے لئے شفاء ودوا ہے اور اس کے استعمال کیلئے ماہر طبیب کی رائے کی ضرورت ہے' کذا قال الحفنی) اور اس کا گھی دوا ہے (اسی قید سابق سے) اور اس کا گوشت بیماری ہے یعنی جب لاغر ہو اور فربہ مضر نہیں کذا قال العزیزی یا جب ہمیشہ کھایا جائے جس کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس ارشاد کے پھر اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی (رواہ مسلم) سوا گر یہ مطلقاً بیماری کا سبب ہوتا تو آپ مسلمانوں کو کیوں کھلاتے کذا قال الحفنی۔

فائدہ: نیز فن طب میں ثابت ہو چکا ہے کہ نہ اس کا دودھ اور گھی علی الاطلاق نافع ہے اور نہ گوشت علی الاطلاق مضر ہے چنانچہ دودھ سنگ گردہ ومثانہ کا محدث ہے اور خلط غالب کی طرف سریع الاستحالہ ہے اور گھی اندرونی بیماریوں کو اور معدہ کو اور ہضم کو مضر ہے اور گوشت مسمن بدن مقوی باہ' یرقان کو مفید ہے۔ اور محنتی لوگوں کو چنداں مضر نہیں اور جو اس میں بعض مضرتیں ہیں اس کی اصلاح دارچینی مرچ سیاہ سونٹھ پوست خربزہ سے ہو جاتی ہے **هذا كله من بستان المفردات للطيب محمد عبدالحكيم ابن الحكيم محمد كاظم على رحمهما الله تعالىٰ** اور باوجود اس کے جو ایک کو مضر اور دو کو نافع فرمایا گیا ہے وہ باعتبار غلبہ اضافی کے ہے اور وہ بھی خفیف درجہ میں جو اکثر محسوس بھی نہیں ہوتا چنانچہ مشاہد ہے اور گوشت ہی کی کیا تخصیص ہے۔ اس کو چھوڑ کر جو بقول اور دالیں کھائی جاتی ہیں ان میں بھی اکثر ایسی مضرت سے خالی نہیں پس جب درجہ اس کا مضرت و منفعت میں ثابت ہو گیا تو اس مضرت قابل اصلاح پر حرمت یا کراہتہ کو متفرع کرنا تغیر ہے حدود شریعہ کی اور مصادمت ہے نص قرآنی **كلوا مما رزقكم الله ولاتتبعوا خطوات الشيطان الىٰ قوله و من البقر اثنين قل آالذكرين حرم ام الانثيين الاية** اور حدیث صحیح **قولى البقرة عن سبعته والجزورعن سبعته رواه مسلم**

وابو داؤد و اللفظله و فعلی مذکور بالا کی اعاذ ناللہ منه اورحدیث متن اس کے ساتھ اس لئے معارض نہیں ہوسکتی کہ نہ ثبوت میں نصوص سابقہ کی برابر اور نہ دلالت میں کو کیوں کہ وہ نصوص حلت میں صریح ہیں اور حدیث متن حرمت پر دال نہیں محض ایک حکم طبی ہے پھر وہ بھی خاص قیود کے ساتھ جیسا اوپر مذکور ہوا اور اس مقدمہ کی کوئی دلیل نہیں کہ ہر معمولی مضرت کی چیز مکروہ یا حرام ہے پس اہل کفر کا اس سے استدلال کرنا اپنے جہل کا اظہار ہے اور اسی طرح بعض مبتدع غلاۃ فی الزہد کا اس کے ترک کا التزام کرنا تعدی حدود ہے خصوص اگر اس ترک کو موجب قربت سمجھیں اور استعمال کو مضر باطنی سمجھیں جس میں اتباع ہے جوگیہ مرتاضعین کا تب تو بدعت قبیحہ شنیعہ مخوفہ کفر ہے آیت یاایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة۔ کا شان نزول اس کا مؤید ہے اور اہل عزائم وعاملین کا اس سے پرہیز کرانا اگر باعتقاد کرہت ہے تو بدعت ہے اور اگر تدبیر طبی کے درجہ میں ہے جیسے ہیجان قوت بہیمیہ کا انسداد مثلاً تو مضائقہ نہیں ہے مالی بد پرہیزی سے کوئی سخت ضرر پہنچ جانا غالباً قوت خیالیہ کا اثر ہے۔ واللہ اعلم

لباس صوف کی برکت

۵۷۳- حدیث: صوف کا لباس پہنا کرو اپنے قلب میں ایمان کی حلاوت پاؤ گے۔

فائدہ: کیونکہ منشاء اس کا زہد اور تواضع ہے اور اس سے ایمان کی تنویر ظاہر ہے اور صوفیہ میں اس کا معمول ہونا ایسا ظاہر ہے کہ گویا ان کے لئے مثل شعار کے ہو گیا ہے اور احقر کی رائے میں لقب صوفی کی بنا یہی ہے مگر شرط یہ ہے کہ ریاء وشہرت کے قصد سے نہ ہو ورنہ اس کا مصداق ہوگا۔

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد ۔۔۔ اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

تہلیل واستغفار میں کثرت کی فضیلت

۵۷۴- حدیث: تم لا الہ الا اللہ اور استغفار کو اختیار کرو اور دونوں کی کثرت کرو کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے تباہ کیا اور انہوں نے

مجھ کولا الہ الا اللہ اور استغفار سے تباہ کر دیا(کیونکہ اس کی برکت سے وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو میرا سب کیا دھرا برباد ہو جاتا ہے) پھر جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان کو بدعات سے تباہ کیا اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں اس لئے اس سے توبہ نہیں کرتے تو اس سے میرا مقصود حاصل ہو گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے دو امر مستفاد ہوئے ایک ان دونوں ذکروں کی کثرت اور صوفیہ ان کی جس قدر کثرت ہے وہ کسی جماعت نہیں' دوسرا امر یہ ہے کہ بدعت کے ہوتے ہوئے کثرت ذکر میں کوئی فضیلت نہیں کیونکہ وہ ذکر اس نیت سے نہیں ہوگا کہ بدعت معاف ہو جائے کیونکہ بدعت کو گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ پس بعض جہلاء صوفیہ باوجود ابتلاء بدعات کے کثرت ذکر پر ناز کرتے ہیں یہ سراسر غلطی ہے۔

صحیح عقیدہ والے کا تھوڑا عمل فاسد عقیدہ والے کے کثیر عمل سے بڑھ کر ہے

۵۷۵- حدیث: عمل قلیل سنت کے ساتھ اس عمل کثیر سے بہتر ہے جو بدعت کے ساتھ ہو (وجہ ظاہر ہے کہ عمل کے کامل ہونے میں صحت اعتقاد شرط ہے تو فساد اعتقاد کے ساتھ ضرور وہ عمل ناقص ہوگا)۔

فائدہ: بعض لوگ جو بعض مبتدع صوفیوں کو کثرت اوراد و اشغال و اذکار میں دیکھ کر خوش اعتقاد علماء یا عوام پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اس حدیث میں ان پر رد ہے۔ یہ حدیث بھی حدیث بالا کے قریب قریب ہے۔

اعمال باطنی کو عبادت نہ سمجھنا غلطی ہے

۵۷۶- حدیث: اپنے قلوب کو مراقبہ کی عادت ڈالو (یعنی بندہ کی طرف اللہ تعالیٰ کے رقیب و نگران ہونے کا دھیان رکھا کرو' و کذا قال العزیزی وھو المذکور فی قولہ تعالیٰ ان اللہ کان علیکم رقیباً۔

اور فکر و عبرت کی کثرت کیا کرو (فکر کا حاصل واقعات آخرت کو سوچنا جس سے اعمال و احوال کی اصلاح ہو اور عبرت آیات قدرت کو سوچنا جس سے معارف و علوم میں ترقی ہو)

فائدہ: معلوم ہوا کہ یہ اعمال باطنی بھی عبادات ہیں بدلیل مامور بہ ہونے کے بس اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض آدمی بعض بزرگوں کو عبادات جوارح میں کم مشغول دیکھ کر یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ یہ عبادت کم کرتے ہیں اور اس لئے ظاہری عابد کو ان پر ترجیح دیتے ہیں یہ غلطی ہے کیونکہ وہ ان اعمال باطنی میں زیادہ مشغول ہیں اور یہی عبادت ہے۔

حرف الغین المعجمہ

مشغلہ قوالی کے نقصانات

۵۷۷- **حدیث:** گانا قلب میں نفاق کو ایسا اگاتا ہے جیسا پانی ترکاری کو اگاتا ہے (اور اس کے مقابل ایک روایت میں یہ ہے کہ ذکر ایمان کو ایسا اگاتا ہے جیسا پانی کھیتی کو اگاتا ہے کذا قال الحفنی اس مقابلہ سے اس نفاق کی تفسیر مفہوم ہوسکتی ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا جیسے ایک درجہ یہ ہے کہ بجز حق تعالیٰ کسی کو معبود نہ سمجھے وہ نص یہ ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہے لایشرک بعبادۃ ربہ احدا اس شرک کی تفسیر ایک حدیث میں ہے یرائی...... اور ظاہر ہے کہ شرک مقابل ہے ایمان کا اور ریاء میں قصد ہوتا ہے غیر اللہ کا تو جب قصد غیر اللہ مقابل ہوا ایمان کا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا کمال یہ ہے کہ غیر اللہ کا قصد نہ کرے اور اسی مقام سے صوفیہ نے لاالٰہ الا اللہ کی ایک تفسیر لا مقصود الا اللہ سے بھی کی ہے پس ایمان کی تفسیر یہ ہوئی کہ غیر اللہ کا قصد نہ ہو تو نفاق جو اس کا مقابل ہے اس کی تفسیر یہ ہوگی کہ غیر اللہ کا قصد ہو پس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ جیسے ذکر سے توجہ الی اللہ بڑھتی ہے اسی طرح غناء سے توجہ الی غیر اللہ بڑھتی ہے اور یہ امر مشاہد ہے حتی کہ اگر غناء کے بعض افراد مباح بھی ہوں مگر اس کی کثرت میں بھی یہ خاصیت ضرور ہے باقی یہ کہ اس کا نام نفاق رکھا کفر یا شرک نہیں رکھا تو اس کی وجہ تشبیہ خاص ہے کہ جیسے نفاق میں اظہار ہوتا ہے ایمان کا اور اخفاء ہوتا

ہے کفر کا اسی طرح یہاں اظہار ہے توجہ الی اللہ کا اور ابطان ہے توجہ الیٰ غیر اللہ کا)

فائدہ: اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر اس میں غور کیا جائے تو کوئی سماع کا شغل نہ کرے گو کوئی مفتی اباحت ہی کا فتویٰ دے دے کیونکہ اصل سرمایہ صوفی کا یہ توجہ الی اللہ ہے اور سماع کے شغل سے وہی برباد ہو جاتا ہے اس کے بعد دوسری بحث اس کے جواز وعدم وجواز وشرائط جواز کی ہے احقر نے اس کی کافی تحقیق اپنے رسالہ حق السماع اور رسالہ السنتہ الجلیہ میں کردی ہے باقی بعض روایات میں جو نکاح وغیرہ کے موقع پر وارد ہوا ہے یا بعض اہل طریق سے منقول ہے وہ شغل نہیں ہے شرائط کی رعایت کے ساتھ احیاناً منقول ہے وہ مضر نہیں جیسے کوئی تیز دوا یا غذا مصلح کے ساتھ گاہ گا استعمال کی جائے اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا لیکن اگر کثرت کرے وہ مصلح بھی اثر کے لئے مانع نہیں ہوسکتا آگے حرف فا کی اول حدیث میں جو نکاح میں دف اور صوت کی اجازت آتی ہے اس سے تعارض کا شبہ بھی رفع ہوگیا۔

حرف الفاء

غناء کی اباحت پر استدلال کا ابطال

۵۷۸- **حدیث:** حلال وحرام (یعنی نکاح وزنا) کے درمیان فرق یہ ہے کہ نکاح میں دف اور صوت ہوتی ہے (مراد اعلان ہے کہ عادۃً وشرعاً نکاح میں ہوتا ہے اور زنا میں نہیں ہوتا اور مقصود اس عادت کی ترغیب ہے یعنی نکاح میں اعلان ہونا چاہئے جس کا ادنیٰ درجہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا سننا ہے۔

فائدہ: بعض نے صوت کو غنا پر محمول کر کے اس سے غنا کی اباحت پر تمسک کیا ہے لیکن اول تو اس کی کوئی دلیل نہیں ممکن ہے صوت سے مراد نکاح کے سامان میں بول چال کرنا ہو کہ اکثر ایسی تقریبات میں بول چال بلند آواز سے کرنے کی عادت ہے کما ذھب الیہ الحفنی حیث قال و الصوت ای رفع الصوت فی قضاء حوائج النکاح و لیس المراد رفع الصوت بالتغنی اذا التغنی

مذموم لا مطلوب اھ اور اگر غناء مراد مان لیا جائے تو مطلق غناء کی اباحت سے ہر غناء کی اباحت لازم نہیں آتی پس جس غناء میں مفاسد مانعہ جواز پائے جائیں گے اس کی اجازت نہ ہوگی نیز چونکہ علت نہی کی مفاسد ہیں تو اگر کسی خاص طرز سے ضرب دف میں وہ مفاسد پائے جائیں گے تو دف سے بھی منع کر دیا جائے گا اس لئے فقہاء نے دف میں تطریب کو منع فرمایا ہے صرف اس پر بلا کسی قانون کے ہاتھ مار دینا اعلان کے لئے مباح ہے اور اصل مطلوب اعلان ہے خواہ کسی طریق جائز سے ہو مثلاً غربال ہی بجا دینے سے ہو یا زبانی اعلام عام کے واسطے سے ہو۔

اولیاء کی نرمی سختی میں معترضین کی غلطی

۵۷۹- **حدیث**: آسمان میں دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک سختی کی فرمائش کرتے ہیں اور دوسرے نرمی کی (یہ فرمائش دونوں جگہ یا حقیقت ہے کہ من جانب اللہ جس خدمت پر مامور کئے جاتے ہیں اس میں اپنے اعوان کو شدت یا نرمی کا امر فرماتے ہیں کیونکہ وہ خود وحی سے ایسے ہی خدمات پر مامور کئے جاتے ہیں جس میں شدت یا نرمی مقتضائے حکمت ہوتی ہے اور یا یہ کہ کنایہ ہے ان کے طبائع کی فطری شدت ولین سے جس میں انتقال ہوتا ہے معنی حقیقی ملزوم سے لازم کی طرف گو معنی حقیقی یعنی امر کا تحقق نہ ہو جیسے طویل النجاد سے انتقال ہوتا ہے طول قامت کی طرف گو نجاد کا تحقق بھی نہ ہو) اور دونوں صواب پر ہیں (کیونکہ وہ مواقع اسی کے مناسب ہوتے ہیں)۔

ان میں ایک جبرئیل علیہ السلام ہیں (جو اکثر نزول عذاب وغیرہ کے انتظام کے لئے مامور ہوتے ہیں) اور دوسرے میکائیل علیہ السلام ہیں جو اکثر بارش وغیرہ کے اہتمام کے لئے مامور ہوتے ہیں) اور (جیسے ان دو شانوں کے دو فرشتے ہیں اسی طرح ان ہی دو شان کے) دو نبی ہیں ایک نرمی کا امر فرماتے ہیں دوسرے شدت کا (اس میں بھی وہی دونوں احتمال ہیں) اور دونوں صواب پر ہیں (اس لئے کہ اگر وحی سے ایسا کرتے ہیں تو وحی کا صواب قطعی ہونا ظاہر ہے اور اگر اجتہاد سے ایسا کرتے ہیں تو جب تک اجتہاد سے وحی مانع نہ ہو تو وہ اجتہاد بھی واجب العمل ہے) اور وہ (دو نبی) ابراہیم

علیہ السلام اور نوح علیہ السلام ہیں (کہ اول آمر باللین ہیں اور دوسرے آمر بالشدت) اور (ان ہی دو شان کے) میرے دو صحابی ہیں ایک نرمی کا امر کرتے ہیں اور دوسرے شدت کا (اور) وہ (دونوں) ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں (جن کی نرمی و شدت معلوم و مشہور ہے)۔

فائدہ: حفنی نے فرمایا ہے کہ مقصود اس حدیث سے اس طرف اشارہ فرمانا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں انبیاء علیہ السلام اور ملائکہ علیہم السلام کے اوصاف میں سے ایک ایک وصف کے ساتھ موصوف ہیں اور دونوں مصیب ہیں کیونکہ شدت اس موقع پر ہے جہاں لین مناسب نہیں اور لین ایسے موقع پر ہے کہ وہاں شدت مناسب نہیں اھ میں کہتا ہوں کہ ابھی مدلول حدیث کا صاف نہیں ہوا کیونکہ اصابت کی جو علت انہوں نے بیان کی ہے اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس تقدیر پر پھر اختلاف شان کی کیا وجہ کیونکہ شدت کے موقع پر سب ہی کو شدت کی ضرورت ہے اور نرمی کے موقع پر سب ہی کو نرمی کی ضرورت ہے اس لئے میرے نزدیک تقریر مقام کی یہ ہے کہ اس میں تو سب متفق ہیں کہ نرمی کے موقع پر نرمی کی جائے اور شدت کے موقع پر شدت مگر اختلاف اس میں ہے کہ ایک ہی موقع میں اختلاف طبائع سے اس میں اختلاف رائے ہو جاتا ہے کہ یہ موقع نرمی کا ہے یا شدت کا جیسے اساراء بدر کا واقعہ ایک ہی واقعہ ہے مگر حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے فدیہ و قتل میں مختلف ہو گئی اور ایسا اختلاف محل اجتہاد میں ہو سکتا ہے تو شیخین کا اختلاف یقیناً اسی قسم کا ہو سکتا ہے باقی نبیین یا ملکین کا اختلاف اگر وہ بھی اجتہاد فرماتے ہوں تب تو یہ تقریر وہاں بھی جاری ہو سکتی ہے اور اگر وہ اجتہاد نہ فرماتے ہوں بلکہ ان کا ہر اختلاف وحی سے مسبب ہو تو تشبیہ کا مقصود مطلق اختلاف ہو گا خاص اختلاف نہ ہو گا اور تقریر یہ ہو گی کہ شیخین کے ان اوصاف پر اعتراض و شبہ نہ کیا جائے کیونکہ سنت الٰہیہ جاری ہے کہ مقبولین کا رنگ مختلف بنایا ہے سو اصحاب وحی کے رنگ کا اختلاف تو وحی کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے اور غیر اصحاب وحی کے رنگ کا اختلاف اجتہاد کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے اب وہ سوال باقی نہیں رہا اور یہاں سے اختلاف مذاق اولیاء کے متعلق بڑا مسئلہ طے ہوا کہ اسی طرح اولیاء کے

مزاج مختلف ہوتے ہیں اور اس اختلاف پر بعض نادان اعتراض کیا کرتے ہیں مثلاً یہ کہ کیسے بزرگ ہیں کہ فلاں امر ثقیل پر سختی نہیں کی یا کیسے بزرگ ہیں کہ فلاں امر خفیف پر سختی کرنے لگے۔ اس حدیث سے ان معترضین کی غلطی واضح ہوگئی جس کا حاصل یہ ہے کہ نیت سب کی اصلاح ہی ہے آگے مزاج کے اختلاف سے رائے کا اختلاف ہو جاتا ہے ایک کے نزدیک نرمی طریقہ ہے اصلاح کا دوسرے کے نزدیک سختی طریقہ ہے اصلاح کا۔ مجھ کو اس مقام پر مولانا محمد علی مونگیری خلیفہ مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہما کا مقولہ یاد آ گیا فرماتے تھے کہ بعض لوگ مولانا پر تیز مزاجی کا اعتراض کرتے تھے یوں نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے اپنے بندوں کو مختلف المزاج پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد بعض کو مقبول بنا دیا تو مقبولیت کے بعد مزاج فطری تو نہیں بدلتا اس لئے بعض مقبولین نرم ہوتے ہیں بعض تیز ہوتے ہیں آھ۔

صوفیہ کی بصیرت اور اعمال کے حدود

۵۸۰- حدیث: وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر چیز میں اسراف ہوتا ہے۔

فائدہ: اسراف کی حقیقت ہے حدود سے تجاوز اور شریعت نے ہر چیز کے حدود مقرر کر دیئے ہیں ان حدود سے جب تجاوز ہوگا اسراف ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ وضو جو کہ عبادت ہے جس کے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ عبادت تو امر مطلوب ہے اس میں جتنی بھی زیادتی ہو جائے وہ عبادت میں ترقی ہے تو اس میں کیا حرج ہے اس لئے تمثیل میں وضو کا ذکر فرمایا اور یہ بھی احتمال ہے کہ چونکہ ایک واقعہ میں وضو ہی کی نسبت پوچھا گیا تھا اس لئے وضو کا ذکر کیا گیا وہ واقعہ سوال و جواب کا ابن ماجہ میں مذکور ہے کمافی جمع الفوائد باب الاستنشاق عن ابن عمرو بن العاص اور ہر حال میں مبتنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ عبادت ہے مگر اس کے حدود میں مثلاً ہر عضو کو تین بار دھونا یہ حد ہے اسی طرح ایک بار وضو کر کے دوسری بار وضو کرنا اس کے لئے ایک حد ہے کہ پہلے وضو سے کچھ عبادت ادا کر لی ہو پس چوتھی بار قصداً کسی عضو کا دھونا یا بلا کسی فصل کسی عبادت کے

دوسری بار وضو کرنا یہ حد سے تجاوز اور اسراف ہوگا اور راز اس میں یہ ہے کہ ہر چیز اپنی خاصیت کے لئے مطلوب ہے اور خاصیت کے ترتب کے خاص شرائط ہوتے ہیں حدود بھی منجملہ شرائط ہیں پس حدود سے تجاوز کرنے میں وہ خاصیت ظاہر نہ ہوگی تو وہ مفید نہ ہوگی اس لئے کالعدم ہوگی جیسے نسخہ میں اجزاء دوائیہ کے خاص اوزان ہوتے ہیں اگر کوئی یہ سمجھ کر کہ جب تین ماشہ میں یہ فائدہ ہے تو ایک تولہ میں زیادہ نفع ہوگا مقدار دوا کی بڑھالے ظاہر ہے کہ وہ نفع مرتب نہ ہوگا عجب نہیں کہ مضر ہو جائے پس اس حدیث میں اس غلطی کا رفع ہے کہ اکثر لوگ اسراف کو اموال کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں پس یہ لوگ جب بعض اکابر (المراد بہ مراد مولانا فرید الدین والد مولانا رفیع الدین ناظم مدرسہ دارالعلوم دیوبند یہ فی ابتداء ہا منہ ۱۲) کی حکایت سنتے ہیں کہ ان سے کوئی کلام کرتا تو وہ نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا دو قسم کے لوگ ہیں کہ بعض کو تو پہچانتا ہوں تو ان کی آواز بھی پہچانتا ہوں اور جن کی آواز نہیں پہچانتا تو ان کی صورت بھی نہیں پہچانتا تو نگاہ اٹھا کر دیکھنا ایک فضول حرکت ہے تو ایسی حکایات سن کر اس کو غلو پر محمول کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں خود نگاہ اٹھانے کی ایک ایسی قسم کی ممانعت موجود ہے جو ظاہراً مباح ہے چنانچہ ارشاد ہے **لا تمدن عینیک الی ما متعنابہ ازواجاً منھم الایۃ** نیز یہ معترض بھی غالباً کثرت کلام کو مکروہ سمجھتے ہوں گے تو کلام اور نظر میں فرق کیا ہے **ویوئدہ ما حکی القشیری عن داؤد الطائی انہ دخل علیہ بعضھم فجعل ینظر الیہ فقال اما علمت انھم کانوا یکرھون فضول النظر کما یکرھون فضول الکلام و** پس اس حدیث میں یہ بات بتلادی گئی کہ جس طرح اموال میں اسراف ہوتا ہے اسی طرح اعمال میں بھی حتیٰ کہ طاعات میں بھی اس لئے وضو کی تمثیلاً یا اقتضاء للمقام ذکر فرمایا اور تعمیم حکم کے لئے فی کل شئی اسراف بھی فرما دیا البتہ جو چیزیں بالذات مطلوب ہیں ان میں کوئی حد نہیں جیسے ایمان کہ ہر حال میں ہر وقت میں ہر درجہ میں مطلوب ہیں اسی لئے عزیزی نے یہ قید لگائی کہ یتاتی فیہ الاسراف اور ان حدود کو حضرات صوفیہ سب

سے زیادہ سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات عبادات زائدہ سے منع کر دیتے ہیں جو اہل ظاہر کو تعجب میں ڈال دیتا ہے مگر وہ بصیرت سے تجویز کرتے ہیں۔

حرف القاف

موت کی عقلی محبت کافی طبعی محبت وافی ہے

۵۸۱- **حدیث**: اللہ تعالیٰ نے (حدیث قدسی میں) ارشاد فرمایا کہ جب میرا بندہ مجھ سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے میں اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ملنے کو نا گوار سمجھتا ہے تو میں اس سے ملنے کو نا گوار سمجھتا ہوں اور ایک حدیث میں اس مضمون کے بعد یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یا آپ کی بیبیوں میں سے کسی بی بی نے عرض کیا کہ ہم موت کو نا گوار سمجھتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے (جیسا کہ اس حدیث کے اخیر میں مذکور ہے) کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے سے قبل موت ہوتی ہے (تو اللہ تعالیٰ کی لقاء کی رغبت کے لوازم میں سے ہے کہ موت سے کراہت و نا گواری نہ ہو جب اس سے نا گواری ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ سے ملنے سے رغبت نہ ہو گی تو پھر ہم میں کوئی بھی ایسا نہ ہوا جس کو حب لقاء حق نصیب ہو تو اس بناء پر ہم سب خسارہ میں ہوئے) حضور نے فرمایا کہ یہ بات (اس طرح) نہیں بلکہ (واقعہ یہ ہے کہ) جب مومن کے مرنے کا وقت قریب آتا ہے تو اس کو حق تعالیٰ کی رضامندی اور (مومن کے لئے جو) سامان کرامت (اس نے مہیا فرمایا ہے اس) کی بشارت دی جاتی ہے پس (اس وقت) اس (مومن) کے نزدیک آگے آنے والے عالم سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی اس لئے وہ حق تعالیٰ سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور حق تعالیٰ اس کے ملنے کو محبوب رکھتے ہیں اور جب کافر کے مرنے کا وقت قریب آتا ہے تو اس کو حق تعالیٰ کے عذاب اور سزا کی خبر دی جاتی ہے پس (اس وقت) اس (کافر) کے نزدیک آنے والے عالم سے زیادہ کوئی چیز نا گوار نہیں ہوتی اس لئے وہ حق تعالیٰ سے ملنے کو نا گوار سمجھتا ہے اور حق تعالیٰ اس سے ملنے کو نا گوار سمجھتے ہیں۔

فائدہ: بہت سے بزرگوں نے اس رغبت وکراہت کی یہ تاویل کی ہے۔

احب عبدی لقاء ی بان عمل عمل الحب لمحبوبه عند لقاء ہ و ذالک بامتثال الاوامر والنوا ھی احببت لقاء ہ ای ھیئات له الا کرام العظیم کما یھئی المحب لمحبوبه الشئی العظیم اذاجاء ہ فلیس المراد من الحدیث ان الانسان یحب الموت اذا لطبع البشری جبل علی حب الحیوٰة الاماقل و کرہ لقائی بان عمل من یکرہ لقاء شخص و ذلک بارتکاب المعاصی کذا قال الحفنی و نحوہ قول العزیزی.

جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ رغبت وکراہت عقلی ہے لیکن دوسری روایت میں جو جواب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حب وکراہت طبعی ہے مگر موت کے قریب ہے ممکن ہے کہ جواب مذکورہ بالا کے وقت اس دوسری روایت پر نظر نہ ہو تو حاصل مقام یہ ہوا کہ حالت حیات میں حب طبعی ہونا لوازم میں سے نہیں گو بعض کو میسر ہو جائے اور قرب موت میں لازم ہے تو بزرگوں سے جو دونوں حالتیں منقول ہیں موت سے خوف طبعی بھی اور حب طبعی بھی دونوں میں سے کوئی حالت نقص کی نہیں اور طبعی نور علی نور ہے۔

ان اہل نسبت کی شان جو اہل افادہ نہیں ہیں

۵۸۲- حدیث: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو لوگ میری عظمت کی وجہ سے باہم محبت رکھتے ہیں (یعنی ان میں سے ہر شخص دوسرے کے ساتھ اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے جو باعظمت ہے اور ایسے باعظمت سے تعلق رکھنے والا قابل محبت کے ہے مطلب یہ کہ نسبت مع اللہ سبب ہے محبت کا جس کا حاصل حب فی اللہ کی اعلیٰ قسم ہوئی کیونکہ اس کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ مدار محبت اعمال صالحہ ہوں اور نسبت مع اللہ سب اعمال میں اعلیٰ ہے اس لئے اس بنا پر جو محبت ہوگی وہ حب فی اللہ کی اعلیٰ قسم ہوگی) ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء وشہداء رشک (یعنی تمنا) کریں گے (کہ کاش ہماری بھی یہی حالت ہوئی گو نبوت وشہادت کا درجہ اس

سے بھی بڑا ہے مگر یہ تمنا ایک خاص وجہ سے ہوگی کہ یہ لوگ مشقت حساب سے بچے ہوں گے اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے گو خود ان کے متعلق کوئی حساب نہ ہوگا مگر امت کے معاملہ کے متعلق سوال وارد ہے اور شہداء سے بھی گو حساب نہ ہوگا لیکن بعض ریاکار شہداء کے محاسبہ کو دیکھ کر مخلص شہداء کو بھی خوف حساب ہوگا اور یہ جماعت جس کا ذکر متن حدیث میں ہے حساب اور خوف حساب دونوں سے محفوظ ہوگی جیسا کہ شرح کی حدیث میں وارد ہے اور اس میں اس کی بھی تصریح ہے کہ یہ لوگ انبیاء و شہداء سے درجہ میں کم ہوں گے اور بناء غبطہ کی بھی تصریح ہے کہ ان کو کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور گو آیت میں خوف کی نفی جمیع مقبولین کے لئے عام ہے مگر خاص ان کے حق میں آیت کی تلاوت فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ نفی خوف کے دو درجے ہیں ایک خاص خوف کی نفی ایک مطلق خوف کی نفی تو پہلے درجہ کے اعتبار سے تو اس کے مصداق سب مقبولین ہیں مگر دوسرے درجہ کے اعتبار سے اس کے مصداق صرف بعض ہیں آپ نے اس دوسرے درجہ کے اعتبار سے آیت کی تلاوت فرمائی)۔

فائدہ: ۱ — جو صفت اس جماعت کی متن اور شرح کی حدیث میں فرمائی گئی ہے اس کا مصداق صاف طور پر صوفیہ کی وہ خاص جماعت معلوم ہوتی ہے جو اہل نسبت ہیں مگر گمنام ہیں اور غلبہ عشق سے اپنے کام میں لگے ہیں افادہ کی طرف زیادہ توجہ نہیں رکھتے اور اس لئے صاحب سلسلہ نہیں کیونکہ اگر صاحب سلسلہ ہوتے تو ان سے ان کے تابعین کے متعلق سوال ہوتا جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہوگا پس یہ جماعت گو فضیلت میں اول درجہ نہیں مگر بے خطر ہیں اسی لئے بعض حضرات سے اس حالت پر مسرت منقول ہے کما قیل۔

احمد تو عاشقی بمشیخت تراچہ کار — دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

کما قیل

عاشقاں را با قیامت روز محشر کار نیست — عاشقاں راجز تماشائے جمال یار نیست

پس مدار فضیلت کا اجراء سلسلہ پر نہیں گو افضیلت اس میں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو وہ عطا کیا جو اس کے مناسب ہے پس ایسی جماعت سے بھی محبت رکھنا چاہئے

اعتراض نہ کرنا چاہئے کہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ 22

تتمہ: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میری محبت ایسے لوگوں کے لئے واجب اور لازم ہو چکی (یعنی اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ مجھ کو ان سے محبت ہے) جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں اور جو میرے لئے باہم ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں (تا کہ ایک کو دوسرے سے علمی نفع ہو) اور جو میرے لئے باہم ایک دوسرے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور جو میرے لئے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔

فائدہ: تحابب تو ان میں اور مذکورین حدیث سابق میں مشترک ہے اس کے بعد دوسرے صفات ان میں مابہ الامتیاز ہیں جن کا حاصل باہم تعلقات افادہ کا جاری ہونا ہے کیونکہ باہم بیٹھنا اور باہم ملنا اور ایک دوسرے کو کچھ دینا بدوں تعلقات کے نہیں ہوسکتا اور تعلقات جو دین میں مقصود ہیں وہ افادات دینیہ کے لئے ہیں اسی بنا پر علامہ حفنی نے متجالسین کی شرح میں کہا ہے لنحو علم اور قرآن بخلاف محبت کے کہ بعید سے بھی ہوسکتی ہے اور اس کے لئے افادہ بھی لازم نہیں چنانچہ ظاہر ہے اور اس کی بھی وہی فضیلت ہے چنانچہ مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ میں شیخین کی روایت سے حدیث ہے

عن ابن مسعود قال جاء رجل الیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال یا رسول اللہ کیف تقول فی رجل احب قوما ولم یلحق بھم فقال المرء مع من احب ۱ھ

پس حاصل اوصاف اس جماعت کا باہمی افادہ واستفادہ ہو۔ اس اعتبار سے ان کی شان جماعت سابقہ کی شان کے مقابل ہوئی اور یہ تقابل افادہ وعدم افادہ باعتبار غلبہ کے ہے یعنی ایک پر شان افادہ کی غالب ہے دوسرے پر غالب نہیں اور ظاہر ہے کہ جماعت اہل افادہ غیر اہل افادہ سے افضل ہوگی پس یہ جماعت پہلی جماعت سے افضل ہوگی لیکن ظاہر ہے کہ تعلقات میں خطرات بھی ہوتے ہیں پس دونوں جماعتوں کا مجموعہ اس شعر کا مصداق ہے۔

بدریا در منافع بے شمار ست   اگر خواہی سلامت برکنار ست

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی جدا حالت اور جدا استعداد بنائی ہے ہر ایک کے لئے خاص شان اس کے مناسب اور قرین مصلحت وحکمت ہے ولنعم ما دیل۔

التشرف -۲۲

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان ست بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں ست

اور بعض جماعتیں خاص خاص وقت میں دونوں شانوں کی جامع ہوتی ہیں چنانچہ علامہ حفنی نے متجالسین کی شرح میں ایک عارف کی حکایت لکھی ہے۔

كان بعض العارفين الملازم للخلوة فجائه بعض افراده خرج له و جالسه و تحدث معه ثم يقول له ماخرجت لك الالعلمي بانه افضل من خلوتي لا نه يد خلنا في سلك المتجالسين في الله اه

فجر وعصر کے بعد ذکر کا اہتمام خاص

۵۸۳- **حدیث**: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ابن آدم تھوڑی دیر بعد فجر اور بعد عصر میرا ذکر کر لیا کر میں ان دونوں کے درمیان (یعنی فجر سے عصر تک اور پھر عصر سے فجر تک جس میں سارا ہی دن اور رات آ گئی) تیرے لئے کافی ہو جاؤں گا (یعنی ہر قسم کی صلاح وفلاح بدوں اکتساب تجھ کو عنایت کروں گا یعنی طرفین کی درستی سے وسط کو میں خود درست کر دوں گا)۔

فائدہ: اکثر اہل طریق کا معمول ہے کہ ان دونوں وقتوں میں خلوت اور ذکر کا خاص اہتمام ورعایت رکھتے ہیں پھر ان میں سے بھی فجر کے بعد اہتمام میں فقہاء ومجتہدین بھی خصوصیت کے ساتھ متفق ہیں چنانچہ امام مالک سے مدونہ میں منقول ہے کہ فرض فجر کے بعد طلوع شمس تک باتیں کرنا مکروہ ہے میں نے نافع مولیٰ ابن عمر اور موسیٰ بن میسرہ اور سعید بن ابی ہند کو دیکھا کہ نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے تھے (جیسے اب بھی نماز اور دعا کے درمیان اوراد کا معمول ہے) پھر ذکر کے لئے متفرق ہو جاتے تھے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے بات چیت نہ کرتے تھے یعنی ذکر اللہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اھ (صفحہ ۱۱۹ جلد ۱) اور درمختار میں کہا گیا ہے کہ بعد نماز فجر کے طلوع شمس تک اور بعض نے کہا ہے کہ آفتاب بلند ہونے تک بات چیت کرنا مکروہ ہے (صفحہ ۳۹۶ جلد ۱)

جذبات حق کی بابت قول کی اصل

۵۸۴- **حدیث**: تھوڑی توفیق زیادہ عقل سے بہتر ہے (کیونکہ اگر عقل ہو اور

توفیق نہ ہو تو اس عقل سے بھی منتفع نہیں ہو سکتا مثلاً خیر و شر کی عقل ہے لیکن بدوں توفیق کے نہ خیر کو حاصل کر سکتا ہے نہ شر سے بچ سکتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ توفیق بھی ہو گو عقل کامل نہ ہو مگر ضروری درجہ بھی اس کا نافع ہوتا ہے کہ اس خیر کو حاصل کرے گا اور شر سے بچے گا) اور صرف امر دنیوی میں عقل موجب مضرت ہے (کیونکہ اس سے انہاک فی تحصیل الدنیا پیدا ہوگا جیسا کفار یا اشباہ کفار کی حالت دیکھی جاتی ہے) اور امر دین میں عقل موجب مسرت ہے (کیونکہ اس سے دین حاصل کرے گا جو اصلی مسرت ہے)۔

فائدہ: یہ اس مضمون کی اصل ہے جو صوفیہ میں مشہور ہے جذبۃ من جذبات الحق خیر من عمل الثقلین اس جذبہ کا حاصل وہی توفیق ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل اللہ کا دنیا کے نشیب و فراز و تدبیرات دقیقہ سے واقف نہ ہونا علامت نقص عقل نہیں بلکہ کمال عقل مقصود ہے۔

خاص بندوں پر راز تقدیر ظاہر ہونے کا امکان

۵۸۵- **حدیث:** تقدیر کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے سو اللہ تعالیٰ کے راز کو افشا مت کرو (اگر تم اس پر مطلع بھی ہو جاؤ تب بھی عام طور پر اس کو ظاہر مت کرو)۔

فائدہ: اگر یہ حدیث ثابت ہو تو اس سے دو امر مستفاد ہوتے ہیں ایک مفہوماً ایک منطوقاً اول یہ کہ مسئلہ قدر کا بعض پر منکشف ہو سکتا ہے ورنہ افشاء سے نہی کی حاجت نہ تھی جب انکشاف نہ ہوتا تو اظہار ہی پر قدرت نہ ہوتی پھر نہی کی کیا حاجت تھی یعنی ایسا انکشاف کہ صاحب انکشاف کو اس میں شبہ و وسوسہ نہ ہو بالکل قناعت و اطمینان ہو جائے گو اجمالاً ہی ہو اور بزرگوں نے جو فرمایا ہے کہ دنیا میں اس کا انکشاف ممتنع ہے مراد اس سے کہنہ تفصیلی ہے پس کوئی تعارض نہیں بلکہ کہنہ تفصیلی کے انکشاف کو بعض نے آخرت میں بھی ممتنع کہا ہے بہر حال انکشاف اجمالی مقنع دنیا میں بھی ممکن ہے ثانی جو منطوقاً حدیث کا مدلول ہے یہ کہ بعد اطلاع کے اس کا افشائے عام جائز نہیں اور اس عدم جواز کی وجہ یہ نہیں کہ اس کے حق ہونے میں کوئی امر واقع میں موجب اشکال ہے حقائق مامور بہا میں ایک

حقیقت بھی ایسی نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقول متوسط کو اس میں ایسے اشکالات پیدا ہوتے ہیں کہ ان کے حل کے لئے بیان کافی نہیں بلکہ نور بصیرت کی ضرورت ہے جو عامہ میں مفقود ہے۔ اس لئے ان کو اس میں شبہات پیدا ہوں گے اور اندیشہ گمراہی کا ہے اس لئے عامہ کو اعتقاد اجمالی کا امر کیا جائے گا اور خوض سے نہی کی جائے گی حاصل یہ کہ معروف میں نقص نہیں عارف میں نقص ہے جیسے قرآن مجید محل ریب نہیں کفار محل ریب ہیں۔ اسی بناء پر قرآن مجید کے حق میں لاریب فیہ فرمایا ہے اور کفار کے حق میں ان کنتم فی ریب فرمایا جیسا اسی حکمت نقص فہم کے سبب ارشاد ہوا ہے حدثوا الناس بما یعرفون اتریدون ان یکذب اللہ و رسولہ (فر) عن علی مرفوعا وھو فی (خ) موقوف (ح) کذا فی الجامع الصغیر حرف الحاء اور یہی حکم ہے اسماء تصوف کا چنانچہ کلام قوم میں منصوص ہے اور یہ حدیث اس کا ماخذ ہو سکتی ہے۔

حرف الکاف

تحفہ کی قدردانی

۵۸۶- **حدیث:** آدمی کے لیے یہ شر کافی ہے کہ جو چیز اس کے سامنے پیش کی جائے اس سے ناخوش ہو (یہ عام ہے مہمانی کو اور ہدیہ کو جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ میزبان جو کھانا پیش کرے اس کو ناک مارتے ہیں اس کی بے قدری اور تحقیر کرتے ہیں)

فائدہ: اس حدیث پر پورے عامل حضرات صوفیہ ہیں کہ دوسرے شخص کی خدمت کی بے حد قدر کرتے ہیں اور جہاں رد ہدیہ میں خشونت کا شبہ ہوتا ہے اس کا سبب غیرت ہے جس کا منشاء مہدی کا تکبر ہے۔

پسندیدہ و ناپسندیدہ شہرت

۵۸۷- **حدیث:** آدمی کے لیے یہ شر کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔

فائدہ: مراد وہ شہرت ہے جو اس کی خواہش سے ہو یا بلا خواہش ہو گئی تھی مگر اس

کو پسند ہو اور اِس پر ناز کرے باقی جو منجانب اللہ اور اس کے ساتھ ہی یہ اپنے کو اس کا اہل نہ سمجھے اور عدم استحقاق کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے وہ مراد نہیں بلکہ یہ علامت ہے قبول عند اللہ کی کہ اپنے بندوں کے قلوب میں اس کی محبت پیدا کر دی۔

اہل اللہ کے مصیبت میں مبتلا ہونیکی حکمت

۵۸۸- حدیث: جس طرح ہمارے لیے (یعنی جماعت انبیاء کیلئے) اجر مضاعف ہوتا ہے اسی طرح ہم پر بلا بھی مضاعف ہوتی ہے (جیسا ایک دوسری حدیث میں وارد ہے سب سے زیادہ اصحاب بلاء حضرات انبیاءؑ ہوتے ہیں پھر ان کے بعد جو (اپنے طبقہ میں) افضل ہو پھر وہ جوان کے بعد افضل ہو کذا فی العزیزی۔

فائدہ: پس اولیاء کا کسی تکلیف یا مرض میں مبتلا ہونا علامت ان کے بعد کی نہیں ہے بلکہ قرب کی ہے اور معیار اس کا تسلیم و رضا ہے اور دوا و تدبیر تسلیم و رضا کے منافی نہیں۔

عالم کے قدیم ہونے کے بارے میں
بعض جاہل صوفیہ کے منشاء غلط کی تحقیق

۵۸۹- حدیث: اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی

فائدہ: ۱- یہ نص ہے جمیع اجزاء عالم کے حدوث زمانی میں کیوں کہ قدم بالزمان میں اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ دوسرے کے وجود کی نفی صادق نہیں آتی اور چونکہ حدوث بالزمان مستلزم ہے حدوث بالذات کو بھی اس سے اس پر بھی دلالت ہو گئی اور اس حدیث میں رد ہے ان مدعیان تصوف پر جو باتباع فلاسفہ کے عالم کے قدم بالزمان کے قائل ہیں اور اعیان ثابتہ کے قدم سے جس کے صوفیہ قائل ہیں خود دھوکہ میں پڑ گئے یا دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ اعیان ثابتہ عالم کے وجود علمی الٰہی کا مرتبہ ہے عالم کے وجود حسی کو کوئی نام نہیں۔

فائدہ: ۲- اور یہی حدیث بخاری کتاب بدء الخلق میں بروایت عمران بن حصین ان لفظوں سے وارد ہے۔ قال (صلی اللہ علیہ وسلم) کان اللہ ولم یکن شئی

غیرہ وکان عرشه علی الماء اور تعجب ہے کہ باوجود صحیح بخاری میں ہونے کے کنوز الحقائق میں حدیث کو حاکم کی طرف کیوں منسوب کیا اور اسی کے ہم معنی دوسری حدیث کے الفاظ ہیں ولم یکن شیء معه اوردہ فی الفتح بقوله و فی روایة غیر البخاری ولم یکن شیء معه اور کسی چیز کی معیت منفی ہے تو قبلیت بدرجہ اولیٰ منفی ہے اور بخاری کی ایک روایت میں صریح بھی وارد ہے کان الله ولم یکن شیء قبله (جمیع الفوائد)

فائدہ: ۳۔ بعض لوگوں کو ولم یکن شیء غیرہ کیساتھ وکان عرشہ علی الماء فرمانے سے دھوکہ ہو گیا ہے کہ اس وقت بھی موجود تھا تو اسکے قدم کے بھی قائل ہو گئے چنانچہ یہ دعویٰ میں نے خود سنا ہے اور یہ سب جہل ہے اس دھوکہ کو فتح الباری میں اس طرح دفع کیا گیا ہے۔

ویکون قوله و کان عرشه علی الماء معناہ انه خلق الماء سابقاثم خلق العرش علی الماء وقد وقع فی قصةنا فع بن زید الحمیری بلفظ کان عرشه علی الماء ثم خلق القلم فقال اکتب ما هو کائن ثم خلق السموات والارض وما فیهن فصرح بترتیب المخلوقات بعد الماء والعرش اھ وقال الحافظ مجد اسطو حکی ابوالعلاء الهمدانی ان للعلماء قولین فی ایهماخلق اولاالعرش اوا لقلم قال والا کثر علی سبق خلق العرش واختار ابن جریر ومن تبعه الثانی اھ

فائدہ: ۴۔ لاشئی کے عموم میں روح بھی آ گئی پس اس کا قدم بھی باطل ہو گیا اس میں بھی بعض کو غلطی ہو گئی اس لئے تنبیہ کر دی گئی قشیریہ میں امام ابواسحٰق اسفرائنی کی تقریر سے روح کے مخلوق ہونے کا مسئلہ سنکر ابوالقاسم نصیر آبادی کا قبول کرنا مذکور ہے نیز اوسی میں ہے قال الواسطی ما احدث الله شیئا اکرم من الروح صرح بان الروح مخلوقة (فصل فی بیان اعتقاد هذه الطائفة فی مسائل الا صول قریب ختم)

حرف اللام

اشاعت طریقت میں حرص کی فضیلت

۵۹۰۔ حدیث: اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کسی ایک شخص کو ہدایت فرمادے

یہ تیرے لئے تمام ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔

فائدہ: اس سے مشائخ کے اس مقولہ کی اصل نکلتی ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق پر حریص ہونا چاہئے اور اصل یہی ہے اور جن بزرگوں پر شان افادہ غالب نہیں ہے۔ وہ ایک عارض سے ہے اور وہ عارض غلبہ عشق ہے اس کی تحقیق حرف قاف حدیث قال اللہ تعالی المتحابون فی جلالی کی شرح میں گذر چکی ہے پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔

بہ شرط اعتقاد شیخ حق رسیدہ مگر غیر کامل بھی نافع ہوتا ہے

۵۹۱- حدیث: اگر تم میں کوئی شخص کسی پتھر کے بارہ میں اپنا گمان نیک کر لے تو اللہ تعالی اس کو اس سے نفع پہنچا دیتے ہیں

فائدہ: پتھر سے مراد مجازاً وہ شخص ہے جو دین میں نافع ہونے کی اہلیت نہیں رکھتا مگر دین میں مضر بھی نہیں جیسے ہادی محق غیر محقق کہ محق ہونے کے سبب مضر تو نہیں مگر محقق نہ ہونے کے سبب نافع بھی نہیں اور نفع کی دو قسمیں ہیں ایک نفع ارشاد دوسرا نفع اعتقاد مراد یہاں نفع اول نہیں کہ وہ موقوف ہے ہادی کے محقق ہونے پر بلکہ دوسرا نفع مراد ہے چنانچہ حدیث میں حسن ظن اس طرف مشیر قریب بصرتح ہے پس مقولہ مشہورہ پیر من خس ست اعتقاد من بس ست گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے مگر مجمل ہے اس شرح کا محتاج ہے جو میں نے کی ہے اور بدوں اس شرح کے اس میں متعدد غلط فہمیوں کا اندیشہ ہے بعض غلط فہمیوں کے لئے اپنے رسالہ تعلیم الدین باب پنجم موانع طریق فصل دوم کے اخیر سے ایک عبارت اس مقولہ کے متعلق نقل کرتا ہوں کہ اس سے بے شرع پیر مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر پیر بہت بڑے درجہ کا کامل نہ ہو مگر شرح کے خلاف بھی نہ ہو تو یوں سمجھے کہ اگرچہ ان سے بڑھ کر اور کامل ہوں مگر میرے لئے یہی کافی ہیں اور میرا اعتقاد مجھے مقصود تک پہنچا دیگا اھ۔

حرف المیم

محفل میں جب کوئی بات کرتا ہو تو دوسرا خاموش رہے

۵۹۲- حدیث: نہیں بیٹھے چند اشخاص کسی مجلس میں پھر ایک دوسرے

کیلئے (یعنی اس کے کلام کرنے کے وقت) خاموش نہ ہوا ہو مگر اللہ اس مجلس سے برکت کو سلب کرلیتا ہے۔

فائدہ: یعنی ادب جلیس کا یہ ہے کہ جب وہ کوئی کلام کرے بشرطیکہ معصیت نہ ہو تو دوسرا اس کے کلام کرنے تک خاموش رہے کہ اس میں اس کا اکرام اور دلجوئی ہے جو حقوق مجالست سے ہے یہ ادب صوفیہ میں نہایت کمال کے ساتھ پایا جاتا ہے خصوص شیخ کے کلام کے وقت اور اہل ظاہر میں بہت کم ورنہ اکثر دوسرے کی بات کو کاٹ کر بولنے لگتے ہیں حتی کہ استاد کی تقریر میں بھی خصوص مناظرہ میں **وفی العزیزی وفیہ ذم ما یفعلہ غوغاء الطلبۃ فی المدرس الآن ا ہ**

مردہ بات کرنیوالے کی بات اس سے اپنے تعلق کے لحاظ سے سنتا ہے

۵۹۳- حدیث: کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی شخص کی قبر پر گذرے جس کو دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے مگر وہ (میت) اس (سلام کرنے والے) کو پہچانتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ) اگر اس کو نہ پہچانتا ہو تو (صرف) سلام کا جواب دیتا ہے (پہچانتا نہیں)۔

فائدہ: اس حدیث سے مردہ کا ادراک اور سماع اور تکلم ثابت ہوا گو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے مگر اہل کشف کا مشاہدہ ہے اور حدیث میں اس کشف کی صحت کی تائید ہے لیکن اس سے ہر بات کا سننا یا سننے سے بڑھ کر کوئی امداد کرنا یہ ثابت نہیں ہوتا پس اہل غلو کے لئے اس میں گنجائش نہیں اور نفی سماع کی نصوص میں سماع کو سماع نافع پر محمول کیا جاسکتا ہے جیسا آیت میں کفار کو اموات کے ساتھ تشبیہ دینے سے اس حمل کی تائید ہوتی ہے کیونکہ مشبہ کا سماع حسی مشاھد ہے پس لامحالہ وجہ تشبیہ جو طرفین میں مشترک ہے سماع نافع ہی ہوسکتا ہے۔

قرض لینے میں اہل اللہ کے مسالک کے اختلاف کی بناء

۵۹۴- حدیث: کوئی شخص ایسا نہیں جس کی نیت ادائے دین کی ہو مگر اللہ

تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد ہوتی ہے۔

فائدہ: یہی بشارت سبب ہوتی ہے بعض اہل اللہ کو قرض لینے کی جرأت پر مگر ضروریات میں نہ کہ فضولیات میں کیونکہ بلاضرورت قرض کرنے کی اجازت نہیں احادیث منع کا یہی عمل ہے اور بعض حضرات جو باوجود ضرورت کے بھی اس میں احتیاط کرتے ہیں ان کو اس بشارت میں شبہ نہیں لیکن بعض طبائع میں فطرۃً ایسے تعلقات سے تشویش ہوجاتی ہے جو اعمال میں بعض اوقات مضر ہوتی ہے اور مندوبات و مباحات یقیناً مشروط ہوتے ارتفاع موانع کے ساتھ اور ایسی تشویش مانع ہے (اس لئے احتیاط کرتے ہیں اور جن کو تشویش نہیں ہوتی ان کے نزدیک شرط متحقق ہے اس لئے وہ تو منع کرتے ہیں **وللناس فیما یعشقون مذاھب** ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی پر پہلا رنگ غالب تھا اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ پر دوسرا رنگ۔

حلال مال یا کام سے عار کرنے میں وبال ہے

۵۹۵- حدیث: کوئی شخص ایسا نہیں جو حلال سے شرمائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو حرام میں مبتلا فرماتا ہے۔

فائدہ: حدیث عموم الفاظ سے عام ہے ہر حلال کو جیسے حلال کی کمائی یا جیسے حلال عطیہ و ہدیہ۔ بعض لوگ بعض مزدوریوں کو ذلت سمجھتے ہیں۔ بعضے لوگ کسی حلال ہدیہ کے قبول کرنے سے کسی وجہ سے مثلاً ہدیہ کو محقر سمجھ کر یا صاحب ہدیہ کو محقر سمجھ کر عار واستنکاف کرتے ہے تو اس تکبر کی سزا میں وہ حرام کی تعاطی میں اضطراراً واقع ہوجاتے ہیں حدیث میں اصلی مقصود اس کبر میں زجر فرمانا ہے بعضے درویشی کے مدعی ہوکر ایسی چیزوں کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور عموم الفاظ کی بناء پر عزیزی وحفنی نے اس میں نکاح حلال کو بھی داخل کرکے کہا ہے کہ اس سے شرمانا ابتلاء بالزنا کا سبب بن جاتا ہے۔

نااہل پر علوم ظاہر کرنے اور اہل سے چھپانے کی مذمت

۵۹۶- حدیث: (علمی) مضمون کا اس کے اہل (یعنی قدردان وطالب)

سے روکنے والا (یعنی بخل کرنے والا) ایسا ہے جیسے اس مضمون کا نا اہل سے بیان کرنے والا (یعنی دونوں شخص اس مذمت میں شریک ہیں کہ انھوں نے اس مضمون کو ضائع کیا۔ اہل کو نہ پہنچنے میں تو اس کی ذات ضائع ہوئی کہ اس اخفاء کی بدولت مٹ جائیگا) اور نا اہل کو بتلانے میں اس کی قدر ضائع ہوئی کہ وہ اس کے حقوق ادا نہ کرے گا اور اس کو آلہ فساد و ترفع بنائے گا۔

فائدہ: اور یہ علوم زائدہ میں ہے جس سے عرفاً مقتداء و محقق سمجھا جاتا ہے علوم احکام میں نہیں کہ اس کی تبلیغ عام تو فرض ہے اور چونکہ عرفاً اس کو موجب فخر بھی نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس میں احتمال آلہ فساد بنانے کا نہیں ہے یہاں سے دو قسم کے صوفیوں کی زبوں حالی مفہوم ہوتی ہے ایک وہ جو نکات تصوف عام مجالس میں بگھارتے ہیں ایک وہ جو طالبان صادق سے بھی ضروری افادات میں دریغ کرتے ہیں تا کہ ان کے علمی کمال میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو جائے جیسے بعض طلبہ بھی اپنے اساتذہ کی تقریرات کو دوسروں سے چھپاتے ہیں تا کہ عام نظروں میں ان کی شان تفرد ظاہر ہو۔

شیخ ایسی اشیاء کی تجارت نہ کرے جن کا تعلق طالبین سے ہو

۵۹۷- **حدیث:** سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ صاحب حکومت اپنی رعیت میں تجارت کرے۔

فائدہ: عزیزی نے اس کو مقید کیا ہے اس چیز کے ساتھ جس کی حاجت عام ہو کیونکہ اور لوگ اس کی تجارت کرتے ہوئے ڈریں گے اور اس سے عام لوگوں پر اس چیز میں تنگی ہوگی اور حفنی نے اس کو عام کہا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس سے معاملہ کرتے ہوئے لوگوں کو دینا پڑے گا اور اس سے تنگی ہوگی نیز اس میں ایک خود غرضی کی بھی صورت ہے اگر ایسی تجارت کے متعلق کوئی قانون مقرر کیا جائے خواہ اسمیں رعایا کی کیسی ہی مصلحت مضمر ہو مگر عام طور سے یہی شبہ ہوگا کہ اپنے نفع کے لئے ایسا کیا گیا ہے میں کہتا ہوں اسی علت کے اشتراک سے صاحب افادہ کو بھی ایسی

چیزوں کی تجارت مناسب نہیں جن کا اہل استفادہ سے تعلق یا دخل ہے مثلاً یہ شخص بعض خاص کتب کے مطالعہ کی ان کو رائے دیتا ہے اگر یہ ان کتب کی تجارت کرے گا تو یہ شبہ ضرور ہوگا کہ اپنی کتابیں فروخت کرنے کے لئے یہ رائے دی گئی ہے اور اس شبہ کا مانع وصول برکات ہونا ظاہر ہے تو شیخ کو ایسے امر مانع کا سبب بننا مناسب نہیں بلکہ اگر کوئی دوسری تجارت بھی کرے تو اپنے زیر اثر لوگوں سے معاملہ نہ کرے اور اگر کوئی داعی ہو تو ایسے شخص کو واسطہ بنائے کہ معاملہ کو اسی کی طرف منسوب سمجھا جائے۔

اکتساب اور کمال تکمیل ایک دوسرے کے منافی نہیں

۵۹۸- **حدیث:** آدمی کی خوش فہمی کی یہ بات ہے کہ اپنے معاش کا مناسب انتظام کرے اور جو چیز تمہاری مصلحت کی ہو اس کو طلب کرنا حب دنیا میں داخل نہیں۔

فائدہ: یہ حدیث اوپر کی شرح کر رہی ہے کہ تجارت حلال کا فی نفسہ کچھ مضائقہ نہیں جب اس کا کسب اور صرف حدود کے اندر ہو باقی کسی عارض سے کسی خاص محل میں کوئی خاص حکم کا ہو جانا اس کے منافی نہیں اور اس سے ان لوگوں کا جہل ظاہر ہو گیا جو اہل اللہ پر ایسے اعتراضات کرتے ہیں کہ درویش ہو کر تجارت کیوں کرتے ہو یا جائیداد کیوں خریدتے ہیں۔

معمولات اگر کسی عذر سے چھوٹ جائیں تو ان پر زیادہ رنج کرنا مضر ہے

۵۹۹- **حدیث:** جو شخص (سونے کے لئے) اپنے بستر پر آنے کے وقت یہ نیت رکھے کہ بیدار ہو کر رات کو نماز پڑھوں گا پھر صبح تک اس کی آنکھ لگ گئی تو اس کے لئے اس کی نیت کئے ہوئے عمل کا (یعنی صلوٰۃ اللیل کا) اجر لکھا جائیگا اور اس کا وہ سونا اس کے رب کی طرف سے انعام ہوگا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسی معذوری کے ناغہ پر زیادہ قلق نہ کرے کیونکہ اصل مقصود یعنی ثواب سے تو محرومی نہیں ہوئی اور یہی مذاق ہے محققین کا اور عام سالکین حد سے زیادہ پریشان ہو جاتے ہیں جو ظاہراً علامت ہے حب دین کی جو نافع

ہے لیکن یہ پریشانی مفرط اپنے اثر کے اعتبار سے انجام میں اعمال میں مضر ہوتی ہے کہ قلب میں ضعف ہو کر تعطل کی طرف مفضی ہو جاتی ہے۔

ہدیہ میں سارے حاضرین محفل کی شرکت

۶۰۰- **حدیث:** جس شخص کے پاس کوئی ہدیہ آئے اور اس کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوں تو وہ سب اس ہدیہ میں اس کے شریک ہیں۔

فائدہ: قواعد شرعیہ حدیث کو اطلاق ظاہری پر محمول کرنے سے مانع ہیں کیونکہ تملک تابع ہے تملیک کے اور تملیک تابع ہے نیت کے اور اپنی مملوک چیز بلا سابقہ وجوب کے کسی کو دینا محض تبرع ہے اور تبرع میں لزوم نہیں ہوتا پس حدیث یا تو محمول ہے مکارم اخلاق پر جیسا بعض اہل طریق کا معمول ہے جو اہل وعیال نہیں رکھتے کیونکہ صاحب عیال پر مقدم حق عیال کا ہے پھر فاضل سے دوسروں کو نفع پہنچانا چاہئے اور مقید ہے اس صوت کے ساتھ کہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ مہدی کا مقصود سب کو دینا ہے مگر ادب کے سبب صدر مجلس کے روبرو پیش کر دے کہ وہ اپنے انتظام سے سب کو تقسیم کر دے گا جیسے اکثر اہل تمدن کی عادت غالبہ ہے باقی اگر قرائن سے خاص شخص کو مالک بنانا مقصود معلوم ہو تو اس میں جلساء کو شریک کرنا واجب نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملوک نے ہدایا بھیجے کہیں منقول نہیں کہ آپ نے جلساء کو شریک فرمایا ہو وھذا التوجیہ من ذوقی۔

اہل اللہ کی دوسروں پر ہیبت

۶۰۱- **حدیث:** جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہیبت ہر چیز پر ڈال دیتا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ ہر چیز کی ہیبت اس پر ڈال دیتا ہے۔

۶۰۲- **حدیث:** جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ قوی رہ کر زندہ رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ملک میں بے فکری سے چلتا پھرتا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنے دشمن کے ملک میں بے فکر پھرتا ہے۔

فائدہ: جس کا دل چاہے اس کا مشاہدہ کر لے کہ اہل اللہ پر کسی کی ہیبت نہیں ہوتی جس سے وہ پریشان ہو جائیں اور ان کی ہیبت سب پر ہوتی ہے الا العارض نادر۔

نصیحت کے معاملہ میں صوفیاء کا طریقہ

۶۰۳- **حدیث:** جو شخص (کسی کو) کسی اچھی بات کی نصیحت کرے سو اس کی نصیحت اچھے طریق سے (یعنی نرمی و خیر خواہی کے ساتھ) ہونا چاہئے (کہ وہ ناصح کے اعتبار سے عن التکبر اور مخاطب کے اعتبار سے (اقرب الی القبول ہے)۔

فائدہ: جماعت صوفیہ کی نصیحت کا یہی طریق مثل عادت لازمہ کے ہے۔

ترک نکاح کو قربت سمجھنے کی مذمت

۶۰۴- **حدیث:** جو شخص نکاح سے انقطاع اختیار کرے (یعنی باوجود تقاضائے نفس و قدرت کے نکاح نہ کرے) وہ ہمارے طریقے سے خارج ہے (کیونکہ یہ طریقہ نصاریٰ کا ہے کہ وہ نفس نکاح کو وصول الی اللہ سے مانع سمجھ کر اس کے ترک کو عبادت سمجھتے ہیں کذا قال الحفنی فی شرح اجزاء الحدیث)۔

فائدہ: یہاں سے ان صوفیوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے جو اسی بناء پر بے نکاح رہتے ہیں باقی اگر کسی کو عذر بدنی یا مالی یا دینی ہو وہ اس سے مستغنیٰ ہے بدنی و مالی تو ظاہر ہے دینی یہ کہ نکاح کے بعد ضعف ہمت کے سبب دین کی حفاظت نہ کر سکے گا۔

پیر جاہل کے حال کی خرابی

۶۰۵- **حدیث:** جو شخص کسی کا علاج کرے اور اس کی طب کا (ماہرین کو) علم نہ ہو تو اس پر ضمان لازم آئے گا (اگر کوئی غلطی ہو جائے تو دنیا میں بھی حسب فتویٰ شرعی اور اگر غلطی نہ ہو تو آخرت میں معصیت کے سبب اور اصل مقصود لم یعلم منہ طب سے یہ ہے کہ اس کو طب کا علم نہ ہو یعنی وہ طب سے ناواقف ہو لیکن تعبیر موجود میں اشارہ اس طرف ہے کہ طب سے واقف ہونا وہ معتبر ہے کہ ماہرین فن بھی اس کو معتبر سمجھتے ہوں ورنہ دعویٰ محض یا شہادت جہلاء کافی نہیں۔

فائدہ: اشتراک علت سے یہی حکم ہے اس شخص کا جو طب روحانی نہ جانتا ہو اور پھر منصب مشیخیت کا مدعی بن کر طالبین کی رہزنی کرنے لگے بلکہ یہ زیادہ قابل شناعت ہے کیونکہ طبیب جاہل صرف ابدان یا جان میں تصرف کرتا ہے اور یہ جاہل پیر ادیان و ایمان میں تصرف کرتا ہے۔**فان هذا من ذالک.**

ذبح ورحم کا اجتماع

۶۰۶- حدیث: جو شخص کسی (ذبیحہ پر) رحم کرے اگرچہ وہ ذبیحہ چڑیا (گوریا) کا ہو اللہ تعالیٰ اس پر قیامت کے دن رحم فرمائے گا۔

فائدہ: عزیزی وحفنی دونوں نے کہا ہے کہ رحم کی تفسیر ترک ذبح نہیں بلکہ چھری کا تیز کرنا اور جلدی سے ذبح کر دینا ہے جس کو دوسری حدیثوں میں راحت واسباب راحت سے تعبیر فرمایا ہے۔وہ حدیثیں یہ ہیں۔

اذاذبحتم فاحسنو الذبح وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته (لمسلم و اصحاب السنن) و امر النبی صلى الله عليه وسلم بحد الشفاروان توارى عن البها ئم قال اذاذبح احد كم فليجهز (للقزوينی) كذا فی جمع الفوائد.

اس سے بعض غلاۃ صوفیہ کی غلطی ظاہر ہوگئی کہ وہ ذبح کو خلاف رحم سمجھتے ہیں خود حدیث میں غور کرنے سے اس کا غلط ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ذبیحہ پر رحم کرنے کا ذکر ہے سو اگر ذبح کو ترک کر دیا جائے تو وہ ذبیحہ ہی کیسے ہوگا۔ البتہ تفسیر مذکور کے علاوہ اور ایک تفسیر محتمل ہے کہ اس میں رحم متعارف وذبح جمع ہو سکتے ہیں وہ یہ کہ ذبح تو کیا مگر ذبح کرتے ہوئے دل کڑھا اور یہ بڑا مجاہدہ ہے جس پر بجز محقق صوفی کے کوئی قادر نہیں۔

اہل اللہ کو عطائے علم

۶۰۷- حدیث: جو شخص زہد فی الدنیا اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بدوں اس کے کہ وہ کسی سے علم سیکھے علم عطا فرماتا ہے اور بدوں اس کے کہ کوئی اس کو ہدایت کرے اس کو ہدایت فرماتا ہے اور اس کو صاحب بصیرت بنا دیتا ہے۔

فائدہ: مراد اس علم وہدایت سے احکام منقولہ نہیں وہ ہر حال میں محتاج نقل ہیں بلکہ مراد اسرار ومعارف ہیں جو علوم مکاشفہ سے ہیں اور دقائق سلوک میں ذوقیات ہیں جو علم معاملہ میں سے ہیں ایسے ہی علوم کے عطا ہونے کا مولانا فرماتے ہیں۔

بینی اندر خود علوم انبیاء　　　بے کتاب و بے معیدوا وستا

اور اہل اللہ میں اس شان کا ہونا کھلا مشاہدہ ہے جس سے اس جماعت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

بچوں پر نرمی اور طالبین کی حالت کی رعایت

۶۰۸- حدیث: جس شخص کے یہاں کوئی بچہ ہو اس شخص کو بھی اس کے ساتھ بچہ بن جانا چاہئے یعنی اس کے ساتھ قولاً وفعلاً بچوں ہی کا سا معاملہ کرے تا کہ وہ خوش ہو۔

فائدہ: یہ تو حدیث کا مدلول بلا واسطہ ہے جس کا حاصل بچوں کے ساتھ لطف وشفقت ہے اور یہ بھی اہل طریق کی گویا عادت طبیعہ ہے اور اس سے ابا کرنا کبر ہے جس سے یہ حضرات بری ہوتے ہیں اور ایک مدلول بواسطہ قیاس کے ہے یعنی اس میں اشتراک علت سے کہ وہ رعایت ہے۔ حالت مخاطب کی اس پر بھی دلالت ہے کہ کم فہم یا کم ہمت طالب کے ساتھ مشائخ کو تعلیم ومواخذہ میں معاملہ ضعفاء کا سا کرنا چاہئے کہ تنگی یا گرانی سے کام نہ چھوڑ دے مولانا اسی کے موافق وصیت فرماتے ہیں۔

چار پارا قدر طاقت بار نہ　　　برضیفان قدر ہمت کار نہ
طفل را گر نان دہی برجائے شیر　　　طفلِ مسکین را ازان نان مردہ گیر

حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

خستگان را چو طلب باشد وقوت نبود　　　گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

ہمارے مرشد علیہ الرحمۃ نے اسی اصل کی بنا پر فرمایا ہے کہ عامی کو ایسے اشغال نہ بتلائے جائیں جس سے یکسوئی ہو کر احتمال کشف کا ہو کیونکہ وہ مکشوفات کی حقیقت نہ سمجھے گا اس میں احتمال گمراہ ہو جانے کا ہے۔

جس کی اجازت ہواس پرعمل نہ کرنے کی مذمت

۶۰۹- **حدیث:** جوشخص اللہ تعالیٰ کی رخصت کوقبول نہ کرے اس پر عرفات کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوتا ہے۔

فائدہ: قبول مقابل سے رد کے اور یہ رد خواہ اعتقاداً ہو کہ اس حکم میں نقص وقصور کا معتقد ہو خواہ عملاً ہو کہ اس پر عمل کرتے ہوئے قلب میں تنگی ہو وہ خواہ قال الحفنی اور اس تقریر سے رد ہو گیا ظاہر یہ پر جنہوں نے اس سے وجوب افطار فی السفر پر تمسک کیا ہے علی مانقل عنہم العزیزی وجہ رد ظاہر ہے کہ قبول کی تفسیر عمل نہیں ہے کہ عدم عمل پر وعید ہو اور اس سے ان متشدد صوفیہ پر بھی رد ہو گیا جو شرعی رخصتوں پر عمل کرنے کو خلاف کمال سمجھتے ہیں۔

میل جول کے حدود

۶۱۰- **حدیث:** مومن الفت کرتا ہے اور الفت کیا جاتا ہے اور ایسے شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ اوروں سے الفت کرے نہ اس سے کوئی الفت کرے اور سب سے اچھا وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

فائدہ: مذمت اس بے الفتی میں ہے جس کا سبب سخت مزاجی وخشونت ہو کذا قال الحفنی اور اگر انس باللہ کے غلبہ سے اختلاط سے وحشت ہو لیکن جب کسی سے ملنا ہو اس وحشت کو ظاہر نہ ہونے دے ایسی وحشت اس میں داخل نہیں پس بعض لوگوں نے اس حدیث سے عزلت کو ناپسندیدہ ہونا سمجھا ہے یہ ان کی غلطی ہے اور میرے ذوق میں اخیر جملہ خیر الناس میں اشارہ ہے اس الفت کی غایت کی طرف یعنی الفت بالذات مقصود نہیں بلکہ دینی نفع کے لئے مقدمہ ہونے کی وجہ سے مقصود ہے کیونکہ دینی نفع بدوں اختلاط وائتلاف ہو نہیں سکتا پس یہ بھی لازم آگیا کہ اگر اختلاط سے نفع وانتفاع دینی نہ ہو تو اختلاط سے عزلت بہتر ہے کہ ابعد عن الضرر ہے۔

رونا کب اچھا ہے اور کب برا

۶۱۱- **حدیث:** منافق اپنی آنکھوں پر قابو رکھتا ہے جس طرح چاہے رونے

لگے (جیسا اکثر مکاروں کو دیکھا جاتا ہے کہ دل میں تردد ہے نہ غم مگر اظہار غم کی انکو مشق ہوتی ہے)۔ 23

فائدہ: اس میں تسلی ہے ان سالکین کو جن کو رونا نہ آنے سے شبہ ہو جاتا ہے قساوت کا اس حدیث میں حقیقت معلوم ہوگئی ہے کہ رونا کسی کے اختیار میں ہونا یہ خلاف وضع اور علامت مذمومہ ہے تو اصل وضع یہی ہوئی کہ رونا اختیار میں نہ ہو جب غیر اختیاری ہو تو اس کا فقدان مذموم نہ ہوا پھر قساوت کی علامت کیسے ہوگا اور ابو الوقت کی حالت پر شبہ نہ کیا جائے کیونکہ وہاں اصل میں غلبہ استحضار خشیت امر اختیاری ہے پھر کبھی اس پر بکاء بھی مرتب ہو جاتا ہے کبھی نہیں ہوتا حاصل یہ کہ بکاء قلب مطلوب ہے بکاء عین مطلوب نہیں اور اسی لئے قرآن مجید میں بکاء کا امر کہیں وارد نہیں ہوا۔ فضیلت البتہ آئی ہے اور فضیلت اختیاری ہونے کو مستلزم نہیں اور آخر سورہ النجم میں **لاتبکون** جو موضع شکایت میں فرمایا گیا ہے مراد اس سے مجازاً عدم خشوع ہے بقرینہ ماقبل **افمن ھذا الحدیث تعجبون و تضحکون** اور ایک آیت میں **فلیضحکو اقلیلا و لیبکو اکثیراً** آیا ہے مراد اس سے اخبار ہے قیامت کے متعلق یعنی **لا یضحکون ویبکون**۔

رزق اور خصوصاً روٹی کا اکرام

۶۱۲- **حدیث:** کسی قوم نے روٹی کے حق کی بے قدری نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک میں مبتلا کر دیا۔

فائدہ: اہل طریق رزق خصوص روٹی کے ادب میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

علماء سے بھاگنے کی مذمت

۶۱۳- **حدیث:** عالم (دین) کے پاس بیٹھنا عبادت ہے۔

فائدہ: اس سے جاہل صوفیوں کی شناعت معلوم ہوتی ہے جو علماء سے بھاگتے ہیں۔

مریض کی راحت کا لحاظ

۶۱۴- **حدیث:** عیادت کا کمال یہ ہے کہ مریض کے پاس سے جلدی اٹھ

التشرف -۲۳

جائے تاکہ اس کے قلب پر بار نہ ہو ایسے اخلاق جماعت صوفیہ میں مثل امور طبیعہ کے ہیں۔

نعمت ظاہری و باطنی کا اظہار

۶۱۵- حدیث: منجملہ شکر نعمت کے یہ بھی ہے کہ اس کا اظہار کیا جائے۔

فائدہ: اس میں وہ نعمت بھی آ گئی جس میں کوئی مخلوق واسطہ ہے جیسے کسی نے کچھ دیا ہو اور وہ بھی آ گئی جس میں کوئی واسطہ نہ ہو جیسے کمالات باطنہ وعلوم الہامیہ پہلی نعمت کا اظہار تو صوفیہ کی عام عادت ہے اور دوسری قسم کا اظہار بھی بعض کا مذاق ہے اور بعض جو اخفا کرتے ہیں اس کا خوف دعویٰ ہے ولکل وجھۃ ھو مولیھا. ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست اور سب خیر ہے۔

مجاہدات میں حالت طالبین کی رعایت

۶۱۶- حدیث: جو شخص اپنے اندر بزدلی محسوس کرے وہ جہاد میں نہ جائے کیونکہ وہ اس پر قادر نہ ہوگا۔ ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا بلکہ اس کے جانے سے اندیشہ ضرر دینی کا ہے اس کے لئے بھی اس طرح کہ یہ تو اپنے مقابل پر حملہ نہ کر سکے گا اور وہ اس پر حملہ کر کے قتل کر دے گا تو اس نے اپنے اہلاک میں اعانت کی جو جائز نہیں اور دوسروں کے لئے بھی اس طرح سے کہ اگر یہ میدان سے بھاگ گیا تو دوسروں کے بھی پاؤں اکھڑ جائیں گے)۔

فائدہ: حضرات مشائخ محققین ایسے نشیب و فراز پر پورے عامل ہیں اپنے متعلقین سے ان کے تحمل سے زیادہ کام نہیں لیتے۔

طہارت میں غلو کی مذمت

۶۱۷- حدیث: جو شخص ہوا نکلنے سے استنجا کرے وہ ہمارے طریقہ میں نہیں (کیونکہ یہ غلو فی الدین ہے کہ کوئی چیز بدن کو نہیں لگی پھر خواہ مخواہ پانی سے دھو رہا ہے)۔

فائدہ: اس سے بعض متعبدین متشددین کا جہل ظاہر ہوا کہ طہارت و نجاست کے باب میں اوہام پر عمل کرنے کو بزرگی سمجھتے ہیں۔

رقص ریا کی مذمت اور غیر اختیاری یا اچھی غرض کے رقص کا عذر

۶۱۸- حدیث: جو بتکلف رقص کرتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔

فائدہ: اس کے عموم میں مکار وجد کرنے والے بھی داخل ہو گئے اور ترقص میں اشارہ ہے کہ جس رقص میں انسان بے اختیار ہو اس پر ملامت نہیں پس ایسوں پر انکار و اعتراض کرنے والوں کی بھی اس میں اصلاح ہو گئی اور ریا رقص کرنے والوں کی بھی اصلاح ہو گئی اور رقص بتکلف وہی مراد ہے جس سے غرض مال یا جاہ ہو ورنہ اگر تکلف میں غرض محمود ہو وہ مذموم نہیں بلکہ اس میں خود حدیث وارد ہے فان لم تبکو افتبا کوا.

حرف النون

اہل اللہ کو دیکھنے کا اہتمام

۶۱۹- حدیث: نظر کرنا (حضرت) علیؓ کی طرف عبادت ہے (علامہ حفنی نے کہا ہے ای یترتب علیه العبادة فاذ انظر شخص ابی علی بن طالب و نحوه من کل اشرق علیه نور التقوی ترتب علیه ان یقول سبحان الله لااله الا الله الخ.

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی تخصیص نہیں بلکہ یہی حکم ہے ہر متقی کی طرف نظر کرنے کا پس اس بنا پر یہ حدیث اصل ہے اس مقولہ مشہورہ کی کہ زیارت بزرگان کفارہ گناہ کیونکہ جب زیارت عبادت ہوئی اور عبادت کا خاصہ ہے ان الحسنات یذھبن السیات تو مدعا ثابت ہو گیا پس بزرگوں کی زیارت کے لئے جانا جیسا اہل طریق کا معمول ہے اس حدیث سے ثابت ہوا یہ دوسری بات ہے کہ خود عبادت ہے جیسا ظاہری مدلول ہے الفاظ کا یا سبب ہے عبادت کا جیسا علامہ حفنی نے کہا ہے واللہ اعلم۔

حرف الہاء

سائل کے آنے پر بشاشت

۶۲۰- حدیث: اللہ تعالیٰ کا ہدیہ مومن کی طرف (آیا ہوا) سائل (کا) اس کے دروازے پر (آنا) ہے۔

فائدہ: اہل اللہ کا یہ حال ہے کہ سائل کے آنے کو رحمت و نعمت سمجھتے ہیں اس سے تنگ نہیں ہوتے حضرت مرشدیؒ نے ایک بار فرمایا کہ سائل سے تنگ نہ ہونا چاہیئے یہ لوگ تمہارے حمال ہیں کہ تمہارا اسباب آخرت میں پہنچاتے ہیں۔

حرف الواؤ

حفظ مراتب مریدین

۶۲۱- حدیث: اس کی بھی توقیر کرو جس سے علم سیکھتے ہو (جیسے استاد اور پیر) اور اس کی بھی توقیر کرو جس کو علم سکھاتے ہو (جیسے شاگرد اور مرید اور پہلی توقیر باپ) کی سی ہے اور دوسری توقیر اولاد کی سی عزیزی نے کہا ہے و من توقیر هم ان لا یستعملهم فی قضاء حوائجه اھ)

فائدہ: اہل اللہ میں یہ عادت مثل امر طبعی کے ہے کہ معاملات میں مریدوں کو اولاد پر ترجیح دیتے ہیں اور ان سے اپنے ذاتی کام دواماً نہیں لیتے۔

صوفی ریاکار کی مذمت

۶۲۲- حدیث: ایسے شخص کے لئے بڑی تباہی ہے جو صوف (کے کپڑے) پہنے (جو صوفیوں کا لباس ہے) اور اس کا فعل اس کے قول کے خلاف ہو۔

فائدہ: اس میں خصوصیت کے ساتھ ریاکار مدعی تصوف کی شناعت مذکور ہے و فی مثله قیل

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد   اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

حرف لا

صوفیہ کی روایت حدیث کی حد

۶۲۳ - **حدیث:** حدیث میں کچھ حرج نہیں اگر اس میں تقدیم یا تاخیر کردو جبکہ اس کے مضمون کو ٹھیک نقل کردو (یعنی اصل مضمون نہ بدلے تو الفاظ کی تقدیم وتاخیر یا مترادف سے تبدیل یا فرق اجمال وتفصیل کا مضائقہ نہیں مگر ہر شخص کو اس کی بھی اجازت نہیں بلکہ صرف اس عالم کو اجازت ہے جو اصل حدیث کو شرح صدر کے ساتھ سمجھ لے۔

فائدہ: صوفیہ کی روایات میں باستثناء شاذ ونادر اصل مضمون ثابت ہوتا ہے خواہ خود اس روایت کی ذات سے خواہ دوسری کسی حدیث مؤید سے اس لئے ان پر اعتراض کرنے میں تشدد مناسب نہیں۔

جاہلوں کے بعض مجاہدات کی مذمت

۶۲۴ - **حدیث:** اسلام میں (مجاہدہ نفس کے لئے) نہ ناک میں نتھنی پہننا ہے اور نہ ناک میں نکیل ڈالنا ہے اور نہ سیاحی میں پھرنا ہے اور نہ قطع تعلقات ہے اور نہ ترک لذات ہے۔ (بنی اسرائیل کے عابد زاہد لوگ مجاہدہ نفس کے لیے یہ کام کیا کرتے تھے کہ پرّہ بینی چھید کر اسمیں بال وغیرہ کی نتھنی ڈال دی یا دیوار بینی چھید کر اسمیں نکیل ڈال دی کہ اس کو پکڑ کر ان کو کھینچا جائے جس سے تکلیف ہو کذا قال العزیزی اور ایک جگہ قیام نہ کرتے تھے شہر بشہر پھرتے تھے کہ کسی سے تعلق پیدا نہ ہو اور تعلقات نکاح واختلاط کو قطع کردیتے تھے اور لذات مباحہ کے ترک کا اہتمام کرتے تھے اور ان سب کو موجب قرب حق سمجھتے تھے تو اسلام میں ان سب کو ممنوع قرار دیا گیا اور قرب کے لئے اعمال وطاعات کا حکم کیا گیا البتہ کسی خاص شخص کی کسی خاص حالت کا بطور معالجہ کے کوئی خاص اقتضا ہو تو اعتدال کے ساتھ تقلیل لذات کی اجازت ہے مگر نتھنی اور نکیل کو چونکہ ضروری علاج میں کوئی دخل نہیں اس کی مطلق اجازت نہیں)

فائدہ: اس سے بعض جہلاء صوفیہ کی غلطی ثابت ہوئی جو ایسے مجاہدات بدعیہ کا اہتمام کرتے ہیں۔

اَمردوں سے تعلق ضلالت ہے

۶۲۵- **حدیث:** بے ریش لڑکوں کی طرف نظر مت کرو کیونکہ ان (کے حسن) میں حوروں کی جھلک ہے (جس سے قلب کو کشش ہوتی ہے اور اس سے اندیشہ فتنہ کا ہوتا ہے)۔

فائدہ: بعض بے علم یا بددین مدعیان تصوف نے امرد پرستی کو شغل اور بعض نے ذریعہ قرب الٰہی بنا رکھا ہے اول فسق اور ثانی قریب بہ کفر ہے اعاذنا اللہ منہ ان لوگوں کے دھوکہ کا جواب میرے رسالہ "تمیز العشق من الفسق" میں غایت تحقیق سے مذکور ہے۔

ذکر جہر کی شرائط

۶۲۶- **حدیث:** ایک دوسرے پر (ذکر یا تلاوت میں) جہر نہ کرے ایسا جہر نمازی کو پریشانی میں ڈالتا ہے (وہ قرأت وغیرہ بھول جاتا ہے)۔

فائدہ: اس سے ذکر جہر کی شرط ثابت ہوئی کہ کسی کو اذیت نہ ہو اور علت کے اشتراک سے نائم کی اذیت بھی اس میں داخل ہوگئی۔ محققین نے دونوں شرطوں کی تصریح فرمائی ہے۔

شیخ کامل کی شرط

۶۲۷- **حدیث:** اللہ کے دین کی خدمت کے لئے کوئی شخص (ٹھیک طور پر) کھڑا نہیں ہوسکتا بجز اس شخص کے جو اس (دین) کو اس کے سب پہلوؤں سے احاطہ کئے ہوئے ہو یعنی اس کے سب حدود و شروط اور طبائع کے خواص و احوال جزئیہ ضروریہ سے باخبر ہو)۔

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کامل ہونے کی صلاحیت کے شرائط بہت سخت ہیں اس سے غلطی ان لوگوں کی ثابت ہوتی ہے جو بدوں اس شرط کے مسند مشیخت پر بیٹھ جاتے ہیں یا کسی کو بٹھلا دیتے ہیں۔

حرف الیاء

علم وعمل ایک دوسرے کے بغیر کافی نہیں

۶۲۸- **حدیث:** اخیر زمانہ میں عابد بے علم اور عالم بدعمل (بکثرت) ہوا کریں گے۔

فائدہ: حدیث صاف دال ہے کہ علم وعمل دونوں کی ضرورت ہے ایک بدوں دوسرے کے کافی نہیں۔

اعمال میں غلو کی مذمت

۶۲۹- **حدیث:** دین میں غلو کرنے سے بچو (یعنی ہر عمل کو حد کے اندر رکھو)۔

فائدہ: بعض لوگ طہارت وغیرہ میں جو زیادہ تشدد کرتے ہیں اور اس کو احتیاط وتقویٰ سمجھتے ہیں اس سے ان کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔

مجاہدات میں غلو کی مذمت

۶۳۰- **حدیث:** اے خولہ (سامان ہوتے ہوئے) نہ گرمی کا تحمل کر اور نہ سردی کا۔

فائدہ: بعض جہلاء اس کو بھی مجاہدہ سمجھتے ہیں کہ قصداً گرمی یا سردی کی تکلیف جھیل رہے ہیں اور قادر ہوتے ہوئے اس کے دفع کی تدبیر نہیں کرتے یہ بھی غلو فی الدین ہے جس کی ممانعت اوپر کی قریب کی حدیث میں ہے اور یہ سب افراد ہیں عبادت مع الجہل کے جس کی مذمت حدیث متصل کے اوپر کی حدیث میں ہے اور ان ہی حدود کی رعایت احاطہ ہے جوانب دین کا جس کی ضرورت اس سے اوپر کی حدیث میں مذکور ہے۔

خاتمہ

الحمدللہ آج ۹ محرم ۵۲ھ کو چوتھی جلد بھی تشرف کی ختم ہوئی۔ اور اتفاقات حسنہ سے ایسی حدیثوں پر اختتام ہوا جو اپنے مضمون کے اعتبار سے کل حدیثوں کی میزان کل کے طور پر ہے کیونکہ سب حدیثوں کا حاصل جمع بین العلم والعمل ہے اور ختم کی یہ چار

حدیثیں اس جمع کی ضرورت بتلا رہی ہیں جن میں ایک حدیث جامع صغیر کی ہے اور تین حدیثیں کنوز الحقائق کی۔

و الحمد لله علی ذلک الاختتام و اساله ان ینفع بالرسالة الخواص والعوام + ان یجعلها عدة لی فی یوم القیام . لرب الانام.

انتباہ دررفع اشتباہ متعلق رسالہ مسائل السلوک وتکشف وتشرف ہر چہار جلد

تصوف نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا اور کوئی آیت اور کوئی حدیث اس سے خالی نہیں تو ہر آیت اور حدیث میں کوئی نہ کوئی مسئلہ تصوف کا ضرور مذکور ہے مگر میں نے ان رسالوں میں صرف ان مسائل پر اکتفاء کیا ہے کہ جن کی نسبت خصوصیت کے ساتھ تصوف کی طرف عام طور پر معروف ہے اس لئے اثبات مسائل کے لئے آیات واحادیث میں انتخاب واقع ہوا پھر وہ بھی سب احادیث سے نہیں بلکہ ایک متوسط مقدار سے۔

اشرف علی ۱۰/ محرم ۱۳۵۲ھ

تم بحمد الله